ناول :راہ زیست

مصنفہ :زہرہ بنت خالد

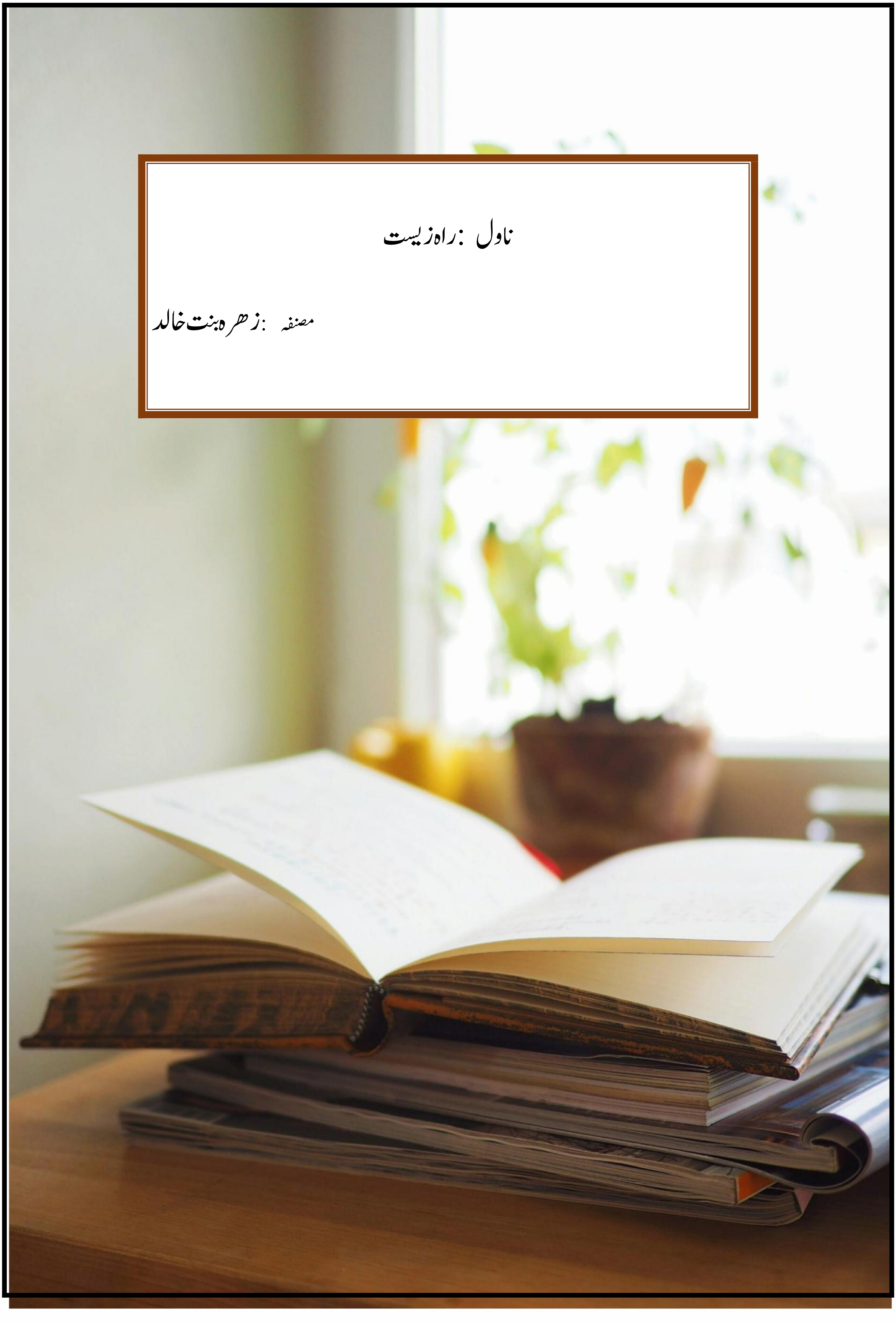

اردوناولزبلاگز

اردوناولزبلاگز کی طرف سے پیشکش

ناول "اردوناولزبلاگز" کی ویب سائٹ کا حصہ ہے اور قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش کیا گیا ہے ہماری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے
آپ کو اعلی معیار اور اردو ادب فراہم کیا جائے۔

براہ کرم اس pdf کو صرف ذاتی مطالعے کے لیے استعمال کریں اس کے بغیر اجازت تقسیم، کاپی یا کسی اور پلیٹ فارم پر
اپلوڈ کرنا سختی سے منع ہے۔

اگر آپ ہمارے ساتھ اپنی تحریریں شیئر کرنا چاہتے ہیں یا کوئی تجاویز دینا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں:۔

ویب سائٹ: urdunovels.blog

ای میل: urdunovelsblogs@gmail.com

انسٹاگرام: @urdu_novels.blog

فیس بک: fb.com/urdunovelsblogs

!آپ کی رائے ہمارے لیے اہم ہے

راہ زیست

مصنفہ :زھرہ بنت خالد

انتساب:

ہر اس لڑکی کے نام جو مرد ذات پر اور محبت پر یقین نہیں رکھتی۔

پیش الفاظ

اگر آپ یہ کتاب پڑھ رہے ہیں اور آپ کو کچھ پسند نہیں آرہا تو پیارے لوگو! یہ کتاب وہیں چھوڑ دیں۔ نفرت آمیز الفاظ لکھ کر اپنی اور میری انرجی کا ضیاع نہ کریں۔

آخری چیز، میں نہیں چاہتی کہ میری کوئی بھی کتاب شہرت کے آسمان چھوئے۔ میں بس لکھنا چاہتی ہوں اور بس لکھنا چاہتی ہوں۔ باقی اللہ رب العزت جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت۔

زھرہ بنت خالد

---

urdunovelsblog

راہ زیست از زھرہ بنت خالد

جنوری کے دن تھے، خاموشی نے فضا میں راج کر رکھا تھا۔ ہوا میں خنکی قدرتی فعل تھا۔ ایسے میں وہ سیاہ جینز پر سیاہ ہی لیدر کی جیکٹ پہنے بالوں کو کھلا چھوڑے سردی سے بے پرواہ آنکھوں پر کالے چشمے چڑھائے گاڑی سے نکلی تھی اور ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ بند کرتی جو گرز کا وزن زمین پر اتارتی آگے نکل گئی۔

"ہائے ایمی! کیسی ہو؟"

جیسے ہی وہ یونیورسٹی میں اپنے متعلقہ کیمپس میں داخل ہوئی تو اسکی دوست ابیہا نے اسے مخاطب کیا جو نیلی جینز پر لمبا کورٹ پہنے ہوئے بالوں کو کھلا چھوڑے میک اپ میں منہ ڈبوئے اس کے سامنے تھی۔

"ہیلو آبی! میں ہمیشہ کی طرح خوبصورت ہوں تم اپنا بتاؤ۔"

اس کے مغرور لہجے پر ابیہا ہنس دی اور اپنی خیریت بتاتی اسے لے کر کیفے میں پہنچی جہاں انکا گروپ پہلے سے جمع تھا۔

"لاسٹ سمیسٹر میں ویلکم گائز۔ ہوپ سو کہ ہم اس سال بھی فریشرز کی ریگنگ میں کوئی کثر نہیں چھوڑیں گے۔ اور ان کا پہلا دن یادگار بنائیں گے۔"

وہ کیفے میں داخل ہو کر چشمہ آنکھوں سے اتار کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے دوستوں سے مخاطب ہوئی تھی۔ اس کی بات پر سب نے شرارتی مسکراہٹیں ایک دوسرے کی طرف اچھالی تھیں۔

ان کی یونیورسٹی میں نئے سال کے ساتھ نئے سمیسٹر کا بھی آغاز ہو رہا تھا۔

جس کی وجہ سے طالب علموں کی گہما گہمی تھی۔ ایسے میں ان کا گروپ فریشرز کو تنگ کرنے کے لیے نئی نئی تراکیب سوچ رہا تھا۔ عمائمہ گروپ کی ایلفا ہونے کی حیثیت سے انہیں ریگنگ کے نئے نئے آئیڈیاز سے روشناس کروا رہی تھی۔

"عمائمہ! یہ کچھ زیادہ ہو جائے گا۔ نہیں؟"

عزیز نے کہا تو عمائمہ نے صرف سرد نگاہوں سے اسے دیکھا تھا جس پر وہ خاموش ہو گیا۔

"جس کو زیادہ اخلاقیات کا کیڑا تنگ کر رہا ہے وہ آئیندہ اس ٹیبل پر بیٹھنے کی غلطی نہ کرے۔"

عمائمہ نے باور کروانے والے لہجے میں کہا تھا۔ ٹیبل پر گہری خاموشی چھا گئی جسے عمائمہ کے فون کی آواز نے توڑا تھا۔ اس نے فون پر جگمگاتے نام کو پڑھ کے یس دبایا اور فون کان سے لگایا۔

"کیا ہوا؟ سب خیریت؟"

اس کا لہجہ دھیما ہوا تھا۔ جیسے یکدم منہ میں شہد گھل گیا ہو۔ یہ عمائمہ شایان کا دوسرا روپ تھا۔ اس نے بات سن کر فون بند کیا اور ٹیبل سے گاڑی کی چابی اور گاگلز اٹھاتی ہڑبڑی میں باہر کی طرف بڑھ گئی۔

"سب ٹھیک ہے امی؟"

urdunovelsblog

ایہا بھی اس کے پیچھے ہی اٹھی تھی۔

"حوا کے آفس میں ایک مسئلہ ہو گیا ہے۔ بعد میں ملتے ہیں۔"

وہ تیزی سے کہتے ہوئے آنکھوں پر گاگلز چڑھائے پارکنگ میں پہنچی اور آندھی طوفان کی طرح گاڑی زن سے بھگاتی لے گئی۔

پیچھے خاک بچی تھی۔ صرف خاک۔

===================

وہ فریش فریش سا اپنے کمرے سے نکلا تھا۔ سفید شرٹ پر بلیو کورٹ اور ہم رنگ ڈریس پینٹ پہنے وہ جیسے کہیں جانے کے لیے تیار تھا۔ بادامی رنگ آنکھوں پر مڑی ہوئی پلکیں اسے خوبصورت بنا رہی تھیں۔

"ماں جی ناشتہ رہنے دیں۔ آج برہان کے ساتھ ہی کر لوں گا۔"

اس نے کہا تو آئزہ نے اس کی بات پر سر ہلا دیا جو چائے پی رہی تھیں اور اسے دیکھ کر اٹھنے لگی تھیں۔

"اوئے پرنس چارمنگ! کدھر کی تیاری ہے؟"

وہ تیار ہو اور وہ اسے نہ پکارے؟ ایسا ممکن تھا؟ عارض نے زور سے آنکھیں میچیں۔ وہ لیٹ ہو رہا تھا۔

"دوستوں کے ساتھ۔"

وہ مختصر سا جواب دے کر جانے لگا کہ حاشر پھر بولا۔

"دوستوں کے ساتھ اتنا تیار ہو کر کون جاتا ہے؟ سچ سچ بتا کہیں بھاگ کر شادی تو نہیں کر رہا؟"

حاشر نے شکی لہجے سے پوچھا تھا۔

"افف بھائی! ہمارا کلاس ری یونین ہے۔ کیا میں تیار بھی نہ ہوں؟"

عارض نے جل کر کہا تھا۔

"تیار تو ہو جا لیکن دیکھ ولیمے کا دلہا لگ رہا ہے ایسے۔"

حاشر نے ہمدردی جتاتے ہوئے کہا تھا اور وہ اس کی بات پر مسکرا دیا۔

"تو کیا خیال ہے لگے ہاتھ کروا ہی نہ لوں ولیمہ ؟"

عارض کے شرارت سے کہنے پر عائزہ اور عمارہ بھی ہنس دیں۔

"آج تک تیری بھابھی کے علاوہ مجھے کسی نے گھاس نہیں ڈالی تو تجھے کوئی گھاس ڈالے گی؟ مشکل لگ رہا ہے۔"

حاشر کے ایسا کہنے پر عائزہ کے ساتھ بیٹھی عمارہ مزید ہنس دی۔ وہ ساس بہو بیٹھی دونوں بھائیوں کی نوک جھوک انجوائے کر رہی تھیں۔

" میں سن رہی ہوں عارض!"

عمارہ نے اونچی آواز میں کہا تو عارض نے رخ عمارہ کی طرف موڑا۔

".Bhabhi! You are the best but mine will be the bestest"

یہ کہہ کر وہ لکا نہیں، بھاگ گیا تھا۔ پیچھے سب اس کی بات پر ہنس دیے اور وہ گاڑی بھگاتا قصرِ سلطان سے باہر نکل گیا تھا۔

==================

عائمہ تیز رفتاری سے گاڑی بھگاتی اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچی تھی۔ اور جلدی سے گاڑی پارک کرتی اندر داخل ہوئی تھی جہاں ہر طرف پریشانی کا عالم تھا۔

وہ سیدھا چلتے ہوئے حوا کے کیبن تک پہنچی تھی۔

"کیا ہوا ہے حوا؟"

عمائمہ کی آواز پر اس کا جھکا ہوا سر جھٹکے سے اٹھا تھا۔ عمائمہ نے اسکی آنکھوں میں دیکھا جہاں آنسو جمع تھے۔ عمائمہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ وہ اپنی بہن کی آنکھوں میں آنسو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

"عمائمہ نہیں ہو رہا یار مجھ سے۔ میں۔۔ میں۔۔"

وہ پریشانی سے بول بھی نہیں پا رہی تھی۔

"حوا ریلیکس! ریلیکس! گہرے سانس لو۔ یہ پانی پیو۔"

عمائمہ نے اسے واپس اس کی کرسی پر بٹھایا اور میز پر پڑا پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔ حوا نے پکڑ کر اسے لبوں سے لگایا۔

"اب مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟"

عمائمہ نے گلاس واپس لیتے ہوئے نرمی سے پوچھا تھا۔

"مجھے کل تک یہ اٹھائیس عبایہ کا آرڈر مکمل کرنا ہے۔ اور مجھ سے ہو نہیں پا رہا حالانکہ سب کا ڈیزائن بھی ایک سا ہے۔ مگر مجھ سے نہیں ہو پا رہا کیا کروں؟"

حوا نے بے بسی سے منہ لٹکائے بولا تھا جس پر عمائمہ کے تاثرات پل میں بدلے تھے۔

"حوا یار کبھی تو عقل سے کام لیا کرو۔ مجھے ڈیزائن بتاؤ میں اپنی 'یو اینچ کلا تھنگ' کی ٹیم منگوا رہی ہوں اور خبردار آئندہ اگر تم روئی تو۔ رونا کمزور لوگوں کی نشانی ہوتا ہے اور عمائمہ کی بہن کمزور نہیں ہو سکتی۔ یوں سر عام اپنی کمزوریوں کا ٹیگ اپنے ماتھے پر مت لگایا کرو۔"

عمائمہ اسے ڈانٹتے ہوئے فون کان سے لگاتی اپنی سیکرٹری کو کچھ ہدایات دینے لگی۔

urdunovelsblog

حوا محبت اور حسرت سے اپنی چھوٹی بہن کو دیکھ رہی تھی جو عمر میں چاہے اس سے چھوٹی تھی مگر اس نے اپنی ذات پر اتنا کام کر لیا تھا کہ وہ ہر مسلئے کو تسلی اور آرام سے ڈیل کیا کرتی تھی۔ جبکہ حوا بڑی ہونے کے باوجود چھوٹے چھوٹے مسائل پر پینک ہو جایا کرتی تھی۔

عمائمہ اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ پچھلے دو سالوں سے اپنا بزنس چلا رہی تھی جو 'یو ایچ کلاتھنگ' کے نام سے مشہور تھا جبکہ حوا کو اپنا بزنس (حجاب بائے حوا) شروع کیے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا اور مسائل حل کرنے کی زیادہ سمجھ بوجھ بھی نہ تھی۔

عمائمہ کی ٹیم آگئی تو وہ پوری لگن سے اپنی اور حوا کی ٹیم کے ساتھ مل کر آرڈر مکمل کروانے لگی۔

اور اب رات آٹھ بجے کے قریب آرڈر مکمل کرنے کے بعد وہ کچھ اچھا سا کھانے کے ارادے سے ریسٹورینٹ میں بیٹھی تھیں۔

"حوا یار کبھی تو اپنے بڑے ہونے کا ثبوت پیش کر دیا کرو۔"

urdunovelsblog

عمائمہ نے افسوس سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"میں بس پینک ہو گئی تھی۔"

حوا نے شرمندگی سے جواب دیا۔

"اور کیا ایسا پہلی بار ہوا ہے؟"

عمائمہ نے اسے گھورتے ہوئے کہا تو وہ کھسیانی ہنسی ہنس دی۔

"ہاں ہاں! میں مانتی ہوں میں ہر بار یہی کرتی ہوں مگر میں سیکھ رہی ہوں مینج کرنا۔"

حوا نے خود کا دفاع کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اسی لیے کہا تھا کہ پہلے میرے ساتھ کام سیکھ لو اور پھر اپنا بزنس شروع کرنا۔یقین جانو میں تمہیں اچھی تنخواہ دیتی۔"

عمائمہ نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے آخر میں شرارت سے آنکھ دبائی تھی جس پر حوا مدھم سا ہنس دی۔

"جو کپڑے تم ڈیزائن کرتی ہو میں ویسے ڈیزائن نہیں کر سکتی۔"

حوا نے مزے سے کہا تو وہ چونکی۔

"کیوں؟؟"

اس نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"کیونکہ وہ بہت چمکیلے بھڑکیلے اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والے ہوتے ہیں۔"

حوا کی بات پر وہ ہنس دی اور اپنے گھنے سیاہ بالوں کو جھٹکا۔

" برائیڈل ڈریسز تو ایسے ہی ہوتے ہیں میری بھولی بہن۔"

عمائمہ نے کہتے ہوئے اسے فلائنگ کس دی تھی۔

پھر ان کا کھانا آگیا تو وہ کھانا کھاتے ہوئے مزید باتیں کرنے لگیں۔جب کہ بہت سی نظریں پاس کے ٹیبل پر بیٹھیں ان دو لڑکیوں پر تبصرے کر رہی تھیں۔

"دنیا کتنی رنگین ہے یہ تو باہر جا کر معلوم پڑا۔ہر انسان کا ایک الگ رنگ و چہرہ ہوتا ہے۔"

ان سات لوگوں کے ٹیبل میں سے برہان بولا تھا۔

"تو باہر کی بات کرتا ہے، ہمارا ملک بھی کافی رنگین ہوتا جا رہا ہے۔"

ان میں سے سیف نے کچھ طنزیہ انداز میں بولا تھا۔

"مطلب؟"

برہان نے ناسمجھی سے پوچھا تو سیف نے سامنے ٹیبل کی طرف اشارہ کیا جہاں ایک لڑکی بلیک جینز پر بلیک لیدر کی جیکٹ پہنے بالوں کو کھلا چھوڑے بیٹھی سامنے والی سے باتوں میں مصروف تھی جبکہ سامنے والی عبایہ کے ساتھ نقاب لیے، اپنے نقاب کے نیچے سے کھانا کھا رہی تھی۔

"ایک مشرق تو دوسری مغرب۔"

تیسرا لڑکا بولا تو برہان اور عارض کے علاوہ سب قہقہہ لگا گئے۔

"تم لوگوں کی سوچ واقعی اتنی چھوٹی ہے کہ آج بھی لڑکیوں کو ان کے لباس سے جج کرتے ہو؟"

عارض کچھ بے زاری سے بولا تھا۔اسے ان کا یوں کہنا پسند نہیں آیا تھا۔

"تو وہ ایسا لباس پہنے ہی نہ کہ انہیں جج کیا جائے۔"

ان میں سے ایک پھر بولا تھا۔

"خیر یہ تو غلط کہا تم نے کیونکہ تم نے اس مس بلیک کے ساتھ ساتھ عبایہ والی کو بھی جج کیا ہے۔تو اس لحاظ سے تم غلط ہو۔"

urdunovelsblog

عارض نے کہا تو سب خاموش ہو گئے۔

"اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ہمارے معاشرے میں ساری لڑکیاں حجاب یا اسکارف لیں تو ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ جب ان کو پردے کا حکم ہوا تھا تو مردوں کو نگاہیں جھکانے کا بھی حکم ہوا تھا۔اس معاشرے کے سارے لڑکے نگاہیں جھکا کر نہیں چل سکتے تو اس لیے ایسا ممکن نہیں۔"

عارض یہ کہہ کر وہاں سے اٹھ گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی برہان بھی اٹھا تھا جبکہ باقی پانچوں خاموش ہو گئے تھے کچھ غصے اور کچھ شرمندگی سے۔

"برہان یہ ہم نے کیسے دوست بنا رکھے تھے کالج میں؟"

عارض کورٹ کے بٹن ڈھیلے کرتا ہوا دھیمی چال چلتا ہوا پارکنگ میں آ کھڑا ہوا تھا۔

"جب ہم نے دوست بنائے تھے تب ہم اتنے سمجھدار نہیں تھے یا شاید تب یہ ایسے نہیں تھے۔ ویسے بھی سیف تو ہمارا دوست رہا بھی نہیں کبھی، یاد ہے کیسے اس کا اور ہمارا ہمیشہ کلیش رہتا تھا۔ یہ تو ریحان نے اسے ویسے ہی بلا لیا آج۔"

برہان کہتے ہوئے اس کے ہم قدم ہوا تھا۔

"کیسی ذہنیت ہے انکی۔ تف ہے ان پر جو لڑکیوں کو انکے لباس سے جج کرتے ہیں۔"

گاڑی کے پاس کھڑے اس کے یہ الفاظ دوسری طرف گاڑی کا دروازہ کھولتی عمائمہ کو مڑ کر دیکھنے پر مجبور کر گئے تھے۔ وہ ابھی کھانا کھا کر واپسی کے لیے نکل رہی تھی۔ برہان نے انہی دو لڑکیوں کو دیکھا جن پر بحث چھڑی تھی تو عارض کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا جو گاڑی کے دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ عارض نے وجہ جاننے کی غرض سے مڑ کر دیکھا تو وہی لڑکی جسے اس نے مس بلیک کہا تھا، اسے خود کو دیکھتے پایا۔ ایک سیکنڈ کے لیے نظروں کا تصادم ہوا تھا اور عارض نے نگاہیں جھکاتے ہوئے رخ پھیر لیا تھا۔ عمائمہ نے حوا کی آواز پر گاڑی کا دروازہ کھولا تھا اور وہاں سے چلی گئی تھی۔

"وہ مس بلیک کیوں رکی تھی؟"

عارض نے ناسمجھی سے پوچھا تو برہان نے لاعلمی سے کندھے اچکا دیے۔

"میں نہیں جانتا۔"

عارض سر ہلا کر برہان سے ملتا خود بھی وہاں سے نکل گیا تھا۔ لیکن کون جانتا تھا کہ آج کا دن کسی بڑے واقع کی وجہ بننے والا تھا۔ کچھ ایسے واقعے جو زندگی کا بدصورت رخ دکھانے کے کام آتے ہیں۔۔

زندگی کیا ہے اک کہانی ہے

یہ کہانی نہیں سنانی ہے

ہے خدا بھی عجیب یعنی جو

urdunovelsblog

نہ زمینی نہ آسمانی ہے

ہے مرے شوق وصل کو یہ گلہ

اس کا پہلو سرائے فانی ہے

اپنی تعمیر جان و دل کے لیے

اپنی بنیاد ہم کو ڈھانی ہے

یہ ہے لمحوں کا ایک شہر ازل

یاں کی ہر بات ناگہانی ہے

چلیے اے جان شام آج تمہیں

شمع اک قبر پر جلانی ہے

رنگ کی اپنی بات ہے ورنہ

آخرش خون بھی تو پانی ہے

اک عبث کا وجود ہے جس سے

زندگی کو مراد پانی ہے

شام ہے اور صحن میں دل کے

اک عجب حزن آسمانی ہے

==============

"کہاں رہ گئی تھی تم دونوں؟"

جیسے ہی وہ دونوں گھر میں داخل ہوئی تھیں، زن یرہ بیگم نے کچھ غصے اور کچھ پریشانی سے پوچھا تھا۔

"عمائمہ تمہیں کہا تھا نانو کو بتا دینا۔"

حوا نے غصے سے کہا تو وہ لاپرواہی سے کندھے اچکا گئی۔

"یاد نہیں رہا۔ سوری نانو۔"

عمائمہ نے زنیرہ بیگم کے جھاڑیوں زدہ گال کھینچتے ہوئے کہا تو وہ اس کے ہاتھ جھٹک کر تیوری چڑھائے پوچھنے لگیں۔

"تھیں کہاں تم دونوں؟"

"حوا نے پھر سے اتنا بڑا آرڈر لے لیا تھا اور وقت پر مکمل نہیں کر سکی۔"

عمائمہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے صوفے پر دھپ سے بیٹھتے ہوئے کہا تھا جبکہ حوا کچھ شرمندہ سی ہو گئی تھی۔

"بیٹا تمہیں اسی لیے کہا تھا پہلے اپنی اچھی سی ٹیم بنا لو اور تھوڑی بزنس مینجمنٹ سیکھ لو عمائمہ سے۔"

زنیرہ نے کہا تو عمائمہ کو اچھا نہ لگا ان کا خود کو حوا پر برتری دیے جانا۔

"نانو آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے میں نے پیدا ہوتے ہی بزنس شروع کر لیا تھا۔ مجھے بھی آہستہ آہستہ ہی چیزوں کی سمجھ آئی تھی اور مجھے تو بہت لاس بھی فیس کرنے پڑے تھے۔"

عمائمہ نے کہا تو حوا کو کچھ حوصلہ ہوا اس لیے جھٹ بولی۔

"ہاں تو مجھے بھی سمجھ آ ہی جائے گی۔"

حوا کی بات پر زنیرہ بیگم نے گہری سانس بھری۔

"تمہیں سمجھنے میں بھی وقت لگے گا کیونکہ تمہیں اپنی چھوٹی بہن کی وجہ سے بہت سے لاس فیس نہیں کرنے پڑتے۔اور انسان تو سیکھتا ہی لاس سے ہے۔"

زنیرہ کی بات پر عمائمہ کے چہرے کے تاثرات سنجیدہ ہوئے تھے۔

"جتنے لاس ہم زندگی میں فیس کر چکے ہیں اس کے بعد بزنس کے لاسز تو کسی گنتی میں نہیں آتے۔"

عمائمہ تلخی سے کہتے ہوئے اٹھ گئی تھی۔

"کھانا؟"

زنیرہ نے اسے اٹھتا دیکھ کر فوراً پوچھا تھا مگر وہ تب تک آگے بڑھ چکی تھی۔

"کھا چکے ہیں نانو۔"

حوا نے آہستگی سے کہا اور خود بھی اٹھ کر کمرے میں جانے لگی کہ زنیرہ بیگم افسردگی سے بولیں۔

"حوا تم اسے سمجھایا کرو نا۔"

"نانو میں اسے سمجھاتی ہوں مگر بچپن کے کچھ واقعے ذہن میں بہت پختگی سے اپنا اثر چھوڑتے ہیں۔"

حوا کی بات پر زنیرہ بیگم مزید اداس ہو گئیں۔

"خدا حافظ! آرام کیجیئے۔میں اس سے بات کروں گی۔"

حوا نے آہستگی سے کہا تھا۔زنیرہ بیگم دونوں کے کمروں کے بند دروازے تکتی خود بھی کمرے میں بند ہو گئیں۔

کچھ چیزیں ہوتی ہیں جن کا ذکر ہمیشہ اذیت کا سبب بنتا ہے۔جن کے یاد آنے سے ہنستے مسکراتے لمحوں میں بھی تلخی سی گھل جاتی ہے اور مزاج کے ساتھ ساتھ زندگی میں بھی تلخی گھل جاتی ہے۔

تلخ جاناہی نہیں دکھ کے نگر کہتا ہے

ہے وہاں جو بھی وہ مل کر ہی گیا ہے مجھ سے

==========

قصرِ سلطان میں چائے کا دور چل رہا تھا۔ سردیوں کی ٹھٹھرتی شاموں میں کھانے کے بعد مل بیٹھ کر پی جانے والی چائے کے ساتھ باتیں کرنا یہاں کے چاروں مکینوں کا بہترین معمول تھا۔ وہ آپس میں بیٹھے پورے دن کی باتیں ایک دوسرے کو بتا رہے تھے اور گفتگو کے لیے ہر ایک کے پاس کوئی نا کوئی موضوع تھا۔ حال کے صوفوں پر براجمان ہاتھوں میں چائے کے کپ تھام رکھے تھے۔ چائے کی بھینی بھینی خوشبو نے فضا کو معطر کر رکھا تھا اور ماحول خوشگوار سا تھا۔

"ہم سوچ رہے تھے کہ کچھ دن کے لیے ناردرن ایریاز میں ایک فیملی ٹرپ کر آئیں۔"

حاشر نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا تھا۔

"میں تو نہیں جا رہی بھئی اس بار۔"

عائزہ نے کہا تو تینوں انہیں دیکھنے لگے۔

"کیوں ماں جی؟"

عمارہ نے تینوں کے سوال کو زبان دی جس پر وہ کہنے لگیں۔

"عمارہ میری بچی سردی کچھ زیادہ ہی ہے اور میرا نحیف بدن اب جواب دینے کو ہے۔ سفر تھکا دیتا ہے بہت۔"

آئزہ کے کہنے پر عارض بھی فوراً بولا تھا۔

"میں بھی نہیں جاؤں گا کیونکہ آفس کا کام پیچھے ڈسٹرب ہو جاتا ہے۔"

عارض نے کپ لبوں سے لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"اوہ کم آن یار۔ اویس سب سنبھال لیتا ہے۔"

حاشر نے اپنے اسسٹنٹ کا نام کیا تو عارض شرارت سے گویا ہوا۔

"آپ دونوں میاں بیوی ہو آئیں نا۔"

عارض کے شرارتی انداز میں کہنے سے حاشر نے اسے گھورا تھا اور پھر ڈھٹائی سے بولا۔

"یہ بھی اچھا پلین ہے۔ کیوں نور نظر؟"

حاشر نے کہتے ہوئے عمارہ کو دیکھا اور آخر میں شرارت سے آنکھ دبائی تو عمارہ جواباً خجل سا ہوتی اسے نظروں میں گھورنے لگی جس پر حاشر اپنی مسکراہٹ دبا گیا۔

عارض مسکرا کر اپنے آیڈیل کپل کی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔

قصرِ سلطان کے چاروں مکین ہر سال ایک فیملی ٹرپ پر جایا کرتے تھے جو عارض اور عائزہ بیگم کے انکار کے بعد صرف دو لوگوں کی رہ گئی تھی۔

"میں سوچ رہی تھی اب عارض کی شادی بھی کر دی جائے۔"

عائزہ بیگم کے کہنے پر اس کے چہرے پر بے زار سے تاثرات پھیلے۔

"ہاں! تین سال چھوٹا ہے مجھ سے اور میری اور عمارہ کی شادی کو پانچ سال ہو چکے ہیں۔ تمہیں اب شادی کر لینی چاہیے عارض۔"

حاشر نے بھی عائزہ کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

"اوہ کم آن گائز! مجھے میری آزادی بہت پیاری ہے ابھی۔"

عارض کی بات کو عائزہ نے کسی خاطے میں نہ رکھا تھا۔

"تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے؟"

آئزہ نے کہا تو عارض مسکرا دیا۔

"نہیں ماں جی! آپ کی پسند میری پسند۔"

اس کے تابعداری سے کہنے پر آئزہ کے ساتھ ساتھ عمارہ اور حاشر بھی مسکرا دیے تھے۔

"چلو یہ تو اچھا ہو گیا۔"

آئزہ نے مسکرا کر کہا۔ ان کے دماغ میں دو لڑکیاں تھیں اب انہیں جلدی تھی ان سے دوبارہ ملنے کی۔ وہ من ہی من میں سوچتی مسکرا دیں۔

==============

قصرِ سلطان گنتی کے چار مکینوں پر مشتمل تھا جس میں ایک وقت تھا جب پوری دنیا کی رونقیں ہوا کرتی تھیں۔

پانچ سال پہلے جب گھر کے سربراہ سلطان صاحب حیات تھے، تب وہ آئزہ کے ساتھ اپنی خوبصورت ازدواجی زندگی گزار رہے تھے جسے حاشر اور عارض کی صورت میں مکمل کر دیا گیا تھا۔ پانچ سال پہلے حاشر کی شادی کے کچھ عرصے بعد ہی سلطان کی وفات ہو گئی جس کے بعد زندگی کچھ کچھ الٹ گئی۔ ایک انسانی موت ویسے ہی دماغ پر بہت گہرا اثر چھوڑ جاتی ہے اور پھر موت اگر گھر کے سربراہ کی ہو تو گھر کے مکینوں پر گہری چھاپ چھوڑ جاتی ہے۔

urdunovelsblog

عارض اس وقت باہر کے ملک اپنی تعلیم مکمل کر رہا تھا جب باپ کی موت کی خبر کی دھماکے سے کم ثابت نہ ہوئی تھی۔ اس کے کچھ عرصے بعد عارض نے اسٹڈی کے ساتھ ساتھ باپ کے بزنس میں حاشر کے ساتھ ہاتھ بٹانا شروع کر دیا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ اب ہر معاملے کو اچھے سے ہینڈل کر لیتا تھا۔

"کہانی میں ہیں ایسے کردار کچھ

جو کروائیں گے متعارف خود کو

کہ وہ کون ہیں

اور کہانی میں کتنے اہم ہیں؟

ہمیں معلوم ہو گا تب

جب بڑھیں گے آگے ہم

بغیر ادھر ادھر دیکھے

اپنے راستے پر گامزن۔"

==========

چودھویں کا چاند آسمان پر پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ وہ مکمل تھا مگر داغ دار۔ ضروری نہیں کہ جو چیز مکمل ہو وہ پرفیکٹ بھی ہو۔ کبھی کبھی جو چیزیں ہمیں مکمل لگتی ہیں وہ اندر سے بہت کھوکھلی ہوتی ہیں اور ان کے داغوں پر ہم آنکھیں بند کر لیتے ہیں، یہ جانتے ہوئے بھی کہ چیزیں کسی نا کسی گھاٹے کے بعد ہی مکمل ہوتی ہیں۔ رات کا وقت تھا تو سردی بھی شدت پکڑے ہوئے تھی مگر وہ بالکنی میں موجود جھولے پر بیٹھی ہاتھوں میں کافی کا مگ تھامے گہری سوچوں میں مبتلا تھی۔ بالکنی پر ایک فرد کے بیٹھنے کے لیے جھولا موجود تھا۔ باقی کی بالکنی مختلف پھولوں اور پودوں سے سجا تھا۔ ریلنگ پر فیری لائٹس کو بل دے کر باندھا گیا تھا جو رات کے اندھیرے میں روشنی کا سبب تھیں۔

وہ اپنے خیالات کے جہان میں اس قدر غرق تھی کہ اسے حوا کی اپنے کمرے میں موجودگی بھی محسوس نہ ہوئی۔

حوا اس سے بات کرنے کی غرض سے اس کے کمرے میں آئی تھی اور اسے کمرے میں نا پا کر بالکنی کا کھلا دروازہ دیکھتی اس طرف ہی بڑھی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو عمائمہ؟"

حوانے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے خیالات کی دنیا سے نکالا تھا۔ وہ بری طرح چونک گئی پھر حوا کو دیکھتی واپس نارمل ہو گئی۔

"کچھ ادھوری چیزیں۔"

عمائمہ نے کھوئے سے لہجے میں جواب دیا تھا۔

"ادھوری چیزوں کو سوچا جائے تو وہ مکمل ہو جاتی ہیں؟"

حوا ریلنگ سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوتی اسے دیکھتے ہوئے استفسار کر رہی تھی۔

"نہیں!"

عمائمہ نے افسوس بھرے لہجے میں کہا تھا جیسے اسے خود کے جواب سے بھی مایوسی ہوئی ہو۔

"تو پھر کیوں سوچتی ہو ایسی چیزیں جو تمہارے اختیار میں نہیں۔"

حوانے عام سے لہجے میں اسے بہت کچھ سمجھایا تھا۔

عمائمہ نے چاند سے نگاہیں اٹھا کر حوا کے روشن چہرے پر نگاہیں ٹکائی تھیں جہاں بلا کا اطمینان تھا۔

"حوا تمہیں فرق کیوں نہیں پڑتا؟"

عمائمہ نے کچھ افسوس سے کہا تھا جیسے کہہ رہی ہو کہ تمہیں فرق پڑنا چاہیے تھا۔

"عمائمہ تمہیں اتنا فرق کیوں پڑتا ہے؟"

حوانے بھی ترکی بہ ترکی استفسار کیا تو وہ لب بھینچ گئی۔ پھر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد مدھم مگر اذیت بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

"میں نے اپنی ایک بہت بڑی دنیا بنا لی ہے، لیکن میں جانتی ہوں جب کبھی میں کسی دن مر گئی تو میری قبر پر رونے والی صرف تم اور نانو ہوں گی۔ میں مکمل ہوں لیکن میں ادھوری ہوں۔"

عمائمہ کے لہجے کی اذیت وہ محسوس کر سکتی تھی۔

"تم نے دنیا ہی ایسی بنائی ہے جو فانی ہے۔ کم از کم تم ویسی نہیں ہو جیسی تم نے دنیا بنالی ہے۔"

حوا کے کہنے پر وہ طنزیہ ہنس دی۔

"حوا اب پھر شروع مت ہو جانا۔"

عمائمہ نے اسے مزید کچھ کہنے سے روکا تھا۔

"ایک وقت آئے گا جب میں نہیں ہوں گی لیکن تمہیں میری باتیں یاد آئیں گی۔"

حوا نے کہا تو وہ شکوہ کناں نظروں سے حوا کو دیکھنے لگی۔

"تو کیا تم بھی 'ان' کی طرح مجھے چھوڑ دو گی؟"

اس نے 'ان' پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

"میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گی لیکن تم پھر بھی تنہا رہ جاؤ گی۔ اور یہ بات مجھے ہمیشہ اذیت دیتی ہے۔"

حوا نے مدھم لہجے میں کہا تھا۔ کچھ دیر کی خاموشی نے فضا کو ساکت کر دیا۔

"اندر چلو سردی ہو رہی ہے۔"

حوا کہہ کر بالکنی کا دروازہ عبور کرتی کمرے سے نکل گئی اور وہ پیچھے سرد سانس اپنے اندر کھینچتی کافی کے تلخ گھونٹ بھرتے ہوئے اندر کی تلخی میں مزید اضافہ کرتی گئی اور پھر سے سوچوں کے دلدل میں گرتی چلی گئی۔

زخم پرانے پھول سبھی باسی ہو جائیں گے

درد کے سب قصے یاد ماضی ہو جائیں گے

سانسیں لیتی تصویروں کو چپ لگ جائے گی

سارے نقش کرشموں سے عاری ہو جائیں گے

آنکھوں سے مستی نہ لبوں سے امرت ٹپکے گا

شیشہ و جام شرابوں سے خالی ہو جائیں گے

کھلی چھتوں سے چاندنی راتیں کترا جائیں گی

کچھ ہم بھی تنہائی کے عادی ہو جائیں گے

کوچۂ جاں پر گہرے بادل چھائے رہیں گے زیبؔ

اس کی کھڑکی کے پردے بھاری ہو جائیں گے

=============

کچھ حادثات ہوتے ہیں زندگی میں جو انسان کو بہت کچھ سکھا دیتے ہیں اور یہ انسان پر منحصر کرتا ہے کہ وہ اس واقعے سے اچھی بات سیکھتا ہے یا بری چیز کو خود پر حاوی کر لیتا ہے۔

دنیا میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں، ایک وہ جو حادثات کو دماغ پر سوار کرنے کی بجائے تھوڑا بہت اثر لینے کے بعد خود کو اس قید سے نکال لیتے ہیں اور اللہ کے قریب ہو جاتے ہیں، جبکہ کچھ ان حادثات کے بعد تلخ ہو جاتے ہیں اور دنیا میں گھل کر رہ جاتے ہیں اور دنیا میں گھلنے والوں کو اللہ ربّ العزت دنیا تک ہی رکھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ

ترجمہ:

"جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے۔"

{=============

عمارہ اور حاشر نار درن ایریاز کی سیر کو جا چکے تھے۔

وہ صبح صبح تیار سا آفس جانے کے لیے کمرے سے نکلا تھا اور ڈائینگ ٹیبل کی طرف بڑھ رہا تھا کہ سیڑھیاں اترتی آئزہ کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"عارض ڈرائیور کو کہنا کہ گاڑی نکالے میں آ رہی ہوں۔"

آئزہ سوئیٹر پہنتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ وہ کہیں جانے کے لیے بالکل تیار تھیں۔ نیلے رنگ کے سوٹ کے ساتھ سفید پاجامہ پہنے اور سفید ہی دوپٹہ سر پر لیے اوپر سفید سویٹر پہنتیں وہ کہیں سے بھی دو نوجوانوں کی ماں نہیں لگتی تھیں۔
عارض نے دل میں ماں کی خوبصورتی کی سراہا تھا۔

"خیریت ماں جی اتنی صبح کدھر جا رہی ہیں؟"

عارض نے ڈرائیور کو آئزہ کا پیغام دینے کے بعد گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"پھوپھو کی طرف جا رہی ہوں آ کر پوری بات بتاؤں گی۔"
آئزہ نے کہا اور جلدی میں نکل گئیں۔

"کونسی پھوپھو؟ آپ کی پھوپھو؟ کون؟"

عارض پیچھے بہت سے سوالات کر چکا تھا لیکن وہ بغیر سنے چلی گئی تھیں۔ اور پیچھے وہ کنفیوز سا سوچ رہا تھا کہ ماں تو شاپنگ یا قریبی رشتے داروں کے علاوہ کسی سے ملنے نہیں جاتیں۔ اب کونسی پھوپھو کی بات کر رہی تھیں۔ وہ سوچوں کو جھٹک کر جوس کے گھونٹ بھرتا خود بھی آفس کے لیے نکل گیا تھا۔

=============

urdunovelsblog

معمول سے ہٹ کر آج اسلام آباد کا موسم کچھ خوش گوار سا تھا۔ دھوپ کے عوض ہر طرف روشنی کی چادر بچھی ہوئی تھی اور جگ سارا روشنی میں ڈوبا تھا۔

وہ جلدی میں تیار ہوتی بلیک جینز پر وائٹ ٹاپ پر بلیک لیدر کی جیکٹ پہنے بالوں کو کھلا چھوڑے، کمرے سے باہر نکل رہی تھی۔

"عمائمہ ناشتہ؟"

زنیرہ نے ہمیشہ کی طرح اسے ٹوکا تھا۔

"نانو! پکا وعدہ کل سے کھاؤں گی۔ آج جلدی میں ہوں۔ فریشرز کا پہلا دن ہے، انہیں اچھے سے گائیڈ کرنا ہے۔"

عمائمہ جلدی میں جوس کا گلاس منہ کو لگائے بول رہی تھی اور تبھی باہر ہارن کی آواز آئی تھی۔

"اوکے بائے نانو۔ لو یو سو مچ."

وہ زنیرہ کو بانہوں میں بھرتے ہوئے انکے جھریوں زدہ چہرے کو محبت سے چومتی باہر نکل گئی تھی۔ وہ پیچھے ہنس دیں اور خود بھی پیچھے آنے لگیں کہ باہر آنے والے کو دیکھ سکیں۔

عمائمہ باہر نکلی تو مالی بابا کا 12 سالہ بیٹا پودوں کو پانی دے رہا تھا، جسے دیکھتی ہی وہ ٹھٹکی تھی۔

"حمزہ! تمہیں میں نے کہا تھا نا کہ آئندہ ادھر نہ دیکھوں۔ تمہیں اس وقت سکول ہونا چاہیے۔ کدھر ہیں تمہارے ابا حضور؟"

عمائمہ نے کہتے ہوئے پیچھے سے آتے بوڑھے مالی بابا کو گھورا تھا۔

"بابا میں نے آپ سے کہا تھا نا اسے سکول میں ایڈمیشن دلوائیں۔ خرچہ میں اٹھاؤں گی۔"

عمائمہ نے کمر پر ہاتھ باندھتے ہوئے کچھ گھورتے ہوئے کہا تھا مگر آواز میں نرمی کا عنصر شامل تھا۔ اور اس کے لہجے میں عزت واحترام بھی شامل تھا۔

"عمائمہ بیٹی! میں احسان نہیں اٹھانا چاہتا۔آپ کے پہلے ہی بہت احسانات ہیں ان کمزور کاندھوں پر۔"

مالی بابا نے بغیر جھجکتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"بیٹی بھی کہہ رہے ہیں اور احسانات بھی گنوار ہے ہیں واہ! کر دی نا پھر غیروں والی بات۔ حمزہ بیٹا گھر جاؤ تم میں کل تمہیں خود ایڈمیشن کروانے لے کر جاؤں گی۔"

عمائمہ نے اسے تھپکی دیتے ہوئے کہا تو مالی بابا مسکرانے لگے۔ان کے مسکرانے سے آنکھوں کے گرد جھریاں جمع ہو گئی تھیں۔

عمائمہ کہ ساری کاروائی پیچھے گاڑی میں بیٹھی آئزہ نے سن لی تھی۔ وہ دکھنے میں مغرور سی لڑکی انہیں دل کی بہت اچھی لگی تھی۔

عمائمہ ہڑبڑی میں گاڑی میں بیٹھتی نور منزل سے باہر نکل گئی۔

آئزہ مسکراتے ہوئے گاڑی سے نکلی اور زنیرہ نے اسے دیکھ کر حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

"کیا یہ تم ہو آئزہ؟ میری بچی؟"

urdunovelsblog

کچھ حیرت اور کچھ خوشی سے کہا گیا تھا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"جی پھوپھو جان! یہ میں ہی ہوں۔آپ کی آئزہ۔"

آئزہ نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تو زنیرہ نے اسے خوشی سے گلے لگایا۔ سر پر پیار دیا اور ماتھے پر بوسا بھی دے ڈالا۔ پھر انہیں ساتھ لیتے ہوئے اندر ہال میں موجود صوفوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کہاں تھی تم؟ تمہارا ایڈریس تک معلوم نہیں تھا مجھے۔ایک ہی شہر میں ہونے کے باوجود ہم میلوں دور تھے۔"

زنیرہ نے کچھ افسردگی سے کہا تھا۔اتنے عرصے بعد کوئی خونی رشتہ آنکھوں کے سامنے پا کر وہ خوشی سے نہال ہونے کو تھیں۔

"جب سے سلطان کی وفات ہوئی ہے میں بس گھر کی چار دیواری میں محدود رہنے کے بہانے تلاشتی تھی۔ لیکن اب مجھے شدت سے کسی اپنے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی تو مجھے آپ کا خیال آیا کہ آپ ہی تو ہیں بس اب اجنبی دنیا میں اپنی۔ "

آئزہ نے ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تھا۔ وہ دنوں ایک ساتھ صوفے پر بیٹھی تھیں۔

"اور کیا تھا اگر تمہیں یہاں آنے پر معلوم ہوتا کہ میں بھی نہیں رہی؟"

زنیرہ کے کہنے پر عائزہ کے چہرے پر تاریک سایہ سا گزرا تھا۔

"خود کو سمجھانے میں، بہلانے میں بھی وقت لگتا ہے پھوپھو۔"

آئزہ نے زخمی مسکراہٹ سے کہا تو زنیرہ بیگم نے بات کا رخ موڑا تھا۔

"حاشر اور عارض کیسے ہیں؟ آج کل کیا کر رہے ہیں۔"

زنیرہ کے کہنے پر وہ مسکرادیں کہ انہیں اتنے سالوں بعد بھی انکے دنوں بچوں کے نام یاد تھے۔

"حاشر کی شادی ہو چکی ہے نبیلہ کی بیٹی عمارہ کے ساتھ اور الحمداللہ خوش ہیں۔ جبکہ عارض بس سیٹ ہو رہا تھا اور اب اس پر بھی شادی کی ذمہ داری ڈالنے کا سوچ رہی ہوں۔"

آئزہ نے مسکراتے ہوئے بتایا تھا۔

"اچھا تو کوئی لڑکی دیکھی تم نے؟"

زنیرہ بیگم کے پوچھنے پر عائزہ کی بادامی آنکھوں کی چمک مزید بڑھی تھی۔

"کل تک تو نہیں، آج صبح ہی صبح مجھے ایک لڑکی نظر آئی جو مجھے خاصی پسند آئی۔"

آئزہ نے دبی دبی مسکراہٹ سے بتایا تو زنیرہ بیگم نے نا سمجھی سے سر ہلایا۔

"کس کی بات کر رہی ہو؟"

زنیرہ بیگم کے استفسار کرنے پر وہ کہنے لگیں۔

"جوا بھی نکل کر گئی ہے۔"

آئزہ نے کہا تو زنیرہ بیگم خاموش ہو گئیں۔

"عمائمہ ؟! وہ تو مرد ذات سے ایسی نفرت کرتی ہے کہ شادی کا سوچتی بھی نہیں ہے۔"

زنیرہ نے کچھ افسردگی سے کہا تو آئزہ کے چہرے کی جوت بجھی۔

"کیا اس کے اس رویہ کی وجہ شایان بھائی ہیں؟"

آئزہ نے عمائمہ اور حوا کے باپ کا نام لیا تو زنیرہ نے افسردگی سے سر ہلا دیا۔

"بچپن کے کچھ واقعات انسان کی ذات میں تلخی اور منفی جذبات گھول دیتے ہیں اور زہن پر گہری چھاپ چھوڑ جاتے ہیں۔"

آئزہ نے کچھ افسوس سے کہا تھا۔

"ٹھیک کہتی ہو۔ حوا اس معاملے میں قدرے بہتر ہے۔ وہ اس بارے میں مثبت سوچ رکھتی ہے۔"

زنیرہ بیگم نے کہا تو آئزہ گویا ہوئی۔

"حوا بڑی ہے نا؟"

آئزہ نے یاد کرتے ہوئے پوچھا تو زنیرہ بیگم ہنس دیں۔

"لو تم یہ بھی بھول گئی؟"

زنیرہ بیگم کی بات پر وہ کچھ شرمندہ سی ہو گئیں۔

"یاد تھا بس پکا کر رہی تھی۔"

urdunovelsblog

آئزہ کے دفاعی انداز پر وہ مسکرادیں۔

"حوا کا رشتہ ہو گیا؟"

عائزہ نے استفسار کیا تو زنیرہ بیگم کہنے لگیں۔

"نہیں! ابھی تو دنوں کا نہیں ہوا اور نہ ابھی انکا ارادہ ہے۔"

"اللہ تعالیٰ نصیب اچھے کرے آمین۔"

آئزہ نے کہا تو زنیرہ بیگم نے زیر لب ثم آمین کہا تھا۔ تبھی آئزہ کے لیے لوازمات کا ڈھیر لگا دیا گیا۔

"اتنے تکلف کی کیا ضرورت تھی پھوپھو۔"

آئزہ نے کہا تو جواباً زنیرہ بیگم بولیں۔

"کیوں ضرورت نہیں تھی۔ میری بھانجی ایک عرصے بعد آئی ہے تو میں کیا اہتمام بھی نہ کروں۔"

زنیرہ بیگم کے محبت سے کہنے پر آئزہ مسکرادی۔ اور پھر ایسے ہی گزرے وقت کی باتوں میں مصروف ہو گئیں۔

urdunovelsblog

========

جنوری کی صبح تھی اور اسلام آباد پر دھوپ کی تمازت پھیلی تھی۔ ایسے میں وہ بالکل تیار سی یونیورسٹی داخل ہوئی تھی۔

معمول سے ہٹ کر آج چہرے پہ ایکسایٹمنٹ کے تاثرات تھے۔

"Are you ready guys?"

عمائمہ نے گہری مسکراہٹ سے استفسار کیا تھا۔ لہجے میں کچھ جوش بھی تھا۔

"یس!"

سب نے یکجا ہاں کہا تھا تو عمائمہ ان سب کو ان کے کام بتانے لگی۔

انہیں پورے سمیسٹر میں صرف اسی دن کا تو انتظار ہوتا تھا، فریشرز (نئے آنے والے طلباء) کا پہلا دن یادگار بنانے کا۔

اس کے سمجھانے کے بعد سب الگ الگ دو یا تین تین کا گروپ بنا کر کھڑے ہو گئے تھے۔

ان کے گروپ کا ایک لڑکا عمائمہ کے کہنے پر پانی میں رنگ بھرے غباروں کو اٹھا لایا۔

"بہت اچھے۔"

عمائمہ، شاہزیب اور مصطفیٰ کیمپس کی تیسری منزل پر ریلنگ کے ساتھ کھڑے تھے اور دوسری منزل سے اوپر آتے جونیئرز پر وہ غبارے پھوڑتے ایسے غائب ہوئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ فریشرز جو یونیورسٹی کے پہلے دن کی مناسبت سے اچھا امپریشن ڈالنے کے لیے نئے نئے کپڑے، جوتے پہن کر آئے تھے، اپنے اوپر گرتے مختلف رنگ دیکھ کر بے ہوش ہونے کو تھے۔

دوسری طرف ابیہا، زید اور شائم نے ایک فریشر کی مدد کرتے ہوئے اسے اندھیر کمرے میں بند کر دیا تھا۔ ہوا کچھ یوں تھا کہ وہ گھبرایا ہوا لڑکا ان کے پاس مدد کے لیے آیا تھا اور ابیہا لوگ تو پہلے ہی موقع کی تاک میں تھے۔

اسے شاید کسی نے بتایا نہیں تھا کہ یونیورسٹی کے پہلے دن کبھی بھی مدد کے لیے کسی کے سامنے پیش نہیں ہوتے اور سینئرز کے سامنے تو بالکل نہیں۔

"ایکسکیوز می! کیا آپ مجھے میری مطلوبہ کلاس تک پہنچا سکتے ہیں؟"

انجان آواز پر ابیہا نے اپنے گاگلز اتارے اور اسے سر تا پیر دیکھا۔

"شیور وائے ناٹ۔"

ابیہا نے خوش دلی سے کہا اور تینوں آگے آگے چلنے لگے اور وہ گھبرایا ہوا فریشر انکے پیچھے چلتے ہوئے دل میں خوش تھا کہ کتنے اچھے لوگ ہیں۔

"یہ رہی آپ کی مطلوبہ کلاس۔"

urdunovelsblog

زید نے مسکرا کر کہا تو وہ شکریہ ادا کرتا دروازہ کھولتا اندر بڑھ گیا لیکن اندر اندھیرا دیکھ کر کسی گڑبڑ کا احساس ہوا اور واپس مڑنے لگا کہ تبھی دروازہ لاک ہونے کی آواز آئی۔

"ہیلو! کوئی ہے؟ کھولیں دروازہ ہیلو؟"

وہ گھبرایا ہوا فریشر مزید گھبراتے ہوئے بولا تو دروازے کے اس پار ان تینوں کے فلک شگاف قہقہے سننے کو ملے۔

وہ جس کلاس میں اسے چھوڑ آئے تھے وہ بلاک کے اس حصے میں تھی جہاں بہت کم لوگ جاتے تھے کیونکہ وہ ایریا زیر استعمال فلحال نہیں تھا۔ان کا ارادہ اسے کچھ گھنٹوں بعد آ کر نکالنے کا تھا۔

پھر تیسری طرف فرحان اور عالیہ ہر آتے جاتے فریشر کی کمر پر ایک پرچی چسپاں کر رہے تھے جس پر مختلف نوٹ لکھے ہوئے تھے۔ جن میں "میں پاگل ہوں، مجھے ہاتھ لگا کر دکھا،

.Make a prank on me

'.Slap me if u can

جیسے بہت سے نوٹ شامل تھے۔

عمائمہ اب اپنا فیورٹ پرینک کرنے کے لیے تیار تھی۔

"گاگلز کی جگہ اب یہ گلاسز لگاؤ۔"

ایہا نے اس کے گاگلز اتار کر زید کی عینک اسے پہنائی۔

حلیہ تھوڑا بہت سوبر کرنے کے بعد وہ ایک کلاس میں داخل ہوئی۔ باقی کا گروپ بھی وہیں فریشرز بنتے ہوئے اسی کلاس میں بیٹھ گئے۔

اسے سیریس انداز میں اندر داخل ہوتا دیکھ کر بہت سے طلباء اسے ہی پروفیسر سمجھتے احترام میں سلام کرنے لگے۔

urdunovelsblog

وہ سنجیدگی سے سلام کا جواب دیتی ڈائس پر اپنے ہاتھ میں موجود مارکر رکھتی کلاس کی جانب گھومی جو ہر طرح کے طلباء کی اقسام سے بھری پڑی تھی۔

"اسلام علیکم ایوری ون۔ ہوپ یو آر آل فائن۔"

عمائمہ سنجیدگی سے کہتی پیشہ وارانہ مسکراہٹ سے ان سے مخاطب تھی۔

".I am Umaimah Shayan"

اس نے اپنا تعارف مختصر سا کروایا تھا۔ جن کا تعارف زمانہ کروائے انہیں خود کا تعارف کرواتے مزہ نہیں آتا۔

"آج ہم پڑھنے کی بجائے آپ لوگوں سے کچھ جان پہچان کر لیتے ہیں۔ باری باری سب اپنا نام اور زندگی کے گولز بتائیں گے تو بیٹا آپ شروع کریں۔"

عمائمہ اتنی سنجیدگی اور متانت سے بول رہی تھی کہ سب طلباء پر اس کا ایک رعب طاری ہو گیا تھا۔

سب نے باری باری اپنا تعارف کروایا اور ایک انتہائی بورنگ لیکچر گزارا۔ کسی کو کسی کے بارے میں جاننے میں دلچسپی نہیں تھی۔ سب کو خود کے بارے میں بتانے کا تجسس تھا۔

آخر کار پورے ایک گھنٹے تک جاری رہنے والی گفتگو کا اختتام کرتے ہوئے عمائمہ بولی۔

"امید کرتی ہوں کہ آپ کا وقت اچھا گزرا ہو گا اور اب تک آپ کا پہلا لیکچر ضائع ہو چکا ہے تو بتاتی چلوں کہ میں کوئی پروفیسر نہیں ہوں آپ کی سینئر ہوں۔ یونیورسٹی میں پہلا دن مبارک۔ خدا حافظ!"

عمائمہ کہتے ہوئے سب کے کھلے منہ دیکھ کر ایک شان سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ پیچھے اس کے دوستوں کے قہقہے کلاس روم میں گونجے تھے۔

"بس بدعامت دینا چھوٹو!"

urdunovelsblog

ایسا کہتے ہوئے باقیوں کے ساتھ باہر نکل گئی اور وہ پیچھے سب ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے کہ کتنی صفائی سے وہ ان کا یونیورسٹی میں پہلا لیکچر ضائع کر چکے تھے۔

اسی طرح مزید بہت سی شرارتوں کے ساتھ وہ فریشرز کا پہلا دن یادگار بنانے میں کامیاب ہو گئے۔

============

وہ تھکی تھکی سی آفس سے گھر آئی تھی۔ آج کل وہ ایک بزنس پارٹنر کی تلاش میں روز کسی نا کسی سے مل رہی تھی۔ کسی کو وہ پسند نہ آتی اور کوئی اسے پسند نہ آتا۔

"السلام علیکم!"

حوا گھر داخل ہوتی تھکی ہوئی آواز میں بولی تھی۔

"وعلیکم السلام۔ حوا بیٹی ادھر آجاؤ۔"

زنیرہ نے سلام کے جواب کے ساتھ بلایا تو وہ سٹنگ ایریا میں داخل ہوئی جہاں ایک خوبصورت سی بادامی آنکھوں والی عورت زنیرہ بیگم کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔

urdunovelsblog

حوا نے مسکرا کر سلام کیا تو انہوں نے محبت سے اسے گلے لگا لیا۔

"یہ تو ہو بہو نور کی کاپی ہے۔ ماشاءاللہ!"

حوا کے چہرے پر ایک جاندار مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ اسے اچھا لگتا تھا جب اسے اسکی ماں سے مشابہت دی جاتی تھی۔

"حوا یہ آئزہ ہے، میری بھتیجی۔ کچھ سالوں پہلے اس کے شوہر کی وفات ہو گئی تھی، اس کے بعد یہ آج ملنے آئی ہے ورنہ اکثر آیا کرتی تھی۔"

زنیرہ کے بتانے پر وہ مسکرانے لگی، اس نے آئزہ کو پہچان لیا تھا۔

"جی مجھے یاد ہے میں تب اتنی بھی چھوٹی نہیں تھی نانو۔"

حوا نے شرارتی مسکراہٹ سے کہتے ہوئے جیسے یاد دلوایا تھا جس پر وہ دنوں مسکرادیں۔

"کیا عمائمہ نہیں آئی اب تک؟"

حوا نے گھڑی پر چار بجے دیکھے تو کہا۔

"نہیں آج نئے طلباء آئے ہیں نا تو وہ کہہ رہی تھی کہ ہمیشہ کی طرح اپنے گروپ کے ساتھ مل کر انہیں گائیڈ کرے گی۔"

زنیرہ بیگم نے محبت سے چور لہجے میں کہا تھا۔

"نانو کو پتا چل جائے کہ وہ فریشرز کو کس قسم کا گائیڈ کرتی ہے تو نانو کا دل تو کیا گردے بھی منہ کو آجائیں۔"

حوا آہستگی سے بڑبڑائی تھی۔

"کچھ کہا بیٹی؟"

آئزہ کے پوچھنے پر وہ گڑبڑائی۔

"نہیں خالہ۔ میں فریش ہو کر آتی ہوں اور پھر آپ دونوں کو جوائن کرتی ہوں۔"

حوا ابھی تک عبایہ پہنے ہوئے تھی۔ نقاب اس نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی چہرے سے سرکایا تھا۔

"نہیں بیٹا! میں اب واپسی کے لیے نکلوں گی۔"

آئزہ نے گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ دوپہر کا کھانا وہ کچھ دیر پہلے ہی زنیرہ بیگم کے ساتھ کھا چکی تھیں۔

"ارے بالکل نہیں خالہ۔ آپ ڈنر کے بغیر بالکل نہیں جائیں گی۔"

حوا نے فوراً نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"حوا بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔ آئزہ تم کھانے کے بغیر نہیں جاؤ گی بلکہ میں تو کہتی ہوں رات ہی رک جاؤ۔"

urdunovelsblog

زنیرہ کے کہنے پر وہ مسکرادیں۔

"رات کے کھانے تک توٹھیک ہے لیکن میں رات نہیں رک سکتی۔حاشر اور عمارہ گھر نہیں ہیں تو عارض رات کا کھانا اکیلے نہیں کھائے گا۔"

آئزہ نے کہاتوزنیرہ نے سر ہلادیا۔حوا فریش ہو کر کچن میں آگئی اور پہلے سے بننے والی ڈشز میں ایک دومزید اضافہ کرواکر باہر آگئی تب تک سٹنگ ایریاسے عمائمہ کی آواز آنے لگی تو وہ بھی ادھر ہی چل دی۔

"اور عمائمہ آپ آج کل کیا کر رہی ہیں بیٹا؟"

آئزہ کے استفسار پر وہ جواباً کہنے لگی۔

"میرالاسٹ سمیسٹر چل رہاہے اور ساتھ اپنا بزنس چلارہی ہوں۔"

عمائمہ صبح والے کپڑوں میں ہی ملبوس تھی۔بال کچھ بکھر چکے تھے جسے اس نے ہاتھوں کی مدد سے بیٹھے بیٹھے ہی جوڑے میں مقید کرنے کی کوشش کی تھی۔

"کیسابزنس؟"

آئزہ خوشی سے بولی تھی۔

"uh_clothing"

"برائیڈل ڈریسز بناتی ہوں۔"

عمائمہ نے مسکراکر وضاحت کی تھی۔اسے اچھالگتا تھااپنا کامیاب بزنس چلانے پر۔چھوٹاسامگر اپنا۔

"کیامیں وزٹ کر سکتی ہوں؟"

آئزہ نے اجازت چاہی تو وہ ہنس دی۔

"آف کورس! مجھے بہت خوشی ہوگی۔امید ہے آپ کو پسند بھی آئے گی میری چھوٹی سی کاوش۔"

urdunovelsblog

عمائمہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ زنیرہ اور حوا ان کی گفتگو انجوائے کر رہے تھے۔ عمائمہ کسی رشتے دار سے زیادہ گھلتی ملتی نہیں تھی مگر آئزہ بچپن میں ان کے ذہن میں اپنا ایک اچھا تاثر بنا چکی تھیں تو عمائمہ ان کے ساتھ فوراً گھل مل گئی تھی۔

"میری بہو بھی بزنس کا سوچ رہی تھی۔ اسنے کافی دیر کام بھی کیا ہے اور تجربہ کار بھی ہے مگر عارض نے مشورہ دیا تھا کہ اکیلے کوئی کام کرنے کے بجائے کسی کے ساتھ کلاب کر لے۔"

انہوں نے باتوں باتوں میں یونہی اپنی بہو کے بارے میں کہہ دیا تھا لیکن عمائمہ اور حوا کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"حوا بھی آج کل اپنے برینڈ کے ساتھ پارٹنر کی تلاش میں ہے۔"

عمائمہ کے بتانے پر وہ حیران ہوئیں۔

"ارے آج تو انکشاف ہو رہے ہیں۔ حوا بھی اپنا برینڈ لانچ کر چکی ہے۔ ماشاللہ."

آئزہ کے کہنے پر حوا مسکرا دی۔

"جی بالکل! آپ اسے بھی وزٹ کیجئے گا۔

".Hijabs_by_Hawa

اس طرح بہت ساری باتوں کے بعد کھانا کھایا گیا اور کھانے کے دوران بھی کافی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر آئزہ اپنے گھر کے لیے روانہ ہو گئی۔

=======≠==

رات کی تاریکی پھیلے کچھ ہی وقت گزرا تھا جب آئزہ کی گاڑی قصر سلطان میں داخل ہوئی اور ٹائروں کی چڑ چڑاہٹ نے فضا میں پھیلا سکوت توڑا تھا۔ جیسے ہی وہ لاؤنج میں داخل ہوئیں عارض کی شکوہ کناں آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"عمارہ بھابھی اور حاشر بھائی کیا گئے، آپ تو بھول ہی گئیں کہ آپ کی تیسری بھی کوئی اولاد ہے۔"

آئزہ ہمیشہ عمارہ کو بھی اپنی اولاد میں گنتی تھی اسی لیے عارض نے بھی انہیں کے انداز میں کہا تھا۔

"تمہارے لیے ہی واپس آئی ہوں۔"

آئزہ مسکراتے ہوئے اس کے گال کھینچتے ہوئے بولیں، وہ آج بھی ان کے لیے چھوٹا سا عارض تھا جو ماں کی دوری پر ان سے ناراض ہو جایا کرتا تھا۔

"تو کیا آپ بھاگ گئی تھیں؟"

عارض نے شرارت سے کہا تو آئزہ نے اس کے کندھے پر تھپڑ رسید کیا۔

"ہٹ بدمعاش! اپنی ماں سے کون ایسی باتیں کرتا ہے۔"

آئزہ کے کہنے پر اس نے اپنی سویٹر کے ناموجودہ کالر اکڑائے۔

"عارض سلطان!"

عارض کے اس انداز پر وہ ہنس دیں۔

"کھانا کھایا؟"

آئزہ نے پوچھا تو اس نے لب دبائے معصومیت سے نفی میں سر ہلا دیا۔ ایسا کرنے پر آئزہ کی میٹھی سی ہنسی قصر سلطان میں گونجی تھی۔

"ابھی لاتی ہوں۔"

آئزہ کے کہنے پر وہ مسکرا دیا۔ آئزہ اٹھ کر کچن میں آ گئی تو وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے وہاں پہنچا۔

"پہلے یہ بتائیں کہ آپ تھیں کدھر؟"

عارض نے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگیں۔

"اپنے لیے بہو ڈھونڈنے۔"

urdunovelsblog

آئزہ نے کہا تو عارض کا گلاس پکڑتا ہاتھ رکا اور بادامی آنکھوں میں بے زاری کی جھلک نظر آئی۔

"فار گاڈ سیک ماں جی۔ اتنی بھی کیا جلدی ہے آپ کو میری آزادی کیوں پسند نہیں۔"

عارض نے بے بسی سے کہا تھا جس کا آئزہ پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔

"پھوپھو کی طرف گئی تھی، وہیں جو نور کی والدہ ہیں۔"

ان کے کہنے پر عارض نے یاد کرنا چاہا۔

"نورے خالہ؟ جن کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔"

اچانک یاد آنے پر اس نے پوچھا، اسے وہ یاد تھیں معصوم چہرے اور روشن آنکھوں والی عورت کیونکہ اس کی ماں بچپن میں اسے ساتھ لیے نور سے ملنے جایا کرتی تھیں اور وہ وہاں نورے خالہ کی بیٹی سے کھیلا کرتا تھا۔

"ہاں جن کی دو بیٹیاں تھیں اور جن کا شوہر۔۔۔۔"

آئزہ اور بھی کچھ کہہ رہی تھیں کہ وہ بولا۔

"جی جی مجھے یاد آگیا۔ تو آپ کیا انکی بیٹیوں کو دیکھنے گئی تھیں۔ ایم آئی رائٹ؟"

عارض نے پوچھا تو آئزہ نے سر ہلا دیا۔

"حوا اور عمائمہ۔ حوا بڑی ہے اور عمائمہ چھوٹی۔ ویسے تو حوا تمہاری عمر کی ہے لیکن مجھے تمہارے لیے عمائمہ پسند آئی ہے۔ نا جانے کیوں مجھے وہ پہلی نظر میں ہی بھا گئی ہے۔"

آئزہ کھانا گرم کرتے ہوئے بول رہی تھیں اور عارض بے زاری سے سن رہا تھا۔ اسے ابھی شادی نہیں کرنی تھی ماں جی سمجھ کیوں نہیں رہیں؟ کون کہتا ہے کہ شادی کا دباؤ صرف لڑکیوں پر ڈالا جاتا ہے، کبھی کبھی لڑکوں کی مرضی کے خلاف بھی شادیاں ہوتی ہیں اور عارض کو اس بات کا اچھے سے اندازہ ہو رہا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اس نے شادی کرنی ہی نہیں تھی لیکن ابھی وہ کسی کو زندگی میں شامل نہیں کرنا چاہتا تھا۔

urdunovelsblog

"اچھا۔۔"

عارض نے جواباً بس یہی کہا اور پلیٹ اپنی جانب کھسکائی۔ وہ اس وقت کچن ٹیبل پر بیٹھا تھا۔

"مگر مسلئہ یہ ہے کہ وہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

اس بات پہ عارض کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے میرا مطلب ہے کہ یہ تو اچھا ہو گیا کہ دونوں کو ٹائم مل جائے گا۔ نا میں اسے جانتا ہوں نا وہ مجھے تو ہم کچھ عرصے میں ایک دوسرے کو جان لیں گے۔"

عارض نے بات گھماتے ہوئے اپنا مقصد بیان کر دیا جس پر آئزہ نے اسے گھورا تو وہ دانت نکالتا کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اچھا ضروری بات تو بتانا ہی بھول گئی۔ حوا اور عمائمہ دونوں کا اپنا اپنا چھوٹا موٹا بزنس ہے اور حوا کو بزنس کے لیے پرٹنر کی تلاش کے کیونکہ وہ ابھی سب اکیلی سنبھال نہیں پا رہی۔ تو عمارہ کے پاس ایکسپیرینس بھی ہے تو کیا خیال ہے؟ عمارہ ہی کلاب نہ کر لے؟"

عارض کھانا کھاتے ہوئے فرصت سے آئزہ کی بات سن رہا تھا۔

"یہ تو آپ عمارہ بھابھی سے پوچھیئے گا۔ ویسے آئیڈیا برا نہیں ہے۔"

عارض نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

پھر وہ کھانے کے بعد حسب معمول چائے پیتے ہوئے لاؤنج میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور رات کو سرکتے دیکھ کر دونوں اپنے اپنے کمروں کا رخ کر گئے۔

==============

وہ شاور لے کر نکلا تھا جب اس نے فون کی رنگ سنی اور فوراً جھک کر بستر سے فون اٹھایا۔

"ہاں برہان کیسا ہے؟"

عارض کی آواز کمرے کا سکوت توڑ گئی۔ وہ گہرے نیلے اور سفید رنگ کے امتزاج سے رنگا کمرہ اس کی نفاست کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

"میں تو ٹھیک ہوں تمہیں کچھ پتا چلا؟"

برہان نے کچھ بے چینی سے پوچھا تھا۔

"کیا؟"

عارض نے لاپرواہی سے پوچھا اور ٹاول ایک طرف ڈالتے ہوئے گرے ٹراؤزر پر کالی شرٹ پہنے شیشے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"سیف نے کل غصے میں آکر کافی ہنگامہ کیا ہے اور شراب کے نشے میں گالیاں بکتے ہوئے تمہیں دھمکی دے رہا تھا۔"

برہان کے بتانے پر وہ بے زار ہوا۔

"یار یہ کیا سیف عورتوں کی طرح باتوں کو طول دیتا ہے۔ اس کا شروع سے یہی مسئلہ ہے۔"

urdunovelsblog

عارض کو جیسے اس کی یہ عادت سب سے زیادہ بری لگتی تھی۔

"اور بات اتنی بڑی تھی ہی نہیں کہ وہ غصہ کرتا۔ ہم نے جنرل بات کی تھی۔"

برہان البتہ کچھ غصے میں لگ رہا تھا۔

"خیر چھوڑو مجھے کوئی پرواہ نہیں اس کی۔ عادت ہو چکی ہے اب تو۔"

عارض نے لاپرواہی کا اظہار کیا تو برہان نے بات کا رخ پھیر دیا۔

"سجل کے نکاح کے جوڑے کا آرڈر دینا ہے کسی دن میرے ساتھ چلنا۔ یہ جوڑے کا آرڈر دے لے گی اور میں بھی بور نہیں ہونگا۔"

برہان نے اپنی بہن کا نام لیتے ہوئے کہا تھا تو عارض نے فون کان سے ہٹا کر گھورا۔

"بس یہی کام رہ گئے ہیں میرے لیے اب۔"

عارض نے دانت کچکچا کر کہا تھا تو دوسری طرف سے برہان کی بجائے سجل کی آواز آئی تھی۔

"کیوں برہان بھائی آپ صرف نام کے بھائی ہیں۔ایک برہان بھائی ہیں کہ مجھے لے کر نہیں جا رہے کہ یہ عورتوں کے کرنے والے کام ہیں اور دوسرے آپ ہیں جن کے نکھرے ختم نہیں ہو رہے۔"

سجل اچھا خاصا تپی ہوئی تھی۔اس کی کوئی بہن نہیں تھی تو سجل کو وہ اپنی چھوٹی بہن مانتا تھا اور سجل کا بھی کہنا تھا کہ اس کے ایک نہیں دو بھائی ہیں۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے کول ڈاؤن چھوٹی۔ہم چلیں گے کسی دن۔"

عارض نے ہاتھ اٹھا کر فرمانبرداری سے کہا تھا۔

"کسی دن نہیں کل ہی ہم آرڈر دینے جا رہے ہیں اور پھر جس دن بن جائے گا دوبارہ پک کرنے جائیں گے۔"

سجل کی بات پر وہ ہنس دیا۔

"جو حکم میرے آقا۔"

عارض کے ایسا کہنے سے سجل مسکرا دی۔

".That's like a good brother"

سجل نے کہتے ہوئے فاتحانہ نظروں سے برہان کی جانب دیکھا جو مسکراتا ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

بہن بھائی کا رشتہ بہت خوبصورت ہوتا ہے۔برہان کے پاس ماں باپ کے علاوہ ایک بہن ہی تھی جس پر وہ جان تک نثار کرنے کو تیار رہتا تھا۔سجل بھی والدین کی اکلوتی بیٹی ہونے کی حیثیت سے اپنے بھائی اور والدین سے خوب لاڈ اٹھواتی تھی۔

urdunovelsblog

============

کچھ دن بعد عمارہ اور حاشر کی واپسی کے بعد پارٹنر بننے کا مشورہ انکے سامنے رکھا گیا تو انہیں بھی یہ بات کافی پسند آئی۔ ویسے بھی عمارہ ایک پڑھی لکھی لڑکی ہونے کے باوجود شادی کے بعد صرف گھر میں رہ رہ کر خود کی صلاحیتوں کو ضائع کر رہی تھی۔

اب عمارہ، آئزہ اور حاشر نور منزل میں آئے ہوئے تھے۔ حوا اور عمارہ بیٹھیں کافی آئیڈیاز کا آپس میں تبادلہ کر رہی تھیں۔ اور عمائمہ بار بار فون پر کبھی کوئی میسج کرتی اور کبھی کوئی فون کال اضطراب سے سن رہی تھی۔ وہ مسکرانے کی سعی کرتی لیکن اس کی حرکات سے اسکی پریشانی بھانپی جاسکتی تھی۔ اسے آفس میں کام تھا لیکن وہ اس طرح سب کے درمیان سے اٹھ کر جانے کی کوئی معقول وجہ تلاش کر رہی تھی۔ اگر وہ اس کی ماں کے رشتے دار نہ ہوتے تو کب کی جاچکی ہوتی لیکن اسے وہ اپنی ماں کی نسبت سے بہت عزیز تھے۔ وہ ان دونوں بہنوں کو ان کی ماں کی وجہ سے جانتے تھے۔

وہ اٹھنے کی کوئی معقول وجہ ڈھونڈ رہی تھی کہ اچانک عمارہ کی کسی بات نے اس کا دھیان کھینچا۔

"اپنوں سے زیادہ بھروسے مند کوئی نہیں ہوتا۔"

عمارہ نے شاید حوا کی کسی بات کا جواب دیا تھا لیکن عمائمہ کی خوش اخلاقی ایک لمحے میں غائب ہوئی تھی۔ پھر بھی وہ ضبط کرتی بولی تو صرف اتنا کہ۔

"اپنوں سے زیادہ دھوکے باز بھی کوئی نہیں ہوتا۔"

عمائمہ کے لہجے کی تلخی تھی یا نا جانے کیا کہ ماحول میں خاموشی چھاگئی۔ اسے اچانک اپنی تلخ کلامی پر پچھتاوا ہوا۔

"عمارہ آپی۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ مجھے اب نکلنا ہوگا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتی عمارہ کے گلے لگتی مسکراہٹ سب کی طرف اچھالتی جانے لگی کہ زنیرہ نے ٹوکا۔

"عمائمہ بیٹی کدھر جا رہی ہو؟ خیریت؟"

"نانو آفس میں ایک مسئلہ ہو گیا ہے۔ وہاں میری ضرورت ہے۔ پھر ملاقات ہو گی۔ میرا انتظار مت کریئے گا میں چابیاں لے کر جا رہی ہوں نا جانے کب واپسی ہو۔"

عمائمہ نے کہا تو زنیرہ نے سر ہلا دیا تبھی عمائمہ نے فون پر آتی کال اٹھائی اور جلدی میں کھلے ٹراؤزر پر پہنی سیاہ شرٹ پر موٹی جیکٹ پہنی اور گلے میں مفلر ڈالتی، پاؤں میں جو گرز پہنتی اپنی گاڑی میں بیٹھتی آفس کی جانب چل دی۔

=============

جنوری کی اس شام سرد ہوائیں چل رہی تھیں جس کی وجہ سے اسلام آباد مزید ٹھٹھر گیا تھا۔ ایسے میں وہ بری طرح ٹریفک میں پھنس چکی تھی۔ ایسا نظارہ عموماً اسلام آباد کی سڑکوں پر دیکھنے کو ملتا ہی نہیں تھا لیکن قسمت میں جب تاخیر لکھی ہو تو کون روک سکتا ہے۔ اسے آفس پہنچنے کی بہت جلدی تھی۔ اسکی ٹیم نے تین مختلف برائیڈل ڈریسز تیار کرنے تھے جس میں سے ایک ڈریس اس کی ٹیم کی کسی ممبر کی نازک سی غلطی کی وجہ سے خراب ہو گیا تھا تو اب عمائمہ کو وہ سب فکس کرنا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد جب وہ ٹریفک سے نکلی تو تھوڑا آگے چلنے پر گاڑی نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

"نو پلیز نو۔ آج نہیں۔ نہیں پلیز سٹارٹ ہو جا۔"

وہ بے بسی سے کہتے ہوئے بار بار گاڑی چلانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن بے سود۔

وہ گاڑی ایک طرف لگاتی کھڑی ہو گئی اور بار بار انجن اسٹارٹ کرنے لگی۔

شام کے سائے ڈھل رہے تھے اور سردی میں بھی لمحہ بہ لمحہ سرد ہواؤں کے عوض اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ لیکن اسے پریشانی کی وجہ سے ہاتھوں پر پسینہ آ رہا تھا اور گاڑی میں گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ وہ گاڑی کا دروازہ کھولتی باہر نکل آئی اور موبائل پکڑتی کسی کو کال ملانے لگی۔

"حوا کو کال کرتی ہوں۔ نہیں وہ مہمانوں کے ساتھ مصروف ہو گی۔ ایبہا ہاں ایبہا کو کال کرتی ہوں۔"

اس نے خود کلامی کرتے ہوئے ایبہا کو کال ملا دی۔

urdunovelsblog

"?Hello Abiha! Can you help me"

ابیہا عمائمہ کی آواز پر پریشان ہوئی۔

"کیا ہوا ایمی؟"

"ابیہا میں مارگلہ کے پچھلی طرف ہوں اور میری گاڑی خراب ہوگئی ہے۔کیا تم مجھے پک کرسکتی ہو؟"

عمائمہ کسی سے کبھی نا مدد لینے والی بندی نے آج پہلی بار کسی کو مدد کے لیے پکارا تھا۔اسے کسی بھی جواب کی امید نہیں تھی۔نہ اچھے نہ برے۔

"میں تو آؤٹ آف سٹی ہوں۔زید یا شاہ زیب میں سے کسی کو کہتی ہوں۔"

ابیہا کی بات پر عمائمہ نے ڈھلتے سائے دیکھے اور فوراً نفی میں سر ہلا کر سختی سے بولی۔

"نہیں ہرگز نہیں۔"

عمائمہ کے کہنے پر ابیہا حیران ہوئی۔

"کیوں؟؟"

ابیہا نے حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ مرد ذات بھروسے کے قابل نہیں ہوتے اور رات کے پہر تو بالکل نہیں۔"

عمائمہ کی بات پر ابیہا کا سر چکرایا تھا۔

"لیکن عمائمہ وہ ہمارے دوست ہیں اور دوست ہی برے وقت میں کام آتے ہیں۔"

ابیہا نے کہا تو عمائمہ کے اگلے الفاظ اس کا دماغ مزید ماؤف کرگئے۔

"نہ وہ میرے دوست ہیں اور نہ میں نے انہیں کبھی اپنا دوست کہا ہے اور رہی بات دوستی کی تو کوئی کسی کی مدد نہیں کرتا، ہر مسئلۂ انسان خود حل کر سکتا ہے۔"

عائمہ نے تنفر سے کہہ کر کال کاٹ دی اور ذہن پر زور ڈالتی کسی ایسے انسان کو سوچنے لگی جو اس وقت اس کی مدد کر سکتا تھا۔اس کے ذہن میں بہت سے نام آئے لیکن ہر ایک پر وہ نفی میں سر ہلا گئی۔اس کے بہت سے لوگ جاننے والے تھے، یونیورسٹی، بزنس ہر جگہ لیکن وہ کسی پر بھی بھروسہ نہیں کرتی تھی سوائے حوا کے اور حوا کو تنگ کرنے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

وہ گاڑی کا بونٹ کھولے اس پر جھکی اور موبائل کی فلیش لائٹ آن کرتی اندر جھانکنے لگی۔آس پاس صرف اکا دکا گاڑیوں کے سپیڈ سے گزرنے کی آوازیں تھیں جب گاڑیاں گزر جاتیں تو ماحول میں صرف سرد ہواؤں کا شور ہوتا جو اس وقت سنسان علاقے میں خوف کی لہر پیدا کر رہا تھا۔

تبھی ایک گاڑی اس کے پاس آکر رکی اور کچھ لڑکے شیشہ نیچے گراتے اسے آوازیں کسنے لگے۔

"گلابو! کدھر جانے کے ارادے ہیں۔آؤ ہم چھوڑ دیں۔"

عائمہ کے کانوں میں آواز پڑنے کی دیر تھی کہ اس کے غصے کا پیمانہ لبریز ہوا اور اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی اس نے ان کی شکلیں باری باری دیکھیں اور انکو گنا۔

وہ شکل سے ہی بگڑے ہوئے امیر زادے لگ رہے تھے۔جن کے باپ یقیناً کسی نا کسی اچھی پوسٹ پر ہوں گے۔

"ایک، دو، تین، چار اور پانچ مطلب پانچ کتے ایک ساتھ شکار کی تلاش میں نکلے ہیں۔"

اس نے سوچا اور گاڑی کا بونٹ بند کرتی دروازہ کھولتی خاموشی سے اندر بیٹھ گئی۔اس کا ارادہ اب کیب بک کروا کے آفس تک جانے کا تھا۔

"ارے پاپا کی پرنسس ڈر گئی۔"

شیشہ بند کرنے سے پہلے یہ الفاظ اس کے کانوں سے ٹکرائے تھے اور اس کے شیشے کو بند کرتے ہاتھ تھم گئے۔ جیسے کسی نے ان الفاظ سے اس کے زخم نوچیں ہوں۔

"پاپا کی پرنسس؟؟"

وہ غراتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولتی باہر نکلی تھی اور ان تک پہنچی جس پر وہ خباثت سے ہنس دیے اور خود بھی گاڑی سے نکل کر اس کو گھیر گئے۔

وہ بھی غصے میں کسی بھی چیز کی پرواہ کیے بغیر بے خوف سی انکے درمیان کھڑی تھی۔ غصہ جب اعصاب پر سوار ہو جائے تو انسان کو کچھ ہوش نہیں رہتی۔ یہی حال عمائمہ کا بھی تھا۔ وہ غصے کی تیز تھی اور جلدی غصہ ٹھنڈا بھی نہیں ہوتا تھا۔

"تم تو خود ہی باہر نکل آئی سویٹ ہارٹ۔"

ایک لڑکا بولتا ہوا اسکے چہرے کو چھونے لگا کہ عمائمہ نے اسکا ہاتھ پکڑا اور تین انگلیاں مڑوڑ دیں۔ انگلیوں کے چٹخنے کی آواز پر باقی چاروں بھی چوکنا ہوئے۔ انہیں اس دبلی پتلی کمزور سی دکھنے والی لڑکی سے اتنی مضبوطی اور ہمت کی توقع نہیں تھی۔

"تمہارے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ ہاتھ منہ اور ٹانگیں بھی توڑ دوں گی اگر مجھے چھونے کی کوشش بھی کی تو۔"

عمائمہ نے اتنی سختی اور قوت سے کہا کہ کچھ سیکنڈ کے لیے وہ انہیں بھوکی شیرنی لگی تھی۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ تم نے غلطی کی ہے گاڑی سے نکل کر اور اس کے بعد ہمارے لڑکے پر ہاتھ اٹھا کر۔"

ان میں سے ایک لڑکا اس کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے بولا تھا۔ وہ پانچوں اسے ایسے گھیرے ہوئے تھے کہ وہ کہیں سے بھاگ نہیں سکتی تھی۔

"نہیں! مجھے لگتا ہے تم لوگوں نے غلطی کر دی مجھے 'پاپا کی پرنسس' کہہ کر۔ نفرت ہے مجھے اس لفظ سے۔"

urdunovelsblog

عمائمہ نے نفرت بھرے غصے سے کہا تھا تو وہ لڑکا پھر اس کی جانب قدم بڑھانے لگا۔ عمائمہ یکدم گھوم کر جھکی اور اسکی ٹانگ پر جو گرز سے وار کیا جس سے وہ یکدم زمین بوس ہوا تھا کیونکہ وہ اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ عمائمہ کو اتنا تو اندازہ ہو ہی گیا تھا کہ یہ اوباش قسم کے لڑکے صرف فلرٹ کرنا اور لڑکیوں کو تنگ کرنا جانتے ہیں، ان میں سے کسی کو تمیز سے وار کرنا نہیں آتا۔

یہ منظر دیکھ کر باقی چاروں لڑکے ایک ساتھ اس پر جھپٹے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ عمائمہ تک پہنچتے ایک گاڑی ان کے بالکل قریب آکر رکی تھی۔ لڑکوں نے یکدم اس جانب دیکھا اور عمائمہ نے موقع کا فائدہ اٹھا کر ایک کے بعد ایک وار چاروں پر کیے تھے۔ کسی کے پیٹ پر، کسی کی ٹانگ پر، کسی کے بازو پر اور کسی کے منہ پر۔

گاڑی سے نکلنے والے دو اور لڑکے تھے جو پہلے یہ منظر دیکھتے حیران ہوئے اور پھر محفوظ مسکراہٹ نے لبوں کا احاطہ کیا۔

"یہ تو وہی لڑکی ہے۔"

برہان نے عارض کے کان میں کہا لیکن عارض سٹریٹ لائٹس کی روشنی میں اس کا چہرہ پہچان نہ سکا کہ عارض کس لڑکی کا حوالہ دے رہا ہے۔

تبھی وہ لڑکا اٹھا جسے عمائمہ نے سب سے پہلے مارا تھا تو عارض نے اسے گردن سے دبوچ لیا۔ ایک اور لڑکا پہلے کی مدد کرنے کے لیے اٹھا جسے برہان نے منہ کے بل زمین پر گرا دیا۔

"دوسروں کی گھر کی عزت پر نگاہ ڈالنے والے کیوں بھول جاتے ہیں کہ ان کے گھر میں بھی کوئی عزت دار بیٹھی ہو گی۔"

عارض نے تنفر سے کہتے ہوئے اس کی شہ رگ پر مزید دباؤ ڈالا تو اس لڑکے کو سانس لینے میں دشواری ہونے لگی۔ عمائمہ ساری کاروائی خاموش تماشائی بنی دیکھ رہی تھی۔

"چھوڑو عارض! اس کا سانس بند ہو جائے گا۔"

برہان نے کہتے ہوئے اس کا بازو کھینچا تھا۔

"راہ چلتی لڑکی کو مشکل میں دیکھ کر اسکی مدد کی بجائے غلط فائدہ اٹھانے والوں کو سانس لینے کا حقدار ہوں ابھی نہیں چاہئے۔"

عارض نے کہہ کر جھٹکے سے اسے چھوڑا تو وہ زمین پر گرتا لمبے لمبے سانس بھرنے لگا۔ باقی چار زمین پر گرے پڑے تھے۔

"آپ اس وقت اکیلی ادھر کیا کر رہی ہیں؟"

عارض کا لہجہ پہلے کے برعکس اب ہموار تھا۔ البتہ عمائمہ کا غصہ ابھی بھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔

"کیوں تم میرے باپ ہو جسے بتاؤں؟"

عمائمہ نے غصے سے کہا تھا، جیسے اب باقی کا غصہ اس پر اتارنے کا ارادہ رکھتی ہو۔

"بھلائی کا زمانہ ہی نہیں۔"

برہان کی بڑبڑاہٹ اسے مزید تپش دلا گئی تھی۔

"اوہ مسٹر میں نے تم لوگوں کو نہیں کہا تھا کہ میری مدد کرو۔ تم لوگ بھی گزر جاتے جیسے باقی مجھے اکیلا ان کے درمیان کھڑا دیکھ کر گزر گئے تھے۔"

urdunovelsblog

عمائمہ نے تنفر سے کہا تھا جس پر وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ اگر عورت زاد مردوں پر بھروسہ نہیں کرتی تو اس کے زمہ دار بھی تو مرد ہی ہیں نا؟ مگر سارے نہیں۔۔ کچھ بے ضمیر اور خود پرست مرد ہیں جنھوں نے مردوں کا نام بدنام کر رکھا ہے ورنہ ہر ایک کی تربیت ویسی نہیں ہوتی۔

کچھ لمحے خاموشی میں سرکے۔ عمائمہ گہری سانسیں بھرتی اپنا غصہ ٹھنڈا کر رہی تھی۔

"کیا آپ کی گاڑی خراب ہو گئی ہے؟"

عارض نے بے تکا سا سوال پوچھا۔

"نہیں نہیں فیشن پیس کے توڑ پر کھڑی کی ہے۔"

عمائمہ نے جل کر کہا تو برہان لب بامشکل اپنا قہقہہ روکا کیونکہ عارض کا بھاری ہاتھ کھانے کا فلحال اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ لڑکے نیچے لیٹے کراہ رہے تھے۔ کسی کا منہ سوجھ گیا تھا تو کوئی ٹانگ لے کر بیٹھا تھا۔ کسی کی ناک سے خون بہہ رہا تھا اور کوئی بے مقصد ہی لیٹا تھا سڑک پر۔

"آپ چلیں یہاں سے رات کافی ہو گئی ہے۔ یہ ایریا سیف نہیں ہے اس وقت۔"

عارض نے کہا تو عمائمہ نے آنکھیں گھمائیں۔

"میری گاڑی خراب ہے۔"

عمائمہ نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا تھا۔

"آپ چلیں میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں۔"

عارض نے نرمی سے حل پیش کیا۔ وہ اب اکیلی لڑکی کو یوں بیچ سڑک پر نہیں چھوڑ سکتا تھا وہ بھی اس صورت میں جب پہلے ہی ایک بار اسے ہراساں کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں تم لوگوں کے ساتھ جاؤں گی؟"

عمائمہ کے بے یقینی سے کہنے پر وہ دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر رہ گئے۔

"تو آپ یہاں بھی کھڑی نہیں رہ سکتیں۔ بھروسہ تو کرنا ہو گا۔"

عارض نے سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔ ہوا میں خنکی بڑھتی جا رہی تھی اور تیز ہواؤں کا رخ بھی بدل رہا تھا۔

"مرد ذات اور بھروسہ؟ کچھ ہضم نہیں ہو رہا۔"

عمائمہ نے طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا تھا۔

عارض کو اس کا کانفیڈینس پسند آیا۔وہ جیسے پانچ لڑکوں کے درمیان اکیلی کھڑی تھی کوئی اور لڑکی ہوتی تو خوف سے بے ہوش ہو جاتی یا چیخ و پکار کرتی، مگر اس نے اپنی جنگ خود لڑنے کا فیصلہ کیا تھا۔اور اب اس کا مردوں پر بے یقینی کا اظہار انہیں پریشان کر گیا تھا کیونکہ ایسے تو حالات بگڑ سکتے تھے اور وہ کسی صورت اسے یہاں چھوڑ کر نہیں جانا چاہتے تھے۔

"دیکھیں! میری کوئی بہن نہیں ہے لیکن مجھے دوسروں کی بہنوں کی عزت کرنا آتا ہے اور ان کی عزت کی حفاظت کرنا بھی۔"

عارض کے لہجے میں سچائی سی محسوس کر کے عمائمہ کچھ ڈھیلی پڑی تھی لیکن یہ ان پر شو نہیں ہونے دیا۔

"میری بہن ہے اور مجھے آپ میری بہن کی طرح ہیں۔اور ویسے بھی میں انسپکٹر برہان ہوں اور ڈیوٹی کی حیثیت سے آپ کو محفوظ کرنے کا پابند ہوں۔"

برہان نے کہا تو وہ پھر انکار کرتے ہوئے بولی۔

"میں دو انجان لوگوں پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔"

عمائمہ کا لہجہ اٹل تھا۔

urdunovelsblog

"یہ رہی گن اور یہ دیکھیں اس کے اندر گولیاں بھی ہیں۔یہ آپ رکھ لیں۔اس نے کچھ غلط کرنے کی کوشش کی تو بغیر سوچے سمجھے شوٹ کر دیجیئے گا۔"

برہان نے اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب سے ایک پسٹل اس کی طرف بڑھائی تھی۔اور گولیاں اسے دکھاتا اسکے حوالے کر گیا۔

"تیرا دماغ ٹھیک ہے؟ برہان تو کیوں میری جان کا دشمن ہے۔"

عارض نے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا،اسے برہان سے بالکل یہ امید نہیں تھی۔جبکہ عمائمہ برہان کے ہاتھ سے گن لے چکی تھی۔عارض کی بات کے جواب میں برہان بس بولا تو اتنا کہ۔

"واپس لے آنا گن پلیز۔"

عارض نے جواباً اُسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا۔

"تم جاؤ میں انکی گاڑی کا کچھ کرواتا ہوں اور ان لڑکوں کو بھی دیکھ لیتا ہوں۔"

برہان نے اسے اکیلے بھیجنے میں بہتری جانی تھی کیونکہ عمائمہ ان دونوں کے ساتھ تو بالکل بھی ایک گاڑی میں نا بیٹھتی۔

عمائمہ نے گن عارض پر تان لی تھی جس پر وہ ہاتھ کھڑے کر گیا۔

"دھیان سے یہ لوڈڈ ہے۔"

برہان نے اسے گن تانے دیکھا تو اسکے علم میں اضافہ کیا جس پر عارض کرنٹ کھا کر پلٹا۔

"ابے سالے! تونے لوڈڈ پسٹل اس سر پھری کے ہاتھ میں پکڑا دی؟ دماغ درست ہے تیرا؟"

عارض بے یقین سا چیخ کر بولا تھا جس پر برہان نے کندھے اچکا دیے تو وہ بھی غصے سے عمائمہ کو اشارہ کرتا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ عمائمہ گن کا نشانہ اس پر باندھے گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھی تا کہ گولی مارنے میں آسانی ہو سکے۔

urdunovelsblog

==============

ابھی وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے ہی تھے کہ وہ اس پر گن تان گئی۔

"یہ سر پھری کس کو بولا تھا؟"

عمائمہ نے غصے سے کہا تھا لیکن اب اس کا غصہ کافی حد تک ختم ہو چکا تھا وجہ عارض اور برہان کی نوک جھوک تھی جس میں عارض بے یقین سا تھا۔

"پہلی بات تو یہ کہ یہ کھلونا نہیں ہے، اس لیے اسے نیچے کریں۔"

عارض نے کہہ کر ایک ہاتھ سے احتیاط سے گن کا رخ موڑا۔

"اور دوسری بات یہ کہ وہاں میرے، برہان اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں تھا تو ظاہر سی بات ہے آپ کو ہی بولا تھا۔"

عارض نے اس بار کچھ غصے سے کہا تھا۔

"اپنی زبان کو لگام دو اور گاڑی سٹارٹ کرو۔"

عمائمہ نے گاڑی سٹارٹ کرنے کا اشارہ کیا البتہ اب وہ گن پھر سے اس پر تان چکی تھی۔

"گن پوائنٹ پر مدد کون کرواتا ہے؟"

عارض نے کچھ بے بسی اور لاچاری سے بولا تو وہ گن نیچے کر گئی۔

"اوہ مسٹر ایکس وائے زی۔ میں پہلے ہی بہت زیادہ لیٹ ہو چکی ہوں، مجھے میرے آفس تک پہنچاؤ۔"

عمائمہ نے سیدھے ہوتے ہوئے کچھ گھورتے ہوئے کہا تھا۔

گن والا ہاتھ نیچے دیکھ کر وہ گویا ہوا تھا۔

"میں آپ کا ڈرائیور نہیں ہوں۔"

وہ کہتا ہوا گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا کیونکہ کوئی پتا نہیں تھا اس کا پھر سے گن تان دے۔ اتنی بھی کیا بے اعتباری؟

"اچھا تب تو بڑی دیدہ دلیری سے پیشکش کی تھی۔"

عمائمہ نے چیخ کر کہا تھا۔

"تب اندازہ نہیں تھا کہ آپ اس قدر سر پھری ہیں۔"

عارض نے بات کے دوران ایک بار بھی اسے نہیں دیکھا تھا، وہ سامنے دیکھتے ہوئے پورے دھیان سے گاڑی چلا رہا تھا۔

"تم نے ایک بار پھر مجھے سر پھری بولا تو میں تم پر یہ گن خالی کر دوں گی۔"

عمائمہ نے کہتے ہوئے دوبارہ اس پر گن تانی تھی۔

"اوکے ریلیکس ریلیکس اڈریس سمجھادیں۔"

عارض نے ہار مانتے ہوئے کہا تو وہ اسے آفس کی بجائے گھر کا ایڈریس سمجھانے لگی۔اس سب کے بعد اب وہ آفس نہیں جانا چاہتی تھی۔آج کے لیے اتنا ایڈوینچر کافی تھا۔

وہ اسے نور منزل کے سامنے اتارتے ہوئے کہنے لگا۔

"بندہ شکریہ ہی بول دیتا ہے۔"

عائمہ نے گھر کا دروازہ کھلوا کر گن اسے واپس پکڑائی اور گھر کے اندر جانے لگی تھی کہ اس کے الفاظ نے اسے پلٹنے پر مجبور کر دیا۔

"گن واپس کر رہی ہوں نا یہی بہت ہے تمہارے لیے۔"

عائمہ کہہ کر اندر چلی گئی لیکن اس کی طرف پیٹھ ہونے کے باعث وہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ عائمہ کے چہرے پر ایک گہرا تبسم پھیلا ہے۔عائمہ شایان زندگی میں پہلی بار کسی مرد کے ساتھ اتنی کامیاب گفتگو کر کے آئی تھی۔کم از کم یہ عائمہ کے نزدیک کامیاب گفتگو ہی تھی۔

urdunovelsblog

"اس کی مدد کرنا میری اٹھائیس سالہ زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔"

عارض غصے سے بڑبڑا کر رہ گیا۔اس نے ابھی گاڑی سٹارٹ کی ہی تھی کہ بارش کے قطرے گاڑی کے شیشے کو نم کر گئے۔

زور اس پر ہے نہ حالات پہ قابو یارو

جانے اب کیا ہو ملاقات کا پہلو یارو

کتنے زخموں کے تبسم کا پتہ دیتے ہیں

میری پلکوں پہ سلگتے ہوئے جگنو یارو

زخم اس طور سے مہکے ہیں سر شام فراق

دور تک پھیل گئی درد کی خوشبو یارو

کتنے خوابوں کو نچوڑا ہے تو ان آنکھوں سے

آج ٹپکا ہے یہ جلتا ہوا آنسو یارو

دونوں عالم مری بانہوں میں سمٹ آئے تھے

رات شانوں پہ پریشاں تھے وہ گیسو یارو

لوگ کہتے تھے نہ پگھلے گا وہ پتھر شاہدؔ

تم نے دیکھا مرے اشعار کا جادو یارو

(شاہد اختر)

==============

رات کے ساڑھے نو بج چکے تھے۔ وہ خاموشی سے لاؤنج کا دروازہ کھولتی بغیر کسی آہٹ کے اپنے کمرے تک پہنچی تھی۔ اور بستر پر بیٹھ کر جا گرز اتارے تھے کہ بارش کے قطروں کی آواز آئی۔ وہ جیکٹ اتارتی ننگے پاؤں چلتی بالکنی تک آئی اور بالکنی کا دروازہ کھولتی اس پر شیلٹر کر گئی۔ شیلٹر کی وجہ سے بالکنی پر موجود برستا آسمان ڈھپ گیا تھا۔ عمائمہ نے ہاتھ بڑھا کر بالکنی کی فیری لائٹس آن کر دی تھیں پھر خاموشی سے جھولے پر بیٹھتی برستے بادل کو دیکھنے لگی۔ اسے بارش پسند تھی ہر عام لڑکی کی طرح۔ وہ بارش کو دیکھ کر اپنا ہر غم بھول جاتی تھی اور مسکرانے لگتی تھی۔ بارش کی وجہ سے سردی میں بھی

اضافہ ہو گیا تھا لیکن وہ لاپرواہ سی کھلے ٹراؤزر پر بلیک شرٹ پہنے پاؤں بالکنی کے سرد فرش پر رکھے ہولے ہولے جھولا جھول رہی تھی۔

پھر ایک ہیولہ سا اس کے سامنے نمودار ہوا جو دیکھتے ہی دیکھتے اس کی شکل اختیار کر گیا۔

عمائمہ نے سختی سے آنکھیں میچیں۔

"نہیں میں ابھی تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ مجھے کچھ پل سکون چاہیے پلیز۔"

عمائمہ نے سامنے کھڑی لڑکی کے چہرے سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا۔

"کیوں گھبراتی ہو ہمیشہ میرا سامنا کرتے ہوئے؟"

سامنے کھڑا ہیولہ گویا ہوا تھا۔

"کیونکہ تم۔۔ تم حقیقت نہیں ہو۔ تم صرف میرے دماغ کا فتور ہو۔"

عمائمہ نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا۔

"عمائمہ میں تم ہوں اور تم میں۔"

اس ہیولے نے اسے سمجھانا چاہا۔

"تم صرف میرے دل کی آواز ہو جو ہمیشہ مجھے بھٹکا دیتی ہے۔"

عمائمہ نے جیسے اعتراف کیا تھا اسکی موجودگی کا۔

"آج تم اس لڑکے کی وجہ سے مسکرائی تھی مجھے اچھا لگا کہ کوئی تو ہے جس پر تم نے بھروسہ کیا۔"

اس ہیولے نے اسے محبت سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ دل کی آواز تھی، وہ اس کا دل تھا اور دل تو صرف محبت کا طلبگار ہوتا ہے نا؟

"خبردار تم نے مجھے بھٹکانے کی کوشش کی تو۔اور رہی بات اس لڑکے پر بھروسے کی تو میں نے اس پر بھروسہ نہیں کیا تھا، مجھے اس وقت کسی کی مدد کی ضرورت تھی تو اس سے بس مدد لی تھی۔"

عمائمہ نے دل کے خلاف بولا تھا کیونکہ وہ دماغ کی آواز تھی۔

"بالکل نہیں! تم کیب کروا کر واپس جا سکتی تھی لیکن تم نہیں گئی کیوں؟ پھر تم نے اس پر بھروسہ کرنے کو ترجیح کیوں دی؟"

اس ہیولے نے اسے پھر سے اپنی باتوں میں الجھایا۔

"بس کرو! خاموش۔مجھے تمہیں صفائیاں دینے کی ضرورت نہیں ہے۔میں نے نا پہلے کبھی تمہاری سنی تھی اور نا اب تمہاری سنوں گی۔"

یہ کہہ کر برستی بارش اور ہیولے کو وہ بالکنی میں ہی چھوڑتی خود اٹھ کر کمرے میں آ بیٹھی اور بالکنی کا دروازہ زور سے بند کر ڈالا جیسے اس ہیولے کے اندر آنے کے راستے قلم کیے ہوں۔لیکن وہ تو دل کی آواز تھی جسے ظاہر ہونے کے لیے کسی چوکھٹ کے کھلنے کی امید نہیں تھی۔

وہ بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔پھر سائیڈ ٹیبل کی دراز کھولی اور کوئی گولی نکالتی اسے منہ میں پھانکتی پانی کا گلاس منہ سے لگا گئی۔اسے اس وقت سکون چاہئے تھا۔وہ صرف سکون سے سونا چاہتی تھی۔دل اور دماغ کی جنگوں میں وہ پس کر رہ گئی تھی۔

آج بہت عرصے بعد پھر اس کا دل اور دماغ اس کے آمنے سامنے ہوئے تھے۔

اس ہیولے کی موجودگی کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔یہ صرف عمائمہ کے دماغ میں موجود تھا جسے وہ اپنے سامنے ہوتا ہوا محسوس کر سکتی تھی۔

اس چیز کو سائنسی طرز میں hallucination کا نام دیا جاتا ہے۔

urdunovelsblog

ایک ایسا تجربہ جس میں کسی چیز کا بظاہر ادراک موجود نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس میں انسان کے حواس پر مشتمل اشیاء یا واقعات کا غلط تصور: نظر، آواز، بو، لمس اور ذائقہ۔ فریب نظر حقیقی لگتا ہے، لیکن وہ حقیقت نہیں ہوتا. انسان کے دماغ میں کیمیائی رد عمل یا غیر معمولی چیزیں فریب کا باعث بنتی ہیں۔

اور عمائمہ شایان اس بیماری میں ایک عرصے سے مبتلا تھی۔ اس بیماری سے فرار کا ایک ہی حل اسے نظر آتا تھا اور وہ تھا سونا اور خوب سونا۔

سو رہیں گے کہ جاگتے رہیں گے

ہم ترے خواب دیکھتے رہیں گے

تو کہیں اور ڈھونڈھتا رہے گا

ہم کہیں اور ہی کھلے رہیں گے

راہگیروں نے رہ بدلنی ہے

پیڑ اپنی جگہ کھڑے رہے ہیں

برف پگھلے گی اور پہاڑوں میں

سالہا سال راستے رہیں گے

لوٹنا کب ہے تو نے پر تجھ کو

عادتاً ہی پکارتے رہیں گے

سبھی موسم ہیں دسترس میں تری

urdunovelsblog

تو نے چاہا تو ہم ہرے رہیں گے

تجھ کو پانے میں مسئلہ یہ ہے

تجھ کو کھونے کے وسوسے رہیں گے

تو ادھر دیکھ مجھ سے باتیں کر

یار چشمے تو پھوٹتے رہیں گے

(تہذیب حافی)

============

وہ جس وقت برہان کے گھر داخل ہوا بارش زور پکڑ چکی تھی۔ سردی کی شدت بڑھ چکی تھی۔ اب اگر وہ یہاں سے گھر کے لیے نکلتا تو اسے مزید دیر ہو جاتی تو وہ راستے میں گھر فون کر کے اطلاع دیتا اب برہان کے گھر داخل ہو چکا تھا۔ ویسے بھی جس دن وہ مارگلہ کی پہاڑیوں پر برہان کے ساتھ جاتا تھا، وہ کافی بار لیٹ ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے وہ گھر کی بجائے برہان کے گھر ہی ٹھہر جاتا تھا۔

برہان لاؤنج میں بیٹھا اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ جیسے ہی اندر داخل ہوا اور برہان کو سامنے پایا تو اسے پھر سے برہان کی حرکت یاد آئی۔

"تو نے۔۔ تو نے اسے لوڈڈ پسٹل دے دی؟ دماغ خراب تھا تیرا؟ وہ سر پھری مجھ پر چلا دیتی تو؟؟"

عارض جارحانہ انداز میں اس کی جانب بڑھا تھا جو اس کے تیور دیکھتا اٹھ کر صوفے کے پیچھے ہو گیا تھا۔ اب وہ دونوں کبھی صوفے کے ایک طرف تو کبھی دوسری طرف تھے۔

"میں نے اسے کہا تھا کہ اگر تم کچھ غلط کرو گے تب چلائے۔"

برہان خود کا دفاع کرتے ہوئے صوفے کے سامنے ہوا تھا جبکہ عارض اب صوفے کی پچھلی طرف تھا کچھ اس طرح کی دونوں آمنے سامنے تھے بس درمیان میں صوفہ موجود تھا جسے برہان اپنے دفاع کے طور پر استعمال کر رہا تھا۔

"ہاں وہ تو جیسے تیرے حکم کی غلام ہے نا؟"

عارض نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا تھا۔اسے غصہ اس بات پر نہیں تھا کہ برہان نے اسے پسٹل دی اسکی سیفٹی کے لیے،اسے غصہ اس چیز کا تھا کہ اسے لوڈڈ پسٹل پکڑا دی تھی۔

"دیکھ مجھے پتا تھا کہ تو نے کچھ غلط کرنا ہی نہیں تھا تو وہ تم پر چلاتی ہی کیوں؟اب اسکو اعتماد میں لینے کے لیے کچھ تو کرنا ہی تھا نا؟"

برہان نے کہا تو عارض نے صوفے کے اوپر سے اسے دبوچا تھا۔

"اگر میں تجھے بتادوں کہ اس نے مجھ پر بلاوجہ کتنی بار گن تانی ہے تو تجھے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے۔"

عارض نے گھورتے ہوئے کہا تو وہ ہاتھ کھڑے کر گیا۔

"معافی میرے شیر معافی!"

برہان نے ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی ہنس دیا۔

"ویسے وہ تھی بہت کانفیڈینٹ۔"

برہان نے اسے جان بوجھ کر چھیڑا تھا۔

"مجھ سے بہتر کون جانتا ہے۔"

عارض نے گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"اچھا چل غصہ ٹھنڈا کر،آجا کھانا کھاتے ہیں۔ماما بابا انتظار کر رہے تھے تمہارا مگر میں نے انہیں آرام کرنے کا کہہ دیا کہ صبح مل لیجیئے گا۔"

برہان نے کہا تو وہ دونوں کچن کی طرف چل دیے لیکن کچن کی بتی پہلے سے ہی جلتی دیکھ کر حیران ہوئے۔ لاؤنج کچن کے بالکل ہی متضاد سمت تھا اس لیے برہان کو علم ہی نا ہو سکا کہ کب وہ کچن میں آئی تھی۔

"اوہ سجلے تم سوئی نہیں۔"

برہان محبت سے سجل کو سجلے کہتا تھا۔

"بھائی بھوک لگی تھی۔ اوہ عارض بھائی آپ۔"

سجل جھک کر فرج میں کچھ تلاش کر رہی تھی، بنا پلٹے جواب دیتی بولی جب پلٹی تو عارض کو دیکھ کر فوراً خوش ہوئی۔

"کیسی ہو چھوٹی۔ بلکہ برائیڈ ٹو بی۔"

عارض نے برہان کے ساتھ ڈائنگ کی کرسی کھینچتے ہوئے پوچھا تھا۔

"اب آپ بھی مجھے تنگ کریں گے۔ یہ تو غلط بات ہے۔"

سجل نے منہ لٹکائے کہا تو وہ دونوں ہنس دیے۔

"اچھا میں کھانا گرم کرتا ہوں تم بھی کھا لینا ہمارے ساتھ۔"

برہان کہتے ہوئے اٹھنے لگا کہ سجل نے برا سا منہ بنایا۔۔

"بہت شکریہ! آپ دونوں ہی کھائیں مٹن قیمہ۔ مجھے معاف کریں میں نوڈلز بنا لیتی ہوں۔"

سجل نے برے برے منہ بناتے ہوئے کہا تو وہ دونوں ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلا گئے۔

"ایسا کرتے ہیں باہر سے منگوا لیتے ہیں۔"

برہان نے کہا تھا کیونکہ اس کو کہاں گوارا تھا اسکی بہن کچن میں گھس کر خود کے لیے کچھ پکائے چاہے وہ نوڈلز ہی کیوں نا ہوں۔

urdunovelsblog

"ہاں پیزا پارٹی کرتے ہیں۔"

سجل نے خوشی سے کہا تو عارض نے بھی حامی بھر دی۔ وہ ہنستے ہوئے پیزا آرڈر کروانے لگا پھر پندرہ منٹ تک وہ دونوں بیٹھے سجل کو تنگ کرتے رہے اور سجل تنگ ہوتی رہی۔

"ویسے دنیا میں جتنی بھی لزیز چیزیں کھالو۔ پیزے کا کوئی مقابلہ نہیں یار۔"

سجل نے پیزے کا چیز سے بھرا سلائس منہ میں ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"دو ہفتوں بعد تمہارا نکاح ہے اور تمہیں ڈائٹنگ کرنی چاہیے اس لحاظ سے۔"

برہان نے اسے تنگ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"کیوں بھئی ؟ اس نے نکاح کرنا تو میں جیسی ہوں ویسا قبول کرے۔ مجھ سے نہیں ہوتی یہ ڈائٹنگ وائٹنگ۔ اور میں کونسا موٹی ہوں۔ حد ہے بھئی۔"

وہ مسلسل پیزے کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے بولتی جا رہی تھی۔

"ہاں بالکل ٹھیک کہا چھوٹی نے۔"

عارض نے یکدم اپنی کایا پلٹی تو سجل خوش ہوگئی اور برہان نے اسے گھورا تھا۔

".That's the reason why you are my favourite brother"

سجل نے خوش ہوتے ہوئے کہا تو وہ دونوں بھی مسکرا دیے۔

"بس ایسے ہی ہنستی مسکراتی اور ہمیشہ کھلکھلاتی رہا چھوٹی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے نصیب اچھے کریں۔"

عارض نے اداس مسکراہٹ سے اسے دل سے دعا دی تھی جس پر وہ ایموشنل ہوتی پیزے کا ایک اور سلائس منہ میں رکھ چکی تھی۔

urdunovelsblog

پیٹ پوجا کے بعد سجل پرسکون سی اپنے کمرے میں سونے کے لیے جاچکی تھی اور عارض برہان کے ساتھ اب اسکے کمرے میں موجود تھا۔

"یہ جو تو ہر جگہ پولیس والا بن جاتا ہے نا کسی دن تیرا جھوٹ پکڑا گیا تو تیری چھتر پلیٹ ہو جانی ہے۔"

عارض نے کافی کے گھونٹ حلق میں اتارتے ہوئے برہان کو کہا تھا جو نیند کی وادیوں میں اتر رہا تھا۔

"عارض دفع ہو جا یہاں سے، نیند آرہی ہے مجھے۔"

برہان مسلسل سونے کی کوشش کررہا تھا اور عارض موبائل چلاتا ساتھ ساتھ کافی کے سپ لے رہا تھا۔ برہان کی آواز پر وہ دل کھول کے ہنسا تھا۔ وہ جان بوجھ کر اسے زچ کر رہا تھا۔

عارض مزید اسے تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اسکے کمرے کی بالکنی میں آگیا تھا۔ بارش اب ختم ہو چکی تھی۔ پیچھے بس نمی چھوڑ گئی تھی۔ مگر آسمان پر ابھی بھی کالے گہرے بادلوں کا سایہ تھا۔ جس کی وجہ سے چاند دھندلا ہو چکا تھا۔

اسے سرد ہوا پر سکون کر رہی تھی۔ آنکھیں بند کیں تو یکدم کسی کا عکس آنکھوں کے پردے پر لہرایا۔

urdunovelsblog

ہاتھ میں پسٹل پکڑے اس پر تانے وہ بے اعتباری کا اظہار کرتی لڑکی۔

عارض نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔ وہ آج مارگلہ کی پہاڑیوں پر تفریح کے لیے گئے تھے۔ آج کے دن کی ہائی لائٹ وہ واقع ہونا چاہیے تھا پھر کچھ گھنٹوں پہلے ملی وہ لڑکی کیوں۔

عارض کو اس کا بار بار اس پر گن تاننا یاد آیا تو ایک تبسم اس کے چہرے پر پھیلا اور منہ سے کچھ الفاظ ادا ہوئے۔

"سرپھری۔"

تمہیں بھی نیند سی آنے لگی ہے

تھک گئے ہم بھی

چلو ہم آج یہ قصہ

ادھورا چھوڑ دیتے ہیں

==========

سردیوں کی ٹھٹھرتی صبح میں فجر کی اذان کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھلی تھی اور یہ روز کا معمول تھا، لیکن آج معمول کے خلاف وہ کروٹ بدل کر سونے کی بجائے اٹھ بیٹھی تھی۔ دل عجیب سا ویران ہو رہا تھا۔ اسے سونا تھا لیکن وہ سو نہیں پا رہی تھی۔ یونہی دس منٹ تک وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے امبر رنگ آنکھوں کو پلکوں کے جھالر تلے بند کیے سونے کی کوشش کرتی رہی لیکن پھر دل کی گھبراہٹ پر جب قابو نہ پایا گیا تو سرد فرش پر پاؤں ٹکا گئی۔

وہ رات والے لباس میں ہی موجود تھی۔ لباس تبدیل کرنے کی غرض سے وہ اٹھی اور ڈریسنگ روم سے کپڑے نکالتی واش روم میں گھس گئی۔

سفید لمبی قمیض کے ساتھ سفید پاجامہ پہنے وہ باہر نکلی تو مڑی ہوئی آستینیں وضو کی گواہی دے رہی تھیں۔

وہ خاموشی سے دوپٹہ اسکارف کی صورت باندھتی جائے نماز پر کھڑی ہو گئی۔

نماز کے بعد جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو کہنے لگی۔

"میں نے خود کو کبھی نیک نہیں جانا، لیکن میں چاہتی ہوں کہ آپ میری مدد کریں۔ مجھے نہیں معلوم کیوں میں آپ کے سامنے نہیں آ پاتی، شاید یہ میرے اندر کا گلٹ ہے جو مجھے آپ کے سامنے نہیں آنے دیتا۔ لیکن آپ تو جانتے ہیں نا کہ میں نے کبھی کسی کے ساتھ کچھ غلط کرنے کا نہیں سوچا۔ میں نہیں جانتی اگلی مرتبہ میں کب دوبارہ اس جائے نماز پر بیٹھ کر آپ سے بات کروں گی لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ آپ وہ جانتے ہیں جو میں ساری دنیا سے چھپاتی ہوں۔ آپ میرا سچ جانتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ میری ظاہری شخصیت صرف لوگوں کو مجھ سے دور رکھنے کے لیے ہے، لیکن آپ میرا باطن جانتے ہیں۔"

وہ دعا کی صورت اٹھائے ہاتھ نا جانے کب کے گرا چکی تھی کیونکہ وہ دعا تو نہیں مانگ رہی تھی وہ تو باتیں کر رہی تھی۔

"میں حوا نہیں ہوں جو خود کو پاکیزہ لوگوں میں گنوانا چاہتی ہوں، میں عمائمہ ہوں میں صرف خود کا باطن پاکیزہ رکھنا چاہتی ہوں۔ میرے اللہ! میرا باطن پاکیزہ رکھنا!"

اس نے بات کے آخر میں دعا کی صورت ہاتھ اٹھائے تھے اور پھر چہرے پر پھیرتی سجدہ ریز ہو گئی تھی۔

اس کا اللہ کے ساتھ تعلق یہی تھا کہ وہ جب کبھی بھی نماز کی ادائیگی کے لیے حاضر ہوتی تو سب کچھ بھلا دیتی۔ یہ بھی کہ وہ آخری بار کب سجدے میں گئی تھی۔

وہ نماز کے بعد خود کے لیے کافی بناتی بالکنی میں آ بیٹھی تھی۔ جہاں صبح کا سورج ابھی نکلنے کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔ رات میں ہوئی بارش سے ہواؤں میں خنکی در آئی تھی۔ ایسے میں وہ جھولے پر بیٹھی دونوں ہاتھوں سے مگ تھامے، کالی شال اپنے ارد گرد اوڑھے آسمان کو دیکھ رہی تھی جہاں صبح کی کرنیں پھوٹنے کو بے تاب تھیں۔

وہ کافی دیر سوچوں میں گم رہنے کے بعد بالآخر اپنے سامنے رکھا آئی پیڈ اٹھاتی اپنے پروجیکٹ پر کام کرنے لگی۔ ہر سوچ کو جھٹک کر، ہر چیز کو پڑے پھینک کر۔

urdunovelsblog

============

"ابے سالے!"

وہ بیڈ سے سیدھا نیچے زمین بوس ہوا تھا اور اس کے منہ سے ایک گالی بھی نکلی تھی۔

"کیا مسئلہ ہے تیرے ساتھ؟"

برہان سویا سویا ہی بڑبڑایا تھا جس پر عارض نے اسے غصے سے گھورا تھا اور اٹھ کر اس کا کمبل کھینچ دیا۔

"کیا مسئلہ ہے عارض؟"

برہان چیختے ہوئے اٹھ بیٹھا تھا لیکن بیڈ کے دوسری طرف جگہ خالی دیکھ کر فوراً سیدھا ہوا اور آگے بڑھ کر جھکا تو زمین پر گرا عارض نظر آیا جس کے ہاتھ میں کمبل قید تھا۔

"اوہو۔ سوری سوری میرے یار آ جا واپس اب۔"

برہان اٹھتے ہوئے اسے کہنے لگا تو عارض نے غصے سے اسے گھورا۔

"رہنے دے اب عادت ہو گئی ہے۔ اب اگر اس بار نہ گرتا تو عادت خراب ہو جاتی۔"

عارض نے گھورتے ہوئے کہا تو برہان بتیسی نکال گیا۔

"چل آ تجھے ماما کے ہاتھوں کا زبردست ناشتہ کرواؤں۔"

برہان اسے اٹھاتے ہوئے بولا تو وہ بازو چھڑواتا اسے گھورتا ہوا اپنے بیگ سے کپڑے نکالتا واش روم میں گھس گیا۔

"دیکھ ایسے بیویوں کی طرح نہ روٹھ۔"

برہان اس کے یوں گھور کر جانے پر دہائی دیتے ہوئے بولا تھا۔ دوسری طرف واش روم کا دروازہ بند کرتے عارض کی ہنسی چھوٹی تھی۔

urdunovelsblog

وہ دونوں فریش ہو کر ناشتہ کرنے کی غرض سے نیچے آ گئے تھے۔ برہان کی والدہ کا عارض کے ساتھ بہت پیار تھا۔ اور برہان کے والد تو برہان سے زیادہ عارض سے محبت کا اظہار کرتے تھے جس پر اکثر برہان چڑ جاتا تھا لیکن پھر خود ہی ہنس دیتا تھا۔

"سجل سے مل جاتے وہ پھر ناراض ہو جائے گی۔"

برہان نے گاڑی میں بیٹھے عارض کو کہا تو وہ ڈرتے ہوئے ہاتھ اٹھا گیا۔

"اس نے اٹھتے ساتھ اپنے برائیڈل ڈریس کے لیے آرڈر کا حکم صادر کر دینا اور پھر مجھ سے انکار بھی نہیں ہو گا، اور آج میرا بالکل ارادہ نہیں ہے عورتوں والی شاپنگ کرنے کا۔"

عارض کی بات پر برہان ہنس دیا اور اسے خدا حافظ کہتا اندر آ گیا۔ وہ بھی قصر سلطان کی طرف گاڑی بھگا گیا۔

تھی الگ راہ مگر ترک محبت نہیں کی

اس نے بھی سوچا بہت ہم نے بھی عجلت نہیں کی

============

وہ انگوری سبز رنگ کے فلیپر پر سفید شرٹ پہنے اور انگوری رنگ کا لمبا سویٹر پہنے بالوں کو کھلا چھوڑے گاڑی کی چابی ہاتھ میں پکڑے وائٹ جوگرز سے سیڑھیاں اترتی لاؤنج میں پہنچی تھی جہاں حوا اور عمارہ کہیں جانے کے لیے تیار تھیں۔ وہ دونوں مل کر کئی آئیڈیاز پلین کر چکی تھیں اور بس اب ادھر ادھر کے کاموں میں مصروف تھیں۔

"ہم اکٹھے چلتے ہیں حوا۔"

عمائمہ نے آفر کروائی کیونکہ حوا جس کام کے سلسلے میں جا رہی تھی، وہ ہمیشہ سے حوا اور عمائمہ نے مل کر کیا تھا۔

"نہیں، میں عمارہ آپی کی ساتھ جا رہی ہوں۔ اپنا خیال رکھنا۔"

حوا کے غیر متوقع جواب پر عمائمہ کے چہرے کی جوت بجھی تھی، لیکن فوراً مسکرانے کی سعی کرتی انہیں رخصت کر گئی۔

"اوکے۔۔اوکے۔۔"

عمائمہ نے کہا لیکن خود کی نظروں کو حوا کی پشت کا پیچھا کرنے سے نہ روک پائی۔

اسے شروع سے رشتوں میں شراکت پسند نہیں تھی۔ لیکن یہ تو زندگی کا اصول ہے نا کہ جب کوئی نیا مل جائے تو پچھلے کی قدر کم ہو جاتی ہے۔

○==========○

ان کے جانے کے بعد وہ کمرے میں آ گئی اور بے زاری سے جوگرز اتارے۔

"تم اب تک اٹینشن سیکر ہو عمائمہ ؟"

وہی ہیولہ اس کے سامنے نمودار ہوا لیکن اس بار وہ بے زار نہیں ہوئی۔ وہ سیدھی ہو کر سامنے کھڑے اپنے عکس کو دیکھنے لگی اور اسے غور سے سننے لگی۔

"مجھے معلوم ہے کہ یہ میری خامیوں میں سے ایک خامی ہے۔"

عمائمہ نے خود کو کہتے پایا۔

"صرف معلوم ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ تمہیں خود کی ذات پر کام کرنا ہو گا۔ اپنا سیلف ایسٹیم لیول بڑھاؤ۔ تمہیں اتنا مضبوط بننا ہے کہ زندگی میں کبھی کسی سہارے کی ضرورت نہ پڑے۔ کسی کی ذرا سی اگنورنس تمہیں مایوس نہ کرے۔"

ہیولے نے آہستگی سے اسے سمجھایا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ مجھے فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ میں خود پر کام کروں گی ڈونٹ وری۔"

عمائمہ نے جیسے خود کو باور کروایا تھا اور پھر وہ ہیولہ غائب ہو گیا تھا۔ آج پہلی بار اسے اس ہیولے کے جانے کے بعد بوجھل پن کا احساس نہیں ہوا تھا۔

urdunovelsblog

وہ فریش تھی یا خود کو محسوس کروا رہی تھی۔ اسے اپنے دماغ کے ساتھ کھیلنا آتا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ انسانی دماغ بہت معصوم ہوتا ہے، وہ وہی سمجھ پاتا ہے جو ہم اسے محسوس کروانا چاہتے ہیں۔ اگر کہیں مسئلہ ہوتا ہے تو وہ دل سے اٹھتا ہے جو دماغ کی باتوں کو بھی رد کر دیتا ہے۔

وہ ساری سوچوں کو جھٹکتی دوبارہ سے جو گرز پہنتی یونیورسٹی کے لیے نکل گئی تھی۔

==========

جیسے ہی وہ یونیورسٹی کے بعد آفس کا چکر لگا کر کچھ دیر آرام کی غرض سے گھر میں داخل ہوئی تو عمارہ، حوا، زنیرہ، آئزہ اور حاشر کو بیٹھا پایا۔ اس نے گہری سانس لی اور بیگ ایک طرف رکھتی لاؤنج میں داخل ہو کر سب کو سلام کیا اور وہیں بیٹھ گئی۔

"ہم officially اب پارٹنرز بن چکے ہیں تو کیوں نا اسے انٹروڈیوس کروایا جائے؟ ایک چھوٹا سا میٹ اپ رکھ لیں۔ کیا خیال ہے؟"

عمارہ نے زرا اونچی آواز میں سب کے خیالات جاننے چاہے۔

"آئیڈیا اچھا ہے۔"

حوا کا جواب عمائمہ کی توقع کے برعکس تھا، اس لیے وہ حیران ہوئی تھی۔ حوا زیادہ تر میٹ اپس وغیرہ میں جانا پسند نہیں کرتی تھی اور یہاں خود میٹ اپ پلین کرنے کی بات کر رہی تھی۔ حیرت تو قدرتی تھی۔

"تو اگلے ہفتے کے روز میری اور عمارہ کی شادی کی سالگرہ ہے تو کیوں نا اسے سیلبریٹ کرنے کے ساتھ ساتھ اسی دن ہم یہ میٹ اپ رکھ لیں۔"

حاشر نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا جو حوا کو خاصا پسند آئے تھے۔

"یہ بھی ایک اچھا آئیڈیا ہے۔"

حوا کے جواب پر عمارہ اور حاشر مسکرا دیے۔

"لیکن وقت تھوڑا نہیں ہے تیاری کے لیے؟"

زنیرہ نے کچھ فکرمندی سے استفسار کیا تو حوا کہنے لگی۔

"بالکل نہیں نانو۔ میں، عمارہ اور عمائمہ ہیں نا۔ دو دن کا کام ہے یہ۔ ہم کام آپس میں بانٹ لیں گے۔ کیوں ٹھیک کہا نا عمائمہ؟"

حوا نے پوری گفتگو کے دوران عمائمہ کو خاموش پایا تو اسے اندر گھسیٹا۔

"ہاں سب ہو جائے گا۔"

عمائمہ نے مسکرا کر زنیرہ کو تسلی دی تھی جس پر وہ مسکرا دیں۔ عمائمہ کے کہے پر انہیں اعتبار تھا۔

"تو بس پھر طے ہوا، اگلے ہفتے کے روز آپ لوگ ہماری طرف انوائیٹڈ ہیں۔"

عائزہ نے مسکرا کر اعلان کیا تھا جس پر سب مسکرا دیے۔

"آپ لوگ باتیں کریں میں چائے لے کر آئی۔"

حوا کہتی ہوئی اٹھ گئی تو عمائمہ بھی فریش ہونے کی غرض سے لاؤنج سے نکلتی اپنے کمرے کی جانب جانے لگی جب حوا کی آواز کانوں میں پڑی۔

"تم ٹھیک ہو عمائمہ؟"

عمائمہ کے چہرے پر تاریک سا سایہ گزرا۔ لیکن خود کو کمپوز کرتے ہوئے وہ مڑی اور مسکرا کر گویا ہوئی۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔ کیوں کیا ہوا؟"

عمائمہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو حوا نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

"مجھے تم کچھ ڈاؤن سی لگی تھی۔"

حوا نے گہری نظریں جمائے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو عمائمہ نے مسکراہٹ مزید بڑی کی۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہے بس کام زیادہ تھا آفس میں تو تھک گئی ہوں۔ کافی پی کر فریش ہو جاؤں گی۔ بس ایک کپ کافی تیار رکھو میں آ رہی ہوں۔"

عمائمہ نے مسکراتے ہوئے اسے کہا اور آخر میں شرارت سے آنکھ بھی دبا گئی تو حوا نے گہری سانس بھری اور سر ہلا دیا۔

عمائمہ مڑ کر اپنے کمرے میں داخل ہو گئی لیکن پیچھے حوا کی مسکراہٹ مدھم ہو گئی تھی۔اسے معلوم تھا عمائمہ آج پریشان ہے۔

وہ فریش ہو کر نیچے آئی اور ان سب کے درمیان آ کر بیٹھ گئی۔ حوا نے کافی کا مگ اس کی جانب بڑھایا جسے اس نے ایک مسکراہٹ سے وصول کیا۔

لاؤنج میں چائے اور الائچی کی ملی جلی خوشبو فضا کو معطر کیے ہوئے تھی۔

"عائزہ تم نے اپنے چھوٹے بیٹے سے نہیں ملوایا اب تک ؟"''

زنیرہ بیگم نے جیسے یاد آنے پر پوچھا تھا۔

"ارے وہ کم ہی گھلتا ملتا ہے، ویسے بھی وہ اس وقت آفس میں ہوتا ہے۔"

آئزہ نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"اچھا چلو ہفتے کو مل لیں گے۔"

زنیرہ بیگم نے بھی بات ختم کرتے ہوئے کہا تب تک حوا کوئی اور بات شروع کر چکی تھی۔البتہ عمائمہ خاموشی سے بیٹھی سب کو باتیں کرتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ عمارہ یا حوا میں سے کوئی اسے کسی بات میں شامل کرتا تو وہ مسکرا کر جواب دے دیتے اور پھر خاموشی سے بیٹھی رہتی۔

میں تو غزل سنا کے اکیلا کھڑا رہا

سب اپنے اپنے چاہنے والوں میں کھو گئے

==============

urdunovelsblog

وہ کافی کا مگ ہاتھ میں تھامے بالکنی پر لگے جھولے میں بیٹھی کالی شال کاندھوں پر اوڑھے سیاہ آسمان کو تک رہی تھی۔ دھند پھیلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے چاند کا منظر دھندلا تھا۔ حوا اس کے کمرے میں داخل ہوئی اور توقع کے عین مطابق اسے بالکنی میں بیٹھا پایا تو وہیں چل دی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

حوا نے خاموشی سے ریلنگ کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے کہا تھا۔ عمائمہ چونکی نہیں تھی وہ جانتی تھی اس وقت حوا ہی ہو سکتی ہے۔

"یہی کہ وقت کے ساتھ کتنا کچھ بدل جاتا ہے نا۔ حالات، لوگ، وقت، دوست۔"

عمائمہ نے کہا تو حوا نے اضافہ کیا۔

"احساس، قدر، قیمت۔"

عمائمہ نے حوا کو دیکھتے ہوئے پکارا تھا۔

"حوا۔"

"ہنہنہ۔"

جواباً حوا متوجہ ہوئی تھی۔

"کیا کچھ ایسا ہے جو اپنوں کو بدلنے سے روک سکے؟"

عمائمہ کے سوال پر وہ مسکرا دی۔

"جو ہمارا ہوتا ہے اسے روکنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جو ہمارے ہوتے ہیں وہ نہیں بدلتے۔ زندگی کے کسی مقام پر وہ نئے لوگوں کو شامل کر لیتے ہیں لیکن ہماری قدر و قیمت وقت کے ساتھ بڑھتی ہے کم نہیں ہوتی۔ ایسا تب ہوتا ہے جب وہ ہمارے اپنے ہوں۔"

urdunovelsblog

حوا کے جواب پر وہ کہنے لگی۔

"اگر ہمیں محسوس ہو کہ کوئی بدل رہا ہے اور اگلا انسان نہ بدلا ہو تو؟"

عمائمہ نے حوا کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا تھا۔

"نمرہ احمد کہتی ہیں کہ ہم غلط سن سکتے ہیں، غلط لکھ سکتے ہیں، غلط بول سکتے ہیں لیکن غلط محسوس نہیں کر سکتے۔ ہم خود سے جھوٹ بول رہے ہوتے ہیں کہ سامنے والا نہیں بدلا لیکن دور اندر ہم مان رہے ہوتے ہیں کہ وہ بدل رہا ہے۔"

حوا کے جواب پر ایک آسودہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر آئی تھی۔

"تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

عمائمہ نے استفسار کیا تھا۔

".A pleasant good bye"

حوا کے جواب پر وہ ہنس دی تھی۔

"اس کے علاوہ کوئی آپشن دو۔"

عمائمہ نے کہا تو حوا سوچتے ہوئے بولی۔

"تو ان چیزوں کے بارے میں سرے سے سوچنا ہی چھوڑ دو۔ جو وقت ان کو دیتے ہیں وہ کسی اور کو دینا شروع کر دیں۔"

حوا کے جواب پر عمائمہ ایک بار پھر ہنس دی تھی۔

"ایسے مت بولو کہیں بعد میں تمہیں پچھتانا نہ پڑ جائے۔"

عمائمہ کی بات پر حوا نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"اگر میں کہوں کہ وہ بدلنے والی تم ہی ہو تو؟"

عمائمہ کی بات غیر متوقع تھی جس پر حوا کچھ تذبذب کا شکار ہوئی۔

"میں تو نہیں بدلی۔"

کچھ حیرانی سے حوا نے جواباً کہا تھا۔

"تم نے خود ہی تو کہا کہ ہم غلط محسوس نہیں کر سکتے۔"

عمائمہ کی بات پر حوا نے اسے ایک مکا جڑا تھا۔

"تم میرے ساتھ گیم نہ کھیلو۔ مجھے میرے ہی الفاظ میں مت الجھاؤ۔"

حوا نے کہا تو عمائمہ گویا ہوئی۔

"ہر شخص یہاں اپنے اپنے الفاظ کے اثرات میں الجھا ہوا ہے۔ ہم نے خود کو خود کے الفاظ کا پابند کر لیا ہے۔"

حوا کچھ گہری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تمہیں محسوس ہو رہا ہے کہ میں بدل گئی ہوں؟"

حوا کی بات پر عمائمہ نے اسے دیکھتے ہوئے سر ہلا دیا۔

"ہاں!! مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ تم مجھے بھول رہی ہو۔"

عمائمہ کی بات پر وہ خاموش ہی رہی۔

"عمائمہ تمہیں اپنا سیلف ایسٹیم لیول بڑھانا ہو گا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہاری شخصیت ایسی ہے کہ کوئی تمہیں آسانی سے نہیں بھول سکتا۔"

حوا نے مدھم لہجے میں کہا تھا۔

"تو کیا تم مجھے اگنور کر رہی تھی؟"

urdunovelsblog

عمائمہ نے معصوم بچوں کے سے انداز میں پوچھا تھا۔

"نہیں عمائمہ ! تم میری بہن ہو اور نانو کے بعد تم واحد خونی رشتہ ہو میرے پاس جو مجھ پر جان وارنے کو تیار ہوتی ہے۔ جو مجھ پر کسی مشکل کو برداشت نہیں کرتی۔ میں تمہیں کیسے اگنور کر سکتی ہوں؟"

حوا نے کہتے ہوئے آخر میں اسے گلے لگا لیا تھا۔

"تم میری زندگی میں میرا سب سے قیمتی رشتہ ہو میں تمہیں نہیں کھو سکتی۔"

عمائمہ بھی خاموشی سے اس کے گلے لگ گئی تھی۔ اس کے دل کو تسلی مل گئی تھی۔

"تم جانتی ہو نا حوا کہ میں اپنے رشتوں کو لے کر کتنی پوزیسیو ہوں۔ مجھے نہیں پسند جب تم مجھے چھوڑ کر کسی اور کو زیادہ اہمیت دیتی ہو۔ ہاں ہوں میں اٹینشن سیکر، مجھے میرے گنے چنوں رشتوں کے لیے پوزیسیو ہونے میں برائی نظر نہیں آتی۔"

وہ اس کے گلے لگے اپنے دل کا حال بیان کر رہی تھی۔

اور وہ خاموشی سے سنتی اسے اس کے اہم ہونے کا احساس دلا رہی تھی۔

urdunovelsblog

ہے محبت حیات کی لذت ورنہ کچھ لذت حیات نہیں

کیا اجازت ہے ایک بات کہوں وہ مگر خیر کوئی بات نہیں

==================

فروری کے آغاز کے ساتھ ساتھ بہار کی آمد بھی تھی۔ اسلام آباد کی فضا میں سردیوں کی موجودگی واضح تھی۔ لیکن معمول سے ہٹ کر آج کچھ ہوائیں بھی چل رہی تھیں جس کی وجہ سے ہوا میں خنکی در آئی تھی۔ ایسے میں نور منزل میں کچھ پریشانی کی فضا کا راج تھا۔ صبح کے گیارہ بجے کا وقت تھا اور زنیرہ بیگم پریشانی سے سامنے بیٹھے آدمی کو دیکھ رہی تھیں۔

"تم پاکستان کیوں آئے ہو؟"

لمبی خاموشی کے بعد زنیرہ بیگم کی آواز نے فضا کا سکوت توڑا تھا۔ جس پر سامنے موجود امبر رنگ آنکھوں والا مرد خاموشی سے سر جھکائے بیٹھا رہا بالکل کسی کٹہرے میں کھڑے مجرم کی طرح جو اپنی آخری پیشی پر موجود ہو۔

"بیٹا جی تمہیں پاکستان نہیں آنا چاہئے تھا۔"

زنیرہ بیگم نے گہری سانس بھرتے ہوئے کہا تھا۔ چہرے پر بے چینی واضح تھی۔

"میری دو بیٹیاں ہیں جن سے ملنے کو میرا دل تڑپتا ہے، ان کی آواز سننے کو میرے بوڑھے کان ترستے ہیں، میری آنکھیں ان کے مسکراتے چہرے دیکھنے کی خواہش کرتی ہیں۔"

شایان نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا تو زنیرہ بیگم اپنے لب بھینچ گئیں۔

"میرے مقدر میں رب نے تین بیٹے لکھے مگر عمائمہ اور حوا کے بعد بیٹی کی رحمت سے محروم رکھا۔"

شایان نے کچھ ہارے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔ وہ برسوں کا تھکا مسافر لگتا تھا۔

"بیٹی ایک رحمت ہوتی ہے اور مجھے اس رحمت کی قدر نہیں تھی سو اللہ نے دوبارہ مجھے اس رحمت سے محروم رکھا۔"

شایان نے ڈھلکے ہوئے کاندھوں کو مزید ہارے ہوئے انداز میں ڈھلکا دیا۔

وہ نیوی بلیو شرٹ کے ساتھ فارمل پینٹ پہنے ساتھ بلیک کورٹ پہنے ہوئے تھے۔ اپنی پرسنالٹی کو مین ٹین کر کے رکھا ہوا تھا جس کی وجہ سے ان کی عمر کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

"دیکھو شایان میں کوئی تلخ کلامی نہیں چاہتی، تم آئندہ یہاں مت آنا اور عمائمہ کے سامنے جانے کی غلطی تو کسی طور مت کرنا۔ تمہیں تمہارے تینوں بیٹوں کا واسطہ ہے۔"

زنیرہ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا تھا۔

"ایسا مت کہیں، مجھے نورے سے محبت تھی۔ بس غلط فہمیاں تھیں جنہیں میں دور نہ کر سکا۔"

شایان اپنی جگہ سے اٹھ کر زنیرہ بیگم کے گھٹنوں کے پاس زمین پر بیٹھ گیا تھا اور انکے جڑے ہوئے ہاتھوں کو نیچے گرا گیا تھا۔

"آج تو یہ بات بول دی ہے دوبارہ مت بولنا۔ ویسے بھی نور مرنے سے پہلے تم سے طلاق لے چکی تھی۔"

زنیرہ بیگم نے چہرے کا رخ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔ وہ بامشکل اپنی آنکھوں کی نمی چھپا رہی تھیں۔ شایان اٹھ کر سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"مگر میں نے کاغذات پر دستخط نہیں کیے تھے۔"

اس نے جیسے یاد دلوایا تھا۔

"تم نے شراکت تو کر دی تھی۔ خیر وہ میرا مسلئہ نہیں ہے۔ تم یہاں سے جا سکتے ہو کبھی دوبارہ نہ آنے کے لیے۔ ہمیں سکون سے جینے دو۔"

زنیرہ بیگم کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھ گئیں۔

"آپ مجھے میری بیٹیوں سے الگ نہیں کر سکتیں۔"

urdunovelsblog

شایان بھی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"اپنا جملہ درست کرو شایان ملک! تم نے خود کو خود دور کیا تھا اپنی بیٹیوں سے، وہ تم تھے جو نورے کے بعد اپنی اولاد کو تن تنہا چھوڑ کر اپنی نئی بیوی کے ساتھ ملک سے باہر چلے گئے تھے۔ اب اس سے پہلے کہ نورے کی بیٹیاں آئیں، چلے جاؤ یہاں سے۔"

زنیرہ نے اب کی بار کچھ سختی سے کہا تھا اور پھر لاؤنج سے نکلنے کی غرض سے مڑی تھیں لیکن حوا کو لاؤنج کے دروازے پر کھڑا پا کر ساکت ہوئی تھیں۔

شایان تھکے ہارے وجود کے ساتھ لاؤنج سے نکلنے کو تھے لیکن زنیرہ بیگم کے رکے قدم دیکھ کران کی جانب دیکھنے لگے اور پھران کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھاتوخود کے قدم بھی رک گئے۔

حوآفس کے کام کے سلسلے میں آج جلدی چلی گئی تھی اوراب فراغت ملتے ہی نانو کے ہاتھ کاناشتہ کرنے گھر آئی تھی لیکن لاؤنج میں کھڑے اپنے باپ کو دیکھ کراس کے قدم تھمے تھے۔

"آپ؟"

حوا کی آواز کسی پستی سے آئی تھی۔

"حوامیری بیٹی مجھے معاف کردو۔کب تک اپنے باپ سے ناراض رہو گی۔"

شایان نے کہتے ہوئے اس کے کاندھے تھامے تھے جس سے وہ ہوش کی دنیامیں واپس لوٹی تھی اور پھر آسودہ مسکراہٹ سے کہنے لگی۔

"میں آپ سے ناراض نہیں ہوں۔آپ کی زندگی تھی آپ جو مرضی کرتے۔"

اس نے کہہ تودیاتھالیکن وہ جانتی تھی اسے اس بات سے فرق پڑتا تھا۔

"عمائمہ کے آنے سے پہلے اپنے باپ کو یہاں سے بھیج دیناورنہ ایک قیامت برپاہو گی اس گھرمیں۔"

زنیرہ بیگم کہہ کررکی نہیں تھیں،لاؤنج سے نکل گئی تھی۔اب پیچھے وہ اوراس کا باپ تھاجو ایک لمبے عرصے کے بعد اس کے سامنے تھا۔جس کی وجہ سے آج تک وہ عمائمہ کو سمجھانہیں پائی تھی۔

لیکن ہر چیز کوایک طرف پھینک کر بیٹی اور باپ کے درمیان موجود کشش نے اسے کھینچاتھااور وہ روتے ہوئے اس کے گلے لگ گئی تھی۔پھر وہیں لاؤنج میں بیٹھے وہ کافی دیر باتیں کرتے رہے تھے لیکن پھر زنیرہ بیگم کے کہنے پر وہ اپنے باپ کو رخصت کرنے اٹھ گئی تھی۔

وہ شایان کی گاڑی کے پاس کھڑے تھے اوراب وہ اسے پیار دیتے ہوئے گویاہوئے تھے۔

urdunovelsblog

"عمائمہ کدھر ہے حوا؟"

شایان نے التجایہ انداز میں کہا تھا۔

"بہتر ہو گا کہ آپ اس سے نہ ملیں۔ وہ بہت گرم مزاج کی ہے اور جذباتی ہو کر کچھ کر نہ دے۔"

حوا نے وہی کہا جو سچ تھا۔ وہ عمائمہ کو اچھے سے جانتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ شایان ملک عمائمہ سے ملے اور ان کے جانے کے بعد عمائمہ ڈسٹرب ہو۔

"تم اس کا پتہ بتا دو کہ وہ کہاں ملے گی۔ میں بس اس سے ایک بار ملنا چاہتا ہوں۔"

شایان نے اصرار کرتے ہوئے کہا تھا۔

تو مجبوراً حوا نے عمائمہ کے آفس کا پتہ انہیں دے دیا۔ جس پر وہ خوش ہوتے اس کے آفس کی جانب روانہ ہو گئے۔

========

کمرے میں ہیٹر کی گرمائش کی وجہ سے سردی محسوس نہ ہوتی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی سامنے بیٹھی لڑکی سے محو گفتگو تھی۔ اس کے گہرے بھورے اور کالے رنگ کے امتزاج کے بال آج خلاف معمول اونچی پونی میں قید تھے۔ چہرے پر دو آوارہ لٹیں طواف کر رہی تھیں جنہیں وہ وقتاً فوقتاً کانوں کے پیچھے اڑسنے کہ کوشش کرتی تھی۔

"عائشہ آپ کو مزید معلومات فراہم کر دے گی اور آپ کی ہر قسم کی مدد کر دے گی۔ مجھے کچھ ضروری کام سے نکلنا ہو گا۔"

عمائمہ نے دائیں کلائی پر بندھی کالے رنگ کی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے کہا تو سامنے بیٹھی لڑکی مسکرا دی۔

"بہت شکریہ عمائمہ ڈئیر۔ مجھے تمہارا کام کافی پسند آیا اور باقی گفتگو اگلی مرتبہ ہو گی۔ انشاءاللہ!"

وہ لڑکی مسکرا کر کہتی اٹھ کھڑی ہوئی تو عمائمہ بھی شکریہ ادا کرتی اسے لے کر کیبن سے نکل آئی اور اپنی سیکرٹری عائشہ کو باقی کا کام سمجھا کر خود جاگرز سے تیز تیز قدم چلتی ہاتھ میں براؤن جیکٹ پکڑے باہر نکل آئی۔

وہ بلیک شرٹ جس کے ساتھ براؤن ہی فارمل پینٹ پہنے ہوئے تھی، چلتے چلتے اس پر براؤن جیکٹ بھی پہن گئی۔ گلے میں مفرل لپیٹ رکھا تھا۔

وہ چلتی ہوئی پارکنگ میں پہنچی۔ اس کا ارادہ اب یونیورسٹی جا کر کلاس لینے کا تھا لیکن سامنے ہی ایک گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کوئی جانا پہچانا نظر آیا جو اپنے موبائل میں مصروف سا تھا۔

وہ چلتے ہوئے اس تک پہنچ گئی۔

"تم یہاں؟"

عائمہ نے کچھ نارمل لہجے میں کہا تو وہ جانی پہچانی نسوانی آواز پر چونکا اور سامنے اسے پا کر مزید حیران ہوا۔

"ارے تم۔ کیا بد صورت اتفاق ہے۔"

عارض نے مسکراتے ہوئے موبائل جیب میں ارسا اور اپنی سرمئی آنکھوں کو اس پر گاڑا۔

"یہاں کیا کر رہے ہو؟"

عائمہ نے نظریں ہٹاتے ہوئے آس پاس دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں جواب دہ نہیں ہوں۔"

عارض نے بھی نگاہیں پھیر کر جواباً کہا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ عائمہ کو اسکا اس طرح دیکھنا پسند نہیں آیا۔

"سیدھی طرح بتاؤ۔"

عائمہ نے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے اسے کہا تھا تو وہ بھی گہری سانس سرد ہوا کے سپرد کرتا گویا ہوا۔

"برہان کی بہن کے نکاح کے ڈریس کا آرڈر دینے آئے ہیں۔"

عارض نے کہا تو عائمہ نے ذہن پر زور ڈالا۔

urdunovelsblog

"وہ پولیس والا؟"

عمائمہ کے کہنے پر وہ ہنس دیا جس سے اس کے بائیں گال کا ڈمپل واضح ہوا۔

"وہ کوئی پولیس والا نہیں ہے مس بلیک۔"

عارض نے مسکرا کر کہا تھا۔

"تو اس نے اس دن جھوٹ بولا تھا کیا؟"

عمائمہ نے حیرت سے کہا تھا۔

"ہاں! آپ خود کو محفوظ سمجھیں اس لیے۔"

عارض نے کہتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھا تھا جو ہوا سے اڑتے اپنے بالوں کو سمیٹ رہی تھی۔ایک کاندھے پر بیگ تھا اور دوسرے ہاتھ میں گاڑی کی چابی پکڑ رکھی تھی۔

"ہمم۔۔ تھینکس اس دن کے لیے۔۔وہ میں۔۔"

عمائمہ کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے جب عارض کی پشت سے آتے آدمی پر نظر پڑی تھی۔اسے کچھ سکینڈ لگے تھے انہیں پہچاننے میں۔

عارض اس کے یوں اچانک بولتے بولتے چپ ہو جانے پر اس کے نگاہوں کے تعاقب میں مڑا تھا لیکن ایک آدمی کو ان کی طرف آتا دیکھ کر وہ ناسمجھی سے عمائمہ کو دیکھنے لگا جو ابھی تک خاموش کھڑی تھی۔

"کیا ہوا؟"

عارض نے پریشانی سے پوچھا تھا جس پر عمائمہ فوراً ہوش میں لوٹی تھی۔

"اب میں جو بھی بولوں گی خاموش رہنا اور ہاں میں ہاں ملانا۔پلیز۔"

عمائمہ نے کہتے ہوئے پاس آتے آدمی کو دیکھا تھا۔

"کیوں کیا ہوا؟"

عارض کے پوچھنے پر وہ کچھ نہ بولی کیونکہ وہ آدمی ان تک پہنچ چکا تھا۔ عارض نے ناجانے کیوں خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔ وہ ایک بار پہلے بھی اس کی مدد کر کے پچھتا رہا تھا اور اب بھی بغیر سوچے سمجھے اس کی بات مان رہا تھا۔

"عمائمہ میری بچی۔"

شایان کی آواز پر عمائمہ کے ساتھ ساتھ عارض نے بھی مڑ کر دیکھا تھا، جواب ان دونوں کے پاس آ کھڑے ہوئے تھے۔

"جی کون؟"

عمائمہ نے انجان بننے کی کوشش کی تھی اور پھر ساتھ ہی یوں کہنے لگی جیسے اچانک یاد آیا ہو کہ وہ کون ہیں۔

"اوہ اچھا۔ اچھا۔ کیسے ہیں مسٹر شایان؟"

عمائمہ نے نارمل لہجے میں پوچھا تھا جیسے وہ کوئی انجان ہوں۔ شایان کے چہرے پر سایہ سا گزرا تھا۔

"ٹھیک۔"

وہ بجھے دل سے بولے تھے۔

"یہاں کا اڈریس کس نے دیا آپ کو؟"

عمائمہ نے اپنے لہجے کو حد درجے تک نارمل رکھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ سامنے کھڑے شخص پر اپنے کسی جذبے کا اظہار نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"وہ حوا سے لیا تھا۔"

شایان خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولے تھے۔ وہ کہیں سے بھی ایک کامیاب بزنس مین نہیں لگ رہے تھے۔

"یعنی آپ حوا سے مل چکے ہیں۔۔ رائٹ!!"

عمائمہ نے کچھ طنزیہ کہا تھا لیکن اپنے چہرے سے مسکراہٹ غائب نہ ہونے دی تھی۔ عارض خاموش کھڑا دونوں کے چہرے تک رہا تھا، جہاں بلا کی مشابہت تھی۔ کچھ دیر فضا میں صرف ہواؤں کے چلنے کی آواز آتی رہی۔

"میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟"

عمائمہ کے بے تاثر لہجے پر شایان کا دل ڈوبا تھا۔

"کیا میں تم سے مل نہیں سکتا؟"

شایان نے جواباً اُس سے استفسار کیا تھا۔

"اس بات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔"

عمائمہ نے کہتے ہوئے ہوا سے بکھرتے اپنے بال سمیٹے تھے۔ فضا میں پھر سے خاموشی کا راج ہو گیا تھا۔

سڑک پر چلتی گاڑیوں کی آواز اور تیز ہوا کے جھونکوں کی آواز فضا کو عجیب ساویران محسوس کروا رہی تھی۔

شایان نے بات کرنے کے لیے الفاظ اکٹھے کیے اور پھر چپ ہو گئے۔

"یہ لڑکا کون ہے؟"

عمائمہ نے شایان کے چہرے پر پھیلے تناؤ کو دیکھا تھا۔ جو شاید اس لڑکے کے لیے ناپسندیدگی کی وجہ سے تھا یا شاید اس کے یہاں کھڑے ہونے کی وجہ سے تھا۔

"یہ۔۔یہ۔۔ میرا منگیتر ہے، ہونے والا شوہر۔"

عمائمہ نے کچھ سوچتے ہوئے عارض کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جو یکدم حیران ہوا لیکن عمائمہ سے نظریں ملنے پر وہ زبردستی مسکرا دیا۔

جبکہ دوسری طرف عمائمہ کے جواب پر شایان کے چہرے کی جوت بجھی تھی۔

"بتایا ہی نہیں تمہاری نانو نے۔"

شایان نے کچھ مدھم لہجے میں کہا تھا۔

"یعنی آپ گھر بھی گئے تھے۔"

عمائمہ نے کچھ ناپسندیدگی سے کہا تھا۔اسے ان کا یوں نور منزل میں جانا پسند نہیں آیا تھا۔

"ہاں ملنا چاہتا تھا۔"

شایان نے مسکرا کر کہا تھا۔

"کس حیثیت سے۔۔ کس رشتے سے۔۔؟"

عمائمہ نے کچھ تلخی سے کہا تھا۔اب اس کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔عارض خاموشی سے دونوں کو سن رہا تھا۔عمائمہ کے چہرے کے اتار چڑھاؤ بھی اچھے سے نوٹ کر رہا تھا۔

"میں تمہارا۔۔۔"

شایان کی بات کو عمائمہ نے درمیان میں ہی اچک لیا تھا۔

"اوہ پلیز میرے ساتھ فضول کے تعلقات بنانے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو۔"

عمائمہ یہ کہتے ہوئے اپنے لہجے کی تلخی نہیں چھپا سکی تھی۔عارض اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا۔

"تمہارے کہنے سے رشتے ٹوٹ نہیں جائیں گے عمائمہ۔"

شایان نے جیسے اسے سمجھانا چاہا تھا۔

"آپ کے کہنے سے رشتے تخلیق بھی نہیں ہوں گے مسٹر شایان ملک۔"

عمائمہ نے کہتے ہوئے رخ پھیرا تھا اور خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کی تھی۔اسے ان کے سامنے کوئی جذبہ ظاہر نہیں کرنا تھا۔وہ کمزور نہیں تھی۔وہ مضبوط تھی۔وہ خود کو یہ یقین دلانے میں مصروف تھی کہ شایان کی آواز دوبارہ اس کے کانوں میں پڑی۔

"کیانام ہے تمہارے منگیتر کا؟"

اور اسی سوال پر عمائمہ کو اندازہ ہوا تھا کہ اسے سامنے کھڑے لڑکے کا نام معلوم نہیں تھا جس کو وہ اپنا منگیتر بتا رہی تھی۔

شایان نے ایک نظر عارض کو سر تا پیر دیکھتے ہوئے پوچھا تھا جو گرے پینٹ پر سیاہ ہوڈی پہنے ہوئے تھا۔ بالوں کو نفاست سے سیٹ کیے، سرمائی آنکھوں میں سب سمجھنے کی کوشش واضح تھی۔

"آپ کا جاننا ضروری نہیں ہے۔ اور بہتر ہوگا کہ آپ اسے خلوص سے مخاطب کریں۔"

عمائمہ کے سرد انداز میں کہنے پر وہ گہری سانس خارج کرتے عارض کی جانب گھومے تھے۔

"کیانام ہے بیٹا تمہارا؟"

شایان نے کچھ نرم لہجے میں عارض کو مخاطب کیا تو وہ مسکراتے ہوئے جوابا بولا۔

"عارض سلطان."

عارض کے کہنے پر عمائمہ نے اس کی جانب دیکھا تھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کا نام معلوم نہیں تھا۔ باتوں باتوں میں عارض تو جان گیا تھا کہ اس کا نام عمائمہ ہے لیکن عمائمہ ابھی بھی اس کے نام سے ناواقف تھی۔ اور اب عارض کے بتانے پر وہ فوراً ذہن میں نقش کر گئی تھی۔

"اور کیا کام کرتے ہوئے عارض؟"

شایان نے اگلا سوال اس کی جانب اچھالا تھا۔ وہ عمائمہ سے نظریں ہٹاتا انہیں دیکھنے لگا۔

"بابا کی کمپنی تھی وہی چلاتا ہوں، بھائی کے ساتھ مل کر۔"

عارض نے نرم انداز میں جواب دیا تھا جو شایان کو خاصا پسند آیا تھا۔

"کس چیز کی کمپنی۔"

شایان نے اگلا سوال اس کی جانب اچھالا تھا اس سے پہلے کہ عارض کوئی جواب دیتا، عمائمہ سخت بدمزہ ہوئی تھی۔

"اہ کم آن! آپ کو اس کی تفتیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ عارض اور میری پسند کی منگنی ہے تو آپ کو فضول تفتیش کی ضرورت نہیں۔"

عمائمہ کے کہنے پر وہ خاموش ہو گئے۔

"چلتی ہوں خدا حافظ! چلیں عارض؟"

انہیں الوداع کہتی وہ عارض کو مسکرا کر چلنے کا پوچھنے لگی جس پر وہ گڑ بڑایا اور پھر عمائمہ کی گھوری پر فوراً سر ہلا گیا۔

"ہاں چلو۔"

عارض نے بھی مسکرا کر کہتے ہوئے ایک آئیڈیل کپل ہونے کا ثبوت پیش کیا تھا اور عمائمہ کے ساتھ چل دیا۔

عمائمہ نے چلتے ہوئے گاڑی کی چابی اس کی جانب اچھالی تھی جسے بڑی مہارت سے اس نے کیچ کیا تھا۔ وہ دونوں چلتے ہوئے گاڑی میں آ بیٹھے تھے اور شایان بھی ان کو دیکھتے ہوئے اپنی گاڑی میں آ بیٹھے۔

==============

وہ مسکرانے ہوئے دونوں گاڑی میں بیٹھے تھے اور گاڑی بھگاتے ہوئے آفس کی حدود سے باہر نکل آئے تھے۔ جیسے ہی وہ باہر نکلے تھے دونوں کے چہروں سے مسکراہٹ غائب ہوئی تھی اور عمائمہ گہرے گہرے سانس بھرنے لگی تھی۔

"آر یو اوکے؟"

عارض نے پریشانی سے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے عمائمہ کو گہرے سانس بھرتے دیکھا تھا۔

"پانی۔۔"

عمائمہ نے کہتے ہوئے پچھلی سیٹ پر پڑے بیگ کی جانب اشارہ کیا تو عارض نے ایک نظر سڑک پر ڈال کر پیچھے سے عمائمہ کا بیگ ہاتھ بڑھا کر پکڑا اور کچھ ہچکچاتے ہوئے اس کی زپ کھول کر اندر سے پانی کی بوتل نکال کر اسکی جانب بڑھا دی۔

عمائمہ نے فوراً بوتل کو منہ لگایا اور گھونٹ بھرتی خود کو کمپوز کرنے لگی۔ کچھ دیر میں وہ خود کو کمپوز کر چکی تھی۔

"آپ ٹھیک ہو؟"

عمائمہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا جو ایک نظر سامنے دیکھ رہا تھا اور ایک نظر اسے دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے سے پریشانی بھی واضح تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

وہ بوتل کو بیگ میں اڑستے ہوئے آنکھوں میں آئے پانی کو بے دردی سے رگڑ گئی۔اس کے جواب پر عارض کچھ نارمل ہوا تھا۔

کچھ دیر گاڑی میں خاموشی رہی۔

"ہم کدھر جا رہے ہیں؟"

عارض نے عمائمہ کی گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"بس چلاتے جاؤ۔اس سے پہلے کہ وہ ہمیں فالو کریں۔"

عمائمہ نے گہری سانس بھرتے ہوئے کہا تھا۔

گاڑی میں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی جسے عارض کے موبائل فون پر آتی کال کی آواز نے توڑا تھا۔

"ہاں برہان! گاڑی کی چابی تو تیرے پاس ہے تو ایسا کرنا سجل کو لے کر خود ہی چلے جانا۔مجھے ضروری کام ہے۔بعد میں ملتے ہیں۔"

عارض نے موبائل کو سپیکر پر لگا کر سامنے ڈیش بورڈ پر رکھ کر ایک ہی سانس میں جواب دیا تھا۔

"عارض بھائی آپ زرا مجھے ایک بار ملیں اب،اب کا قیمہ نہ بنایا تو میرا نام بھی سجل نہیں۔میری بار آپ کو کام یاد آ جاتے ہیں۔آپ نا مجھے اپنی بہن سمجھتے ہی نہیں ہیں۔"

برہان کی بجائے سجل کی آواز گاڑی میں گونجی تھی جس پر عمائمہ اور عارض کی نظریں ملی تھیں اور سجل کے اگلے جملوں پر عمائمہ کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

"اچھا میری ماں بنا لینا میرا قیمہ۔مجھے حقیقتاً ضروری کام ہے۔"

عارض نے کچھ شرمندگی سے کہا تھا۔

"افف عارض بھائی میں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ آپ کسی لڑکی کے ساتھ گئے ہوں گے۔جانتی ہوں کوئی لڑکی آپ کو برداشت ہی نہیں کر سکتی۔"

سجل کی بات پر عارض اور عمائمہ کی پھر سے نظریں ملی تھیں اور عمائمہ بامشکل اپنی ہنسی کا گلہ گھونٹ رہی تھی۔

"آکر بات کرتا ہوں سجلے۔"

عارض نے کہتے ہوئے ڈیش بورڈ سے فون اٹھا کر فوراً کال کاٹی تھی۔کال کاٹنے کی دیر تھی کہ عمائمہ کا قہقہہ گاڑی میں گونجا تھا جس پر عارض کچھ خجل ہوا تھا۔

"تمہاری بہن بھی جانتی ہے کہ تمہیں کوئی لڑکی برداشت نہیں کر سکتی۔"

عارض نے اسکی بات پر آنکھیں گھمائی تھیں۔

"ویسے وہ شخص کون تھا؟"

عارض نے بات کا رخ موڑتے ہوئے کہا تھا۔وہ اسلام آباد کی سڑکوں پر بے مقصد ہی گاڑی چلا رہا تھا۔

اس کے سوال پر عمائمہ کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

"تمہارا جاننا ضروری نہیں ہے۔"

عمائمہ نے گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"لو بھئی۔منگیتر ہوں تمہارا۔یہ جاننا تو فرض ہے مجھ پر۔"

عارض نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"قتل ہونے کا شوق ہے تمہیں؟"

عمائمہ نے سخت گھوری سے نوازتے ہوئے کہا تو وہ مسکراہٹ دبا گیا۔

"ہونے والے شوہر کو قتل کرنے کی دھمکیاں دے رہی ہو۔"

عارض نے دوبارہ سے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے کہا تھا جس پر وہ چیخی تھی۔

"عارض!!!"

عمائمہ کے چیخنے کا رتی برابر بھی اثر نہ لیتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"یس فیوچر وائف!"

عارض کو اسے تنگ کرنے میں مزہ آرہا تھا۔

"میں تمہارے منہ کا نقشہ بگاڑ دوں گی۔"

عمائمہ نے دھمکی دیتے ہوئے اپنے بلی جیسے ناخن دکھائے تھے جو زیادہ لمبے تو نہ تھے لیکن عام ناخنوں سے زرا لمبے تھے۔ اس کی لمبی اور باریک مصوروں کی طرح کی انگلیاں تھیں جس پر ایک لمحے کے لیے عارض کی نگاہیں ٹکی تھیں۔

"سوچ لینا۔۔اللہ کے بعد اب تمہاری جان ڈرائیو کرنے والے کے ہاتھ میں ہے۔"

عارض کی بات پر وہ غصے سے ناک پھلاتی منہ پھیر کر بیٹھ گئی تھی جس پر عارض نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔

"ویسے کیا میں آپ کا نام جان سکتا ہوں؟"

عارض نے کچھ دیر بعد کہا تھا۔

"عمائمہ شایان ملک۔"

عمائمہ نے کھڑکی سے باہر بہتی اسلام آباد کی سڑکوں کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"مطلب وہ آپ کے۔۔"

عارض نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

"ہاں وہ میری ماں کے شوہر تھے۔"

عمائمہ نے نخوت سے کہا تھا۔

"کوئی جھگڑا ہوا ہے؟"

عارض نے محتاط لہجے میں پوچھا تھا۔

"جھگڑتے صرف اپنوں سے ہیں۔"

عمائمہ نے تلخی بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"ہم جتنی بار ملے ہیں ہمیشہ جھگڑتے ہیں تو کیا تم میری اپنی ہو؟"

عارض نے پھر سے شرارت بھرے لہجے میں کہا تھا جس پر عمائمہ نے اسے گھورا تھا۔

"بکواس نہ کرو۔ دماغ درد کر رہا ہے۔"

عمائمہ نے بے زار لہجے میں کہتے ہوئے، دماغ کی رگوں کو دو انگلیوں مسلا تھا۔

"اب یہ بکواس تو ساری زندگی سنو گی۔ آخر کو ہونے والا شوہر ہوں تمہارا۔"

عارض نے مسکراہٹ دبا کر کہا تھا جس پر وہ غرائی تھی۔

"عارض سلطان!"

عمائمہ کے چیخنے پر وہ ہاتھ کھڑے کر گیا تھا۔

urdunovelsblog

"اچھا اچھا کچھ نہیں بولتا۔کافی پینے چلتے ہیں۔"

عارض نے کافی کی دعوت دی جسے وہ آرام سے ٹھکرا گئی۔

"نو تھینکس۔"

وہ کہتے ہوئے انگلیوں سے دماغ کی شریانوں کو مسل رہی تھی۔

"پیسے تم ہی دو گی۔میں کوئی ڈیٹ پر نہیں جارہا۔میرا دوست وہاں سے پک کر لے گا مجھے۔"

عارض نے کہتے ہوئے اپنا مقصد بیان کیا تھا۔

"میں چھوڑ دوں گی تمہیں تمہارے گھر۔میرا باپ ہمیں فالو کر رہا ہو گا۔انہیں اتنی جلدی یقین نہیں آئے گا میری بات کا۔"

عمائمہ نے کہتے ہوئے سائڈ مرر پر نظریں جمائی تھیں۔

"اور آپ انہیں کیوں یقین دلوانا چاہتی ہیں۔"

عارض نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے پوچھا تھا جو باہر دیکھ رہی تھی۔

"تاکہ وہ مجھ سے اتنا مایوس ہو جائیں کہ میری زندگی میں مداخلت کرنا چھوڑ دیں۔"

عمائمہ کے جواب پر وہ خاموش ہو گیا۔

"اور میں آپ کی مدد کیوں کروں مس بلیک؟"

عارض نے جیسے وہ سوال اس سے پوچھا تھا جو وہ اکیلے میں خود سے بھی پوچھنے والا تھا۔

"کیونکہ۔۔مجھے نہیں معلوم۔کچھ دیر میرا ساتھ دے دو۔اس وقت مجھے جو بہتر لگا میں نے وہ کیا تھا۔"

urdunovelsblog

عمائمہ نے کچھ دھیمے لہجے میں کہا تھا۔ وہ کیسے ایک مرد پر بھروسہ کر رہی تھی، وہ بھی دوسری بار ایک ہی مرد پر۔ یہ وہ سوال تھا جو عمائمہ شایان خود سے اکیلے میں کرنے والی تھی۔

"تو آپ کے بابا سوچیں گے نہیں کہ آپ کے ہونے والے شوہر کے پاس اپنی گاڑی بھی نہیں ہے؟"

عارض نے نیا شوشہ چھوڑا تھا۔

"وہ پاکستان ہم سے ملنے آئے تھے۔ اگر مجھ میں اور میری بہن میں زرا برابر مشابہت ہوتی تو وہ ہم دونوں میں سے حوا اور عمائمہ کو پہچان نہ پاتے۔ خواں کہ انہیں معلوم ہوگا کہ میں گاڑی کونسی رکھتی ہوں۔"

عمائمہ نے مدھم لہجے میں کہا تھا۔

عارض نے سر ہلاتے ہوئے گاڑی ایک کیفے کے باہر روک دی تھی تو عمائمہ خاموشی سے گاڑی سے اترتی اس کے ساتھ کیفے میں آ بیٹھی تھی۔ شایان ملک کی گاڑی ان سے کچھ فاصلے پر رکی تھی اور وہ دور سے انہیں کیفے میں جاتے دیکھتے خود کو باور کروا چکے تھے کہ ان کی بیٹی اپنے لیے ایک بہترین مرد کا انتخاب کر چکی ہے۔

وہ وہیں سے گاڑی گھماتے اپنے ہوٹل کی جانب روانہ ہو گئے تھے۔

urdunovelsblog

"مجھے نہیں لگتا کہ اب وہ مزید ہمیں فالو کریں گے۔"

کیفے کی شیشے کی دیوار سے شایان ملک کی پلٹتی گاڑی دیکھ کر عارض نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔

"ہاں وہ کافی جلدی مایوس ہو جاتے ہیں۔"

عمائمہ نے فاتحانہ نظروں سے اوجھل ہوتی گاڑی کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ کا رویہ بھی تو خاصا تلخ تھا۔ جو بھی ہے وہ آپ کے والد ہیں۔"

عارض نے اسے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں میں جانتی ہوں۔ نورے ماں ہوتی تو مجھے خوب ڈانتیں لیکن میں بس چاہتی تھی کہ وہ جلد از جلد چلے جائیں۔"

عمائمہ نے اپنی صفائی پیش کی تھی اور عارض نے اس کی سرخ پڑتی آنکھوں کو دیکھا تھا جو کافی کے کپ پر گامزن تھیں۔

"میں برہان کو کال کرلیتاہوں کہ مجھے یہاں سے پک کرلے۔"

عارض نے کہتے ہوئے برہان کو کال کر کے اپنا پتہ دے دیا تھا۔

"بہت شکریہ عارض سلطان۔دوسری بار میری مدد کرنے کا۔"

وہ کافی ختم کرتی عارض کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے بولی تھی جو شیشے کی دیوار کے اس پار دیکھنے میں مصروف تھا۔

"ایسے شکریہ ادا کرتی تم بالکل بھی عمائمہ نہیں لگ رہی اس لیے شکریہ ادامت کرو۔تم لڑاکو طیارے کی طرح جواب منہ پر مارتی ہی قابل قبول لگتی ہو۔"

عارض کی بات پر عمائمہ کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

اور وہ اٹھ گئی تھی جانے کے لیے۔اس کے اٹھتے ہیں عارض نے اس کی گاڑی کی چابی اس کی جانب بڑھائی تھی جسے اس نے آرام سے تھام لیا تھا۔

وہ سر کے اشارے سے اسے سلام کرتی چلی گئی تھی۔عارض نے شیشے کی دیوار کے پار دور تک اس کی کار کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

کون کہتاہے ٹھہر جاناہے

رنگ چڑھناہے اتر جاناہے

زندگی سے رہی صحبت برسوں

جاتے جاتے ہی اثر جاناہے

ٹوٹنے کو ہیں صدائیں میری

خامشی تجھ کو بکھر جانا ہے

خواب ندی سا گزر جائے گا
دشت آنکھوں میں ٹھہر جانا ہے

کوئی دن ہم بھی نہ یاد آئیں گے
آخرش تو بھی بسر جانا ہے

کوئی دریا نہ سمندر نہ سراب
تشنگی بول کدھر جانا ہے

لغزشیں جائیں گی جاتے جاتے
نشہ مانا کہ اتر جانا ہے

نقشہ چھوڑا ہے ہوا نے کوئی
کون سی سمت سفر جانا ہے

زندگی سے ہیں پشیماں ہم بھی
کل یہ دعویٰ تھا کہ مر جانا ہے

==========

urdunovelsblog

اس کی نگاہوں نے دور تک عمائمہ کی پشت کا تعاقب کیا تھا۔ کچھ دیر وہ خاموشی سے بیٹھ کر کافی کے گھونٹ حلق سے اتاتا رہا تھا اور خود کو جواب دینے کی کوشش کرتا رہا کہ وہ کیوں چُپ چاپ اس کی مدد کو تیار ہو چکا تھا؟ کیوں وہ اس کو پریشان دیکھ کر پریشان ہوا تھا۔ حالانکہ وہ اسے کچھ خاص پسند بھی نہیں تھی۔ کیوں وہ اس کا موڈ بحال کرنے کے کوشش میں اسے تنگ کر رہا تھا؟ وہ انہی سوچوں میں گم تھا کہ کسی نے اس کا ٹیبل بجایا۔ وہ چونکا اور بادامی آنکھیں اٹھا کر سامنے موجود برہان کو دیکھا جو اسے گھور رہا تھا۔ اس کے پیچھے ہی سجل کھڑی تھی جو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کچا چبانے کا ارادہ رکھتی ہو۔

"تو عارض بھائی! آپ اپنی حرکت کو جسٹیفائی کریں گے؟"

سجل نے سامنے عمائمہ کی چھوڑی جگہ پر بیٹھتے ہوئے ٹیبل پر کچھ جھک کر کہا تھا۔

"ایک کلائنٹ سے ارجنٹ ملنا تھا۔"

عارض نے نگاہیں پھیرتے ہوئے تھوک نگل کر کہا۔

" چلیں مان لیتی ہوں لیکن آپ نا اب سدھر جائیں، میری کوئی ویلیو ہی نہیں۔"

سجل نے کچھ گھورا تو وہ ہنس دیا۔

برہان ابھی تک کھڑا اسے گہری دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"بیٹھ جاؤ، تم نے کیا مار کر بھاگنا ہے؟"

عارض نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ سجل کے ساتھ ہی جا بیٹھا۔ برہان کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے وہ نظریں ہٹا گیا اور ویٹر کو آنے کا اشارہ کیا۔

"اس کا بل لے آئیں؟"

ویٹر چلتا ہوا اس تک آیا اور ہاتھ میں پکڑی لسٹ سے دیکھ کر کر اسے بتانے لگا۔

"سر آپ کا بل پے ہو چکا ہے۔"

عارض نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کس نے کیا ہے؟"

کچھ نا سمجھی سے سوال کیا تو وہ بتانے لگا۔۔

"سر جو آپ کے ساتھ میم تھیں، انہوں نے ہی پے کیا تھا۔"

ویٹر کی بات پر سجل اور برہان کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں۔

"لیکن کس وقت؟"

عارض کو یاد نہ پڑا کیونکہ وہ اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ لیکن شاید وہ تو تب دیکھ رہا تھا جب وہ کیفے سے باہر نکلی تھی۔

"سر جانے سے پہلے۔"

ویٹر نے جواب دیا تو عارض نے سر سے سمجھنے کا اشارہ کیا جس پر ویٹر پلٹنے لگا تھا کہ برہان نے اسے مخاطب کیا۔

"ان کے ساتھ کون تھیں؟"

اس سے پہلے کے ویٹر کچھ کہتا عارض نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں جانے کا اشارہ کیا۔

"کلائنٹ تھی میری۔"

عارض نے عام سے لہجے میں جواب دیا تھا۔

"تھی؟؟"

سجل نے زور دیتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے تم دونوں کو؟ چلو چلتے ہیں۔"

عارض کہتے ہوئے اٹھنے لگا کہ برہان نے اسے پکڑ کر دوبارہ جگہ پر بٹھایا۔

"سچ بتا۔ تو کبھی ایسے سجل کو اور مجھے چھوڑ کر نہیں جاتا۔ آج کونسی ایسی ضروری کلائنٹ تھی جس سے تمہارا ملنا ضروری تھا۔"

برہان نے مکمل طور پر تفتیشی لہجے میں استفسار کیا تھا۔

"پہلی بات یہ کہ برہان اپنا یہ بیویوں والا روپ اندر رکھا کر، دوسری بات یہ کہ وہ لڑکی جو بھی کوئی تھی تجھے اس سے کیا؟"

عارض نے گھورتے ہوئے جواباً کہا تھا جس پر برہان نے برا سا منہ بنایا جبکہ سجل بھی اسے گھورنے لگی تھی۔

"بھائی سچ سچ بتائیں نا۔"

سجل نے منت بھرے لہجے میں کہا تھا جس پر اس نے گہری سانس بھری تھی۔

"وہی لڑکی تھی جسے تم نے پسٹل پکڑائی تھی۔"

برہان نے اس کی بات پر حیرت سے آنکھیں پھیلائی تھیں جبکہ سجل نے ناسمجھی سے دونوں کو دیکھا تھا۔

"تو کیا اب وہ تمہارا شکریہ ادا کرنے آئی تھی؟"

برہان کی بات پر وہ ہنس دیا۔

"ہاں یہی سمجھ لو۔"

عارض کے چہرے پر ایک خوبصورت مسکراہٹ سجی تھی جو اسے مزید خوبصورت بنا رہی تھی۔

"کوئی مجھے بتائے گا کہ کون تھیں وہ؟"

سجل نے دونوں کو خود کی طرف متوجہ کروایا تو برہان نے اسے عمائمہ سے ہونے والی ساری ملاقات بتادی۔

"I am impressed."

سجل کے اظہارِ خیال پر عارض ہنس دیا تھا اور پھر وہ ان کے ساتھ قصر سلطان واپس آگیا۔

============

وہ گھر آیا ہی تھا کہ لاؤنج سے گزر کر اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا جب وہاں خاموش اور مرجھائی سی عمارہ بیٹھی دکھائی دی۔

"کیا ہوا بھابھی؟ اداس کیوں لگ رہی ہیں؟"

عارض چلتا ہوا ان کے صوفے سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا تھا۔

"عارض! یہ دیکھ لو اپنے بھائی کے کام۔ میں تو ان سے اب بات نہیں کرنے والی، بتا رہی ہوں۔"

عمارہ نے عارض کو سامنے پا کر کچھ شکایتی انداز میں کہا تھا۔

"ہوا کیا ہے بھئی؟"

وہ کچھ ہنس کر بولا تھا۔ ایک تو اس کا فیورٹ کپل ہمیشہ ایک دوسرے کو تنگ کرتے ہوئے پائے جاتے تھے۔

"تم جانتے ہو نا کہ ہفتے کو گھر میں فنکشن ہے۔"

عمارہ نے کہا تو وہ فنکشن کی بات پر کچھ بے زار سا ہوا۔

"ہاں جی! تو؟"

وہ پھر استفسار کرنے لگا۔

"تو مجھے حوا کے پاس جانا تھا۔ کافی چیزیں ڈسکس کرنی تھیں۔ اور وہ ضروری میٹنگ کا کہہ کر چلے گئے ہیں اور اب کال کر کے کہہ رہے ہیں کہ رات کو لیٹ آؤں گا۔"

عمارہ نے منہ لٹکاتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اس وقت تیار سی بیٹھی تھی لیکن اداس بھی۔

"بس اتنی سے بات؟ آئیں میں آپ کو چھوڑ آؤں۔ ویسے بھی میں آج آفس نہیں گیا تو آوارہ گردی ہی سہی۔"

عارض نے خوشدلی سے آفر کروائی تھی۔ وہ آج سجل اور برہان کی ضد پر اس کے ساتھ چلے گیا تھا اور اس وقت وہ آفس جانا بھی نہیں چاہتا تھا۔

"واقعی؟"

عمارہ خوشی سے بولی تھی۔

"بس میں کپڑے چینج کرلوں۔"

عارض نے کہا تو عمارہ نے ہاں میں سر ہلادیا۔

کچھ دیر بعد وہ فریش فریش سا سکن سویٹ شرٹ کے ساتھ بلیک جینز پہنے گاڑی میں آبیٹھا تھا۔ عمارہ پہلے سے ہی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی اس کا انتظار کررہی تھی۔

"ویسے ڈرائیور کدھر ہے؟"

عارض نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے استفسار کیا تو عمارہ نے جواباً کہا۔

"ماں جی نے مارکیٹ تک جانا تھا ضروری سامان لینے تو وہ انہی کے ساتھ گئے ہیں۔"

عمارہ کے جواب پر وہ سر ہلا کر خاموشی سے گاڑی چلانے لگا۔ اور عمارہ کے بتائے اڈریس پر گاڑی کو بھگانے لگا۔ عمارہ وقتاً فوقتاً اس سے کوئی بات کررہی تھی جس کا وہ بخوبی جواب دے رہا تھا لیکن اس کا دماغ اس وقت عائمہ ہی میں اٹکا تھا۔

"بس یہاں سے رائٹ لے لو۔"

عمارہ کی آواز پر وہ مکمل متوجہ ہوا اور گاڑی کو دائیں جانب موڑ دیا۔ اسے راستہ جانا پہچانا لگا تھا لیکن وہ خیال جھٹک گیا کیونکہ وہ اور برہان اکثر بغیر مقصد ہی اسلام آباد کی سڑکوں پر گاڑی چلاتے رہتے تھے۔۔

"یہ ہاؤس نمبر 17 پر روک دو۔"

عمارہ نے اسے اشارہ کرتے ہوئے بتایا تو وہ دور سے ہی گیٹ دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

"واٹ؟'

اسے یاد آگیا تھا، اس نے اس رات عمائمہ کو یہیں ڈراپ کیا تھا۔

"آپ کی پارٹنر کا نام کیا ہے؟"

عارض نے گاڑی گیٹ کے سامنے روکتے ہوئے کہا تھا۔

"حوا۔"

عمارہ نے نا سمجھی سے جواب دیا۔

"پورا نام؟"

عارض نے کچھ سوالیہ لہجے میں کہا۔

"حوا شایان۔"

عمارہ نے جواباً نام بتا دیا۔

"یہ شایان کون ہے؟"

عارض کے بے تکے سوال پر عمارہ نے اسے گھورا۔

"ظاہر سی بات ہے، اس کا باپ۔"

عمارہ کے جواب کے ساتھ ہی چوکیدار نے گاڑی کے لیے دروازہ کھول دیا۔ وہ عمارہ کو دیکھ چکے تھے۔

"اور اس کی کوئی بہن ہے؟"

عارض نے گاڑی گیٹ کے اندر لے جاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بڑی بہن ہے۔ عمائمہ!"

urdunovelsblog

عمارہ نے ناسمجھی سے جواب دیا۔

"عمائمہ شایان؟"

عارض نے زیر لب کہا تو عمارہ تذبذب کا شکار ہوئی۔

"کیا ہو گیا ہے عارض؟"

عمارہ کے سوالیہ انداز پر وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"کچھ نہیں چلیں۔ میں گاڑی میں انتظار کر لوں؟"

عارض نے سیٹ بیلٹ اتار کر ایک آخری امید سے پوچھا تھا۔

"ہر گز نہیں۔ آنٹی اس دن بھی تمہارا پوچھ رہی تھیں۔"

عمارہ نے دوٹوک جواب دیا تو وہ منہ کے زاویے بگاڑ گیا۔

"چلیں۔"

عارض کہہ کر گاڑی کا دروازہ کھولتا باہر نکل گیا تو عمارہ بھی فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔

عارض عمارہ کے پیچھے پیچھے خاموشی سے قدم اٹھا رہا تھا جب عمارہ سیدھا لاؤنج میں داخل ہوئی تھی جہاں زنیرہ بیگم موجود تھیں۔

"اسلام علیکم۔"

عمارہ نے بلند آواز میں مسکراتے ہوئے سلام کیا تو زنیرہ بیگم چونکی اور پھر ان دونوں کو داخل ہوتا دیکھ کر مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں.

"وعلیکم السلام! آؤ بھئی، حوا تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔"

زنیرہ بیگم نے عمارہ کو پیار دیتے ہوئے کہا تو مسکرا دی۔

"اس سے ملیں۔ یہ ہے عارض۔"

عمارہ نے اپنے پیچھے کچھ فاصلے پر کھڑے عارض کی جانب اشارہ کر کے اسکا تعارف کروایا تو زبردستی مسکرا دیا۔

"ارے ماشاءاللہ! خوبرو نوجوان! اتنے سے تھے جب تم یہاں آیا کرتے تھے۔"

زنیرہ بیگم اس کو محبت سے دیکھتے ہوئے سر پر پیار دے گئیں اور اس کے چہرے پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگیں۔

"کیسے ہو بیٹا۔ آؤ بیٹھو نا."

زنیرہ بیگم نے ممتا بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"الحمداللہ آپ کیسی ہیں۔"

عارض نرمی سے جواب دیتا استفسار کرنے لگا تھا۔

"عمر کے جس حصے میں ہوں، میں کیسی ہو سکتی ہوں؟ خیر یہ چھوڑو کیا کھاؤ پیو گے یہ بتاؤ۔"

زنیرہ بیگم نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ارے نہیں۔ بے جا تکلف کی ضرورت نہیں۔"

عارض نے نرمی سے انکار کر دیا۔ عمارہ مسکرا کر دونوں کو بات کرتا ہوا دیکھ رہی تھی کہ تبھی حوا لاؤنج میں داخل ہوئی۔

"السلام علیکم آپی کیسی ہیں؟"

حوا نے اسی احترام سے اسے مخاطب کیا جو وہ سب کو دیتی تھی۔ عمارہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کو گلے لگا گئی تھی۔

"وعلیکم السلام۔ اللہ کا کرم۔ انسان کو خود بھی شرم ہونی چاہئے، تم خود آ جاتی۔"

urdunovelsblog

عمارہ نے کچھ گھورتے ہوئے شکوہ کیا تو وہ ہنس دی اور اس کی نظر پیچھے بیٹھے عارض پر گئی جو بہت توجہ سے زنیرہ بیگم کی کوئی بات سن رہا تھا۔

"He must be AARIZ."

حوا نے خود ہی تکا لگایا تو عمارہ ہاں میں سر ہلا گئی۔

اس سے پہلے کہ حوا عارض سے مخاطب ہوتی، تبھی عمائمہ کی اینٹری ہوئی تھی۔

"Salam everyone."

عمائمہ نے مسکراتے ہوئے سب کو سلام کیا۔ وہ پہلے والے حلیے میں ہی موجود تھی، بس بالوں کو کھول دیا تھا۔

سب نے سلام کا جواب دیا تو عمائمہ کی بے ساختہ نظر عارض پر اٹھی تھی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تم؟"

بے ساختہ اس کے منہ سے الفاظ ادا ہوئے تھے جس پر عارض خاموش ہی رہا۔

"تم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہو؟"

عمارہ نے جیسے عارض کے کچھ دیر پہلے والے رویے اور پھر عمائمہ کا یوں چونکنا نوٹ کیا تھا، تبھی یہ نتیجہ اخذ کر لیا۔

"بہت اچھے سے۔ یہ میری۔۔"

اس سے پہلے کہ عارض مزید کچھ بولتا عمائمہ نے فوراً بات کاٹی۔

"مدد۔۔ مدد کی تھی عارض نے دو مرتبہ میری۔"

عمائمہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے تنبیہہ کی اور بات مکمل کر دی جبکہ عارض بامشکل ہی اپنی مسکراہٹ چھپا پایا تھا۔

"تم نے کسی لڑکے سے مدد لے لی؟"

حوا نے کچھ حیرت اور بے یقینی سے پوچھا تھا، زنیرہ بیگم بھی باری باری دونوں کے چہرے دیکھ رہی تھیں۔

حوا کے سوال کو سرے سے اگنور کرتے ہوئے وہ عارض سے مخاطب ہوئی تھی۔

"تم یہاں آئے کیسے؟"

عمائمہ نے کچھ بے چینی سے استفسار کیا تھا۔

"عمارہ آپی رشتے میں میری بھابھی لگتی ہیں۔"

عارض کے بتانے پر عمائمہ کی آنکھیں حیرت سے کھلی تھیں۔

"واٹ؟؟ آپ کا کوئی دیور بھی ہے؟"

اس کی بات ہو چاروں ہنس دیے تو وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

اس کے سامنے شاید ابھی تک بات نہیں ہوئی تھی۔

"خیر عمائمہ۔ تم عارض کو کمپنی دو، میں اور حوا ذرا کچھ چیزیں ڈسکس کر لیں۔"

عمارہ نے مسکرا کر کہا اور حوا کے ساتھ اس کی اسٹڈی کی جانب بڑھ گئی۔

"بیٹا تم عارض کو باہر لان کا چکر لگوا دو۔ موسم اچھا ہے تو میں تم دونوں کے لیے چائے وہیں بھجواتی ہوں۔"

زنیرہ بیگم نے مسکرا کر کہا اور خود کچن کی جانب چل دیں۔ ان کا ایک عمر کا تجربہ تھا۔ وہ چاہتی تھیں کہ عارض اور عمائمہ کو کچھ دیر اکیلا چھوڑ دیں تو وہ کوئی بات کر کے آپس میں خیالات زندگی کا تبادلہ کر سکیں کیونکہ انہیں عارض عمائمہ کے لیے بہترین انتخاب لگا تھا۔ یہ نہیں تھا کہ وہ دیکھتے ساتھ ہی اسے عمائمہ کے لیے پسند کر گئی تھیں بلکہ وہ اس دن سے اس بارے میں سوچ رہی تھیں جب عائزہ نے عارض اور عمائمہ کے رشتے کی بات کی تھی۔

وہ سب چلے گئے تھے، پیچھے عارض اور عمائمہ اکیلے رہ گئے تھے جو لاؤنج کے بیچ و بیچ کھڑے تھے۔

"مجھے ایسے کہہ کر گئے ہیں جیسے بیوی ہوں میں اس کی۔"

عمائمہ نے غصہ سے بڑبڑاتے ہوئے لاؤنج کے دروازے کو دیکھا تھا۔اس کی بات پر عارض اپنی مسکراہٹ دبا گیا۔

"خیال میں برائی نہیں ہے۔"

عمائمہ نے پلٹ کر اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا اور اسے باہر آنے کا اشارہ کیا جو تابع داری سے اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

"مجھے برداشت کرنے کا سٹیمینا ہے تمہارے اندر؟"

عمائمہ نے لان میں قدم رکھتے ہوئے عام سے لہجے میں پوچھا تھا۔

"شاید۔"

اس نے بھی ارد گرد کے سبزہ پر نگاہ دوڑاتے ہوئے عام سے لہجے میں جواب دیا تھا۔کچھ دیر دوں وں کے درمیان خاموشی آٹھہری۔

"مجھے بات کرنی ہے تم سے۔"

urdunovelsblog

عمائمہ نے لان میں رکھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔اب وہ دونوں آمنے سامنے تھے، درمیان میں صرف ایک میز تھا۔

""مجھے بھی بات کرنی ہے۔"

عارض نے بھی بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"کہو۔"

عمائمہ نے سوالیہ انداز میں کہا تھا۔

".Ladies first"

اس نے کہتے ہوئے اسے بولنے کا اشارہ کیا۔

"دیکھو عارض میں نے اس رات والی بات کو سب سے چھپایا ہے ورنہ نانو مجھے دوبارہ کبھی رات کو باہر نہ جانے دیتیں اور مجھے آفس کے کام سے اکثر جانا پڑتا ہے۔ تو تم یہ بات کسی کو مت بتانا۔"

عمائمہ نے تفصیلاً بات کرتے ہوئے اسے کہا تھا۔

"نہیں میں تو مسجد میں اعلان کروانے جا رہا تھا۔"

اس نے بات کو مذاق میں اڑاتے ہوئے کہا تو عمائمہ نے شعلہ برساتی نظروں سے اسے دیکھا تھا جو مجال ہے اس کی کسی بات کو سیریس لیتا ہو.

"اب تم کہو۔"

عمائمہ کہتے ہوئے کچھ سیدھی ہو کر بیٹھی تھی۔

"میری والدہ نے جس پہلے دن آپ کو دیکھا تھا اسی دن آپ کے اور میرے رشتے کی بات کی تھی۔ میں شادی فلحال نہیں کرنا چاہتا تھا تو اس لیے انکار کر دیا۔"

عارض نے سچ سچ بتاتے ہوئے بات مکمل کی تو وہ الجھن زدہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"عائزہ خالہ نے میرے اور تمہارے رشتے کی بات نانو سے کی تھی؟"

اس نے جیسے تصدیق کرنا چاہی۔

"جی۔"

اس نے جیسے تصدیق کروائی۔

"اور میری نانو کا کیا جواب تھا؟"

عمائمہ تجسس سے بھرپور نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

urdunovelsblog

"وہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن ماں جی کہہ رہی تھیں کہ لڑکی ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

عارض نے نارمل لہجے میں جواب دیا تھا لیکن عمائمہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے سوال پر سوال کر رہی تھی جیسے وہ کوئی مجرم ہو جسے کٹہرے میں لا کھڑا کیا گیا ہو۔

"اور تم نے مجھے پہلے دیکھ رکھا تھا؟"

عمائمہ نے جیسے اندازہ لگایا تھا۔

"مجھے حقیقتاً اُس دروازے کے باہر گاڑی روک کر معلوم پڑا ہے کہ بھابھی کی پارٹنر آپ کی بہن ہے۔"

عارض صاف گوئی سے گویا ہوا تھا۔

"خیر چھوڑو ہمیں کیا۔ ہم کون سا ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔"

عمائمہ نے بات ختم کرتے ہوئے کہا تو عارض کسی گہری سوچ میں مبتلا ہو گیا۔ کیا واقعی وہ اسے پسند نہیں کرتا؟ شاید نہیں! شاید ہاں۔ وہ انہی سوچوں میں گم تھا کہ عمائمہ نے اس کے سامنے چٹکی بجا کر اسے خیالات کی دنیا سے نکالا تھا۔

"کدھر کھو گئے؟"

عمائمہ کے پوچھنے پر وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگا اور پھر بات کا رخ پلٹتے ہوئے گویا ہوا۔

"وہ پودا کون سا ہے؟"

اسے پودوں کا خاصا شوق تھا، اور جس پودے کے بارے میں وہ پوچھ رہا تھا، اس کے بارے میں وہ پہلے سے ہی سب کچھ جانتا تھا۔

"یہ بلیو روز ہے۔"

عمائمہ کے بتانے پر عارض گویا ہوا۔

"یہ کس چیز کی نمائندگی کرتا ہے؟"

عارض کی بات پر عمائمہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا تو وہ کہنے لگا۔

"جس طرح سرخ گلاب رومانوی، محبت، خوبصورتی اور ہمت کی علامت ہے۔ایک سرخ گلاب کی کلی خوبصورتی اور پاکیزگی کی علامت ہے۔اسی طرح ہر پھول کسی نا کسی چیز کی نمائندگی کرتا ہے۔تو یہ پھول کس کی نمائندگی کرتا ہے؟"

عارض کے اتنے تفصیلی جواب پر وہ حیران رہ گئی۔لڑکوں کو پھولوں اور پودوں میں اتنا سیریس پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

"میں واقعی نہیں جانتی کہ یہ نیلا گلاب کس چیز کی نمائندگی کرتا ہے۔کیونکہ یہ میری مرحوم ماں نے لگایا تھا پودا۔"

عمائمہ نے صاف گوئی سے کہا تھا۔

"نیلا گلاب دنیا میں موجود گلاب کی نایاب نسلوں میں سے ایک ہے۔یہ قدرتی طور پر نہیں پایا جاتا لیکن آج یہ موجود ہے سائنس کی ترقی کی بدولت۔نیلے گلاب سچی محبت، یا غیر منقولہ محبت کی نمائندگی کرتے ہیں، وہ آرزو کے احساس اور نامعلوم چیزوں اور لوگوں کو جاننے کی خواہش کے لیے بہترین ہیں۔بالکل نیلے رنگ کی طرح۔اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کسی معجزے کا انتظار کر رہے ہیں کیونکہ آپ کی محبت کا بدلہ نہیں لیا جا سکتا۔"

عارض نے گلاب کے پودے کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جس پر نیلے رنگ کے کئی گلاب کھلے تھے۔

عمائمہ اس کے منہ سے اتنی تفصیلات جان کر حیران ہوئی تھی، وہ تو واقعی کچھ نہیں جانتی تھی۔

"تم تو کافی کچھ جانتے ہو پودوں کے بارے میں۔"

عمائمہ نے امپریس ہونے کے باوجود ظاہر کروائے بغیر کہا تھا۔

"میرے بابا کو بہت شوق تھا شروع سے پودوں کا اور پھر جب کالج میں تھا تو مجھے پودوں کے مطالعہ میں خاصی دلچسپی تھی وہ الگ بات ہے کہ پھر میں نے اس طرف توجہ نہیں دی۔"

urdunovelsblog

وہ دونوں لان کے وسط میں کھڑے باتیں کر رہے تھے جب زنیرہ بیگم نے چائے اور کچھ لوازمات لان میں موجود ٹیبل پر رکھوا دیے جسے دیکھتے ہوئے عمائمہ نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں کافی دیر تک ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف ہو گئے۔

پھول کی باتیں کریں گلزار کی باتیں کریں

پیار کی باتیں کریں بس پیار کی باتیں کریں

بات ہم دونوں کو یہ تو سوچنی ہی چاہئے

پیار کے موسم میں کیوں تکرار کی باتیں کریں

اس سے اچھی بات کوئی اور ہو سکتی نہیں

یار کا افسانہ چھیڑیں یار کی باتیں کریں

°=============°

urdunovelsblog

وہ گھر واپسی پر کافی خوشگوار موڈ میں تھا جسے دیکھ کر عمارہ اپنی مسکراہٹ دبا گئی۔

"کیا بات ہے بھئی؟ایسی بھی کونسی بات ہے جسے سوچ کر مسکرایا جا رہا ہے۔"

عمارہ کی بات پر وہ سٹپٹا گیا اور کنفیوز ہوتا ہوا کہنے لگا۔

"نہیں۔۔نہیں ایسا تو کچھ نہیں۔"

عارض کا کنفیوز ہونا وہ بھانپ گئی تھی تبھی ہنس دی۔

"عارض! مجھے تم بڑی بہن سمجھتے ہو نا؟"

عمارہ نے پوچھا تو وہ فوراً سر ہلا گیا۔

"جی بھابھی۔ آپ کو میں بڑی بہن سمجھتا نہیں مانتا بھی ہوں۔"

وہ واقعی عمارہ کو بہن کا درجہ دیتا تھا بالکل سجل کی طرح لیکن وہ عمارہ کو بھابھی ہی کہتا تھا کیونکہ ایک بار اس کے عمارہ آپی کہنے پر حاشر نے واویلا مچادیا تھا کہ تم بنادو ہمیں بہن بھائی۔ جس پر عمارہ اور عارض خوب ہنسے تھے۔ لیکن اس کے بعد عارض نے بھابی ہی کہنا بہتر سمجھا تھا۔

"تو جو پوچھوں گی سچ سچ بتانا۔"

عمارہ نے سنجیدگی سے کہا تھا تو وہ سر ہلا گیا۔ اور گاڑی کو قصر سلطان کے رستے پر موڑ دیا۔

"تم عائمہ کو پسند کرتے ہو؟ رائٹ؟"

عمارہ کی غیر متوقع بات پر وہ حیران ہوا۔

"نہیں بھابھی۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔"

"تو پھر کیسا ہے؟"

عمارہ نے جاننا چاہا۔

"ہم۔۔ ہم.."

اسے سمجھ نا آیا کہ وہ اس عجیب سے رشتے کو کیا نام دے۔

"ہمارے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے۔ نہ دوستی نہ کچھ اور۔"

عارض نے صاف گوئی سے جواب دیا تھا۔

"اچھا۔ کوئی رشتہ نہیں ہے تو اس کے باوجود تم دو گھنٹے مسلسل اس سے گفتگو کر کے آئے ہو۔ کوئی رشتہ ہوتا تو تم نے تو اٹھنا ہی نہیں تھا۔"

urdunovelsblog

عمارہ کی بات پر وہ خاموش ہو گیا اور اسلام آباد کی سڑکوں کو دیکھتے ہوئے سٹیرنگ پر گرفت مضبوط کی۔ اب کیا کہتا؟

"بھابھی ایسی کوئی بات نہیں ہے جیسا آپ سوچ رہی ہیں۔ ایسا کچھ ہوا تو سب سے پہلے آپ کو بتاؤں گا تا کہ آپ میری بات ہیڈ کوارٹر تک منتقل کر سکیں۔"

عارض نے ہنستے ہوئے مزاق میں بات ٹال دی جس پر عمارہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"دیکھو عارض! مجھے تم سعد اور زبیر کی طرح عزیز ہو۔ اس لیے میں چاہوں گی تم شادی کسی ایسی لڑکی سے کرو جو تمہارے مزاج سے واقف ہو۔"

عمارہ نے اسے سمجھاتے ہوئے اپنے بھائیوں کا حوالہ دیا تھا۔

"میں سمجھ رہا ہوں بھابھی۔"

عارض نے تابعداری سے سر ہلاتے ہوئے کہا تھا اور گاڑی کو قصر سلطان میں داخل کیا تھا۔

○==============○

وہ گرے فلیپر ٹراؤزر کے ساتھ سفید ہائی نیک شرٹ پہنے گلے میں گرے مفلر لپیٹے کلاس میں بیٹھی تھی۔ اور پوری توجہ سے لیکچر نوٹ کر رہی تھی، جب لیکچر کے اختتام پر پروفیسر پوچھنے لگے۔

"?That's all for today's lecture.Any question students"

عائمہ نے سر اٹھا کر دیکھا اور کچھ سوچتے ہوئے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا۔

"یس پروفیسر۔"

پروفیسر نے چشمے کے اوپر سے پہلی سیٹ پر بیٹھی اس پر اعتماد لڑکی کو دیکھا تھا۔

"جی پوچھیئے عائمہ۔"

پروفیسر کے اجازت دینے پر وہ سیٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور پونی میں مقید بالوں میں سے نکلتی آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے ارستے ہوئے کہنے لگی۔

"پروفیسر یہ لیکچر سے متعلقہ نہیں ہے تو کیا میں پھر بھی پوچھ سکتی ہوں۔"

اس نے احترام سے سوال کیا تھا۔وہ کتنی ہی بدتمیز، ضدی یا مغرور کیوں نا ہو، اپنے اساتذہ کے سامنے وہ ایک نہایت شریف اور پر اعتماد سٹوڈنٹ تھی۔

"?Sure why not"

پروفیسر نے خوش دلی سے ہاں کی تھی اور اپنا چشمہ آنکھوں سے اتار کر ڈائس پر رکھ دیا تھا۔اور پوری طرح متوجہ ہو کر اس کو سننے لگے تھے۔ان کے ساتھ ساتھ اب پوری جماعت بھی اسکا سوال سننے کے لیے بے تاب تھی۔

"جیسا کہ ہمارا یہ آخری سمیسٹر ہے اور ہمارے ساتھ آپ کا ساتھ بہت مختصر رہ گیا ہے۔میرا سوال یہ ہے کہ کوئی ایک ایسی بات جو آپ چاہتے ہیں کہ کاش آپ کو کوئی ہماری عمر میں بتا دیتا؟"

عمائمہ کے سوال پر پروفیسر مسکرا دیے تھے۔وہ لگ بھگ پچاس کی عمر کے لگتے تھے۔

urdunovelsblog

"بہت اچھا سوال ہے۔"

پروفیسر نے کہتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا تو وہ مسکراتی ہوئی اپنی جگہ دوبارہ سنبھال گئی۔اب پوری جماعت پروفیسر کے جواب کی منتظر تھی۔

"میری زندگی کا کاش یہ ہے کہ مجھے کوئی آپ کی عمر میں بتا دیتا کہ کسی بھی کہانی کے دو نہیں تین پہلو ہوتے ہیں۔ایک جو ظلم سہتا ہے، ایک جو ظلم کرتا ہے اور تیسرا وہ جو ظلم دیکھتا ہے۔"

پروفیسر کے جواب پر کلاس میں خاموشی چھا گئی۔وہ اب جاننا چاہتے تھے کہ پروفیسر اس چیز کی وضاحت کریں۔

"کہا جاتا ہے کہ کہانی کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ظلم کرنے اور ظلم سہنے والے کے، لیکن میری نظر میں تیسرا پہلو وہ ہوتا ہے جو ظلم دیکھتا ہے۔اور پوری کہانی سے وہ ایک فرد واقف ہوتا ہے۔"

پروفیسر کی بات کو عمائمہ نے یونہی سامنے کھلی کتاب پر نوٹ کر لیا۔وہ اکثر کچھ اچھی کہی باتوں کو اسی طرح کتابوں پر نوٹ کیا کرتی تھی۔پوری کلاس میں تالیوں کا شور گونجا تو پروفیسر مسکرا دیے۔اور پھر لیکچر کی بیل سنتے سب باہر نکل آئے۔

"ایمی!"

وہ یونیورسٹی کی پارکنگ کی طرف بڑھ رہی تھی جب ابیہا کی آواز پر واپس مڑی۔

"بولو۔"

دھوپ کے عوض اس نے آنکھوں پر ہاتھوں کا چھجا بنایا ہوا تھا۔

"شاہزیب تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

ابیہا کی بات پر عمائمہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"تو؟جب بیٹھے ہوئے تھے سب تب کر لیتا،اب کل سہی۔"

وہ کہہ کر مڑنے لگی کہ ابیہا نے اسے بازؤں سے پکڑ کر گھمایا۔

"پاگل لڑکی۔وہ تم سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہے۔"

ابیہا کی بات پر اس نے ابرو تعجب سے اکٹھے کیے۔

"وجہ؟"

"اب کوئی لڑکا تم سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہے تو اس کا کیا مطلب ہے؟ظاہر سی بات ہے وہ اپنے دل کا حال بیان کرنا چاہتا ہے۔اسے مت بتانا کہ میں نے تمہیں بتا دیا۔"

ابیہا نے ایکسایٹمنٹ میں اسے جواباً کہا تھا جس پر عمائمہ کے ماتھے پر ان گنت بل واضح ہوئے تھے۔

urdunovelsblog

"بلاؤ اسے یہاں اور اسے کہو جو بات کرنی ہے ابھی اور اسی وقت کرے۔"

عمائمہ کے سرد لہجے میں دیے گئے جواب پر ابیہا کی مسکراہٹ مدھم ہوئی۔

"ایسے کیسے وہ تمہارے لیے سرپرائز پلین کر رہا ہے۔"

"ابیہا تم اسے یہاں بلا رہی ہو یا میں وہاں سب کے سامنے جا کر اسے اپنا جواب سناؤں؟"

عمائمہ کے سرد لہجے میں ابیہا پریشان ہوتی اسے بلانے چلی گئی۔ وہ وہیں کیمپس اور پارکنگ کے درمیان موجود گراؤنڈ میں کھڑی تھی کہ کچھ دیر بعد بلیو شرٹ پر بلیک جیکٹ پہنے، نیلی ہی جینز کے ساتھ سامنے سے شاہزیب آتا ہوا دکھائی دیا جس کی مسکراہٹ چہرے سے جدا نہ ہوتی تھی۔

"کہو جو کہنا چاہتے ہو۔ ابھی۔۔"

عمائمہ کے سنجیدگی سے کہنے پر وہ مسکرا بھی نہ سکا اور ہمت کرتا کہنے لگا۔

"میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔"

شاہزیب کی بات پر وہ خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

".I am not interested"

عمائمہ کے جواب پر وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"آئندہ ایسا کوئی خیال اپنے ذہن میں نہ لانا ورنہ گروپ سے باہر پھینکوں گی۔ دوست ہو دوست بن کر رہو۔ آخری سمیسٹر میں آ کر یہ فضولیات سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

عمائمہ کے سنجیدہ لہجے پر وہ کچھ کہہ بھی نہ سکا اور وہ آنکھوں پر گاگلز چڑھاتی پارکنگ کی طرف بڑھ گئی۔ پیچھے وہ بے بس نگاہوں سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

○=============○

وہ سی گرین سویٹر کے ساتھ گرے فارمل پینٹ پہنے بالوں کو نفاست سے سیٹ کیے اپنے آفس میں بیٹھا کام کر رہا تھا۔ ٹیبل پر کچھ فائلز کھلی پڑی تھیں اور ایک کافی کا مگ بھی موجود تھا جس میں سے وہ وقفے وقفے سے گھونٹ بھر رہا تھا۔

چہرے پر کچھ فکر اور پریشانی تھی۔ وہ بری طرح سے فائل میں الجھا ہوا تھا جب دروازہ کھٹکا اور اس کی سیکرٹری زوہا اندر آئی۔

"سر مس رباب ملنے آئی ہیں۔ کیا بھیج دوں اندر؟"

وہ اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا، کیبن کا دروازہ کھلا اور بلیک جینز کے ساتھ ریڈ ٹاپ پہنے، کھلے بالوں اور نفاست سے کیے میک اپ کے ساتھ ہیل کی ٹک ٹک سے وہ اندر داخل ہوئی تھی جسے دیکھ کر عارض کے ساتھ ساتھ اس کی سیکرٹری بھی سخت بدمزہ ہوئی تھی۔

"آپ کو ایسے بغیر اجازت اندر نہیں آنا چاہیے۔"

زوہا نے کچھ گھورتے ہوئے اسے آداب سکھانے چاہے تھے جسے وہ ہاتھ کے اشارے سے جھٹک چکی تھی۔ عارض نے سر کے اشارے سے زوہا کو باہر جانے کا کہا تھا جو منہ کے عجیب و غریب زاویے بناتی باہر نکل گئی۔

urdunovelsblog

"کیوں آئی ہیں آپ؟"

وہ سامنے بیٹھی مسکراتی ہوئی لڑکی کو دیکھ کر بولا تھا۔

"تم بہتر جانتے ہو۔"

رباب ٹیبل پر کچھ جھک کر بولی تھی۔

"میں کچھ نہیں جانتا سوائے اس کے کہ آپ میری کلاس فیلو تھیں۔"

عارض نے کہتے ہوئے فائل دوبارہ کھولی۔

"میں تم سے ملنے آئی ہوں، تمہیں دیکھنے اور تمہیں یاد دہانی کروانے کہ میں تمہارے جواب کی منتظر ہوں۔"

رباب مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی، لہجے میں کچھ چاشنی بھر آئی تھی۔ سیاہ آنکھوں کو ان بادامی آنکھوں میں گاڑنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ مکمل طور پر فائل کی جانب متوجہ تھا۔

"میں آپ سے ملنا نہیں چاہتا، نہ شوق ہے آپ کو دیکھنے کا اور جواب میں آپ کو بہت پہلے ہی دے چکا ہوں۔"

عارض نے ہموار لہجے میں جواباً کہا تھا جس پر رباب کے پیچ کچھ ڈھیلے ہوئے۔

"کیوں ہو اتنے ظالم؟ کیوں تمہیں میری محبت کا یقین نہیں ہے؟ ایک دنیا مرتی ہے رباب محسن پر اور تم ہو کہ مجھے ہر بار جھٹلا دیتے ہو۔"

رباب کچھ افسردگی سے گویا ہوئی تھی۔

"دیکھیں مس رباب۔ میں نے آپ کو ہرگز نہیں کہا کہ میرے پیچھے اپنی عزت نفس تک کی پرواہ نہ کریں۔ میرا جواب آج بھی وہی ہے جو دو سال پہلے تھا۔ مہربانی ہوگی یہاں بار بار آ کر اپنی عزت نفس کو روندھامت کریں۔"

عارض سرد اور خشک لہجے میں دوٹوک بولا تھا جس پر رباب کے چہرے کی جوت بجھی تھی۔

تبھی زوہا پھر کمرے میں آئی تھی اور ایک کافی کا کپ عارض کے سامنے رکھ کر، پہلے والا خالی مگ اٹھا کر جانے لگی کہ رباب کو دیکھ کر بولی۔

"آجائیں آپ کو باہر تک چھوڑ دوں۔"

رباب نے زوہا کے چہرے پر سجی مسکراہٹ دیکھی اور گھورتے ہوئے اپنا بیگ اٹھاتی کیبن سے نکل گئی، پیچھے زوہا کا جاندار قہقہہ کیبن میں گونجا تھا۔

"سر قسم سے مجھے بالکل نہیں پسند یہ میک اپ کی دکان۔ یقین جانیں اتنا میک اپ میں پورے سال میں نہیں کرتی جتنا اس نے ایک دن میں کیا ہوتا ہے۔"

زوہا نے ہنستے ہوئے کہا تو عارض بھی ہلکا سا مسکرا دیا لیکن وہ پڑھ ابھی بھی فائل رہا تھا۔

"میری نا بڑی خواہش ہے کہ ایک بار اس کے منہ پر غلطی سے پانی پھینکوں اور اس کی اصل شکل دیکھوں۔"

زوہا نے ہنستے ہوئے اپنی دلی خواہش ظاہر کی تھی۔ وہ اب بند دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ جب مڑی تو عارض اسے گھور رہا تھا۔

"سوری سر وہ بس فلو میں پتا نہیں چلتا کیا کیا بول جاتی ہوں۔"

زوہا دانتوں تلے زبان دبا کر بولی اور پلٹ کر جانے لگی کہ عارض نے اسکی جانب ایک فائل بڑھائی۔

"اس کی پروف ریڈنگ کر کے پوائنٹس اچھے سے دیکھ لو۔ کل پریزینٹیشن ہے تو آپ کو حاشر بھائی کے ساتھ جانا ہو گا۔ خود پڑھ کر یہ فائل ان تک پہنچا دیجئے گا۔"

عارض نے سنجیدگی سے اسے سمجھایا تھا تو وہ سر ہلاتی فائل لیتی اپنے کیبن میں نکل گئی تھی۔

○=========○

آج ہفتے کا روز تھا اور اسے آفس میں کافی کام تھا۔ وہ ہر کام کے دوران بار بار بازو پر بندھی گھڑی دیکھ رہی تھی۔

"عائشہ یار مجھے آج جانا ہے، گھر میں فنکشن ہے ایک۔ تو باقی کا کام ہم کل پر چھوڑ دیتے ہیں۔"

عمائمہ نے اپنی کنپٹی مسلتے ہوئے کہا تو عائشہ نے اپنا آئی پیڈ پیچھے سرکایا۔

"آپ مجھے بس اس والے کی ڈیٹیلز اور کلر کومبو سمجھا دیں۔ باقی میں دیکھ لوں گی۔"

عائشہ کی بات پر وہ سر ہلا گئی اور اس کا آئی پیڈ اپنی جانب کھسکاتی اسے چیزیں سمجھانے لگی۔ ابھی وہ سمجھا ہی رہی تھی کہ اسکا فون رنگ ہوا جو اس نے ایک ہاتھ سے اٹھایا اور کان سے لگاتی سننے لگی۔

"عمائمہ مزید کتنا انتظار کرواؤ گی؟"

حوا نے غصے سے پوچھا تھا۔

"یار مجھے ابھی تھوڑا ٹائم لگ جائے گا۔آپ دونوں چلے جاؤاور مجھے لوکیشن بھیج دو میں تیار ہو کر ایک گھنٹے تک پہنچ جاؤں گی۔"

عمائمہ ابھی رف سے حلیے میں بیٹھی تھی۔پنک شرٹ پر بلیک ہوڈی پہنے اور بلیک ٹراؤزر کے ساتھ گلے میں مفرل لپیٹ رکھا تھا۔بالوں کو رف جوڑے کی شکل میں باندھ رکھا تھا۔حوا نے اسے ایڈریس بھیج کر کال کاٹ دی۔

"میم اگر آپ لیٹ ہو رہی ہیں تو چلی جائیں۔میں دیکھ لوں گی باقی سب۔"

عائشہ نے فکر مندی سے کہا تھا۔

"نو اٹس اوکے۔یہ تمہیں سمجھا کر میں نکل جاؤں گی،تو تم لوگ بھی باقی کا کام کل پر چھوڑ دینا۔"

عمائمہ نے کال کاٹ کر اسے جواباً کہا تھا تو وہ سر ہلا گئی۔پھر عمائمہ کے سمجھانے پر دوبارہ سے اسکی جانب متوجہ ہو گئی۔

پندرہ منٹ بعد اس نے گاڑی گھر کے راستے پر ڈالی تھی اور وہاں سے تیار ہو کر اس کا ارادہ قصر سلطان جانے کا تھا۔

○=============○

ایسا وہ بے شمار و قطار انتظار تھا

پہلی ہی بار دوسری بار انتظار تھا

خاموشئ خزاں تھی چمن در چمن تمام

شاخ و شجر میں شورِ بہار انتظار تھا

دیکھا تو خلوت خس و خاشاک خواب میں

روشن کوئی چراغ شرار انتظار تھا

urdunovelsblog

باہر بھی گرد امید کی اڑتی تھی دور دور

اندر بھی چاروں سمت غبار انتظار تھا

پھیلے ہوئے وہ گھاس کے تختے نہ تھے وہاں

دراصل ایک سلسلہ وار انتظار تھا

کوئی خبر تھی آمد وامکان صبح کی

اور اس کے ارد گرد حصار انتظار تھا

کس کے گمان میں تھے نئے موسموں کے رنگ

کس کا مرے سوا سروکار انتظار تھا

اڈا ہوا ہجوم تماشا تھا دائیں بائیں

تنہا تھیں آنکھیں اور ہزار انتظار تھا

چکر تھے پاؤں میں کوئی شام وسحر ظفرؔ

اوپر سے میرے سر پہ سوار انتظار تھا

وہ کافی دیر سے بار بار نگاہیں اٹھا کر باہر دیکھ رہا تھا۔

قصر سلطان کے وسیع و عریض لان میں جگمگاتی روشنیوں اور اس کے چمکتے دمکتے چہرے پر انتظار واضح تھا۔ ہلکی پھلکی اور خوبصورت سجاوٹ نے ماحول کو تازگی اور فرحت بخشا ہوا تھا۔ رات کا وقت تھا اور فضا کچھ سرد بھی تھی لیکن گہما گہمی میں

urdunovelsblog

زیادہ محسوس نہ ہوتی تھی۔عمارہ سرخ گاؤن میں خوبصورت لگ رہی تھی جس کے ساتھ ہی حوا فوریسٹ کلر کی لمبی پیروں تک آتی سادہ سی فراک پہنے ہوئے تھی اور ہم رنگ حجاب لیے وہ خوبصورت لگ رہی تھی۔وہ دونوں کھڑی کسی تیسری لڑکی سے باتوں میں مصروف تھیں۔تو دوسری طرف عائزہ اور زنیرہ بیگم اپنی عمر کی کچھ عورتوں کے ساتھ کرسیوں پر بیٹھی تھیں۔

ایسے میں وہ سٹیج اور مین اینٹرنس کے بیچ و بیچ کھڑا بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔

"واہ رے! ہمارا انتظار ہو رہا تھا۔"

برہان چلتا ہوا اس تک پہنچا تھا اور اسے گلے لگا گیا جس پر وہ مسکرا دیا اور پیچھے کھڑی سجل کو دیکھا۔

"کیسی ہو چھوٹی؟"

وہ مسکرا کر سجل سے مخاطب ہوا تو وہ منہ پھلا گئی۔

"سخت ناراض۔"

سجل کی بات پر وہ حیران ہوا کہ اب کیا ہو گیا۔

"بہت اچھی بات ہے۔وہ رہی عمارہ بھابھی۔"

عارض نے عمارہ کی جانب اشارہ کیا تو وہ ناک منہ چڑھاتی اپنی سنہری نازک ہیل سے ان کی جانب چل دی۔

"خیریت شہزادے۔بڑا چمک رہا ہے؟"

برہان نے مسکراتے ہوئے تفتیشی لہجے میں کہا تو وہ مسکرا دیا جو بلیک فارمل پینٹ کے ساتھ بلیک ٹرٹل نیک شرٹ پر بلیک ہی کورٹ پہنے ہوئے کھڑا تھا۔اس کی گندمی آنکھوں میں انتظار کی چمک تھی۔بالوں کو نفاست سے سیٹ کیے مسکراتا ہوا وہ دلکش لگ رہا تھا۔

"ایک بات بتانی تھی۔وہ سرپھری ہماری رشتہ دار نکلی یار۔"

عارض نے ہنستے ہوئے کہا تو برہان اچنبے سے اسے دیکھنے لگا۔

"کون سر پھری؟ کس کی بات کر رہا ہے؟"

"وہی جس کو تو نے پسٹل پکڑا دی تھی۔"

عارض کے جلے کٹے جواب پر وہ ہنس دیا۔

"واہ رے! کیا حسین اتفاق ہے۔"

برہان نے مسکراہٹ دبا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اسے اگنور کرتا پھر سے مین اینٹرنس کو دیکھنے لگا۔ برہان نے اس کے نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا اور پھر مسکراہٹ دبا گیا۔

"تو تم اس کا انتظار کر رہے ہو اب؟"

برہان نے جان بوجھ کر اس کی ٹانگ کھینچی تھی۔

"نہیں ایسا تو کچھ نہیں ہے۔"

اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے عام لہجے میں کہا تھا۔

"اہم اہم!! لگ تو یہی رہا ہے۔"

برہان کے جواب پر وہ اسے گھورنے لگا۔

"بکو مت۔"

اس کے گھورنے پر وہ برہان ہنس دیا۔

"اچھا تو رک میں حاشر بھائی سے مل کر آتا ہوں۔"

برہان اس کے کاندھے پر ہاتھ ٹکاتے ہوئے بولا تو وہ سر ہلا گیا۔

وہ ناچاہتے ہوئے بھی اسی کے انتظار میں تھا جب اس نے گھڑی سے نظر اٹھائی تو سامنے وہ شہزادیوں کی چال چلتی آرہی تھی۔ وہ کئی لمحوں تک اسے دیکھ کر مبہوت رہ گیا تھا جس نے بلیک شارٹ کرتے کے ساتھ بلیک کھلا فلیپر پہنے، بلیک کرتے پر ہم رنگ نیٹ کی گاؤن پہن رکھی تھی جس پر جگہ جگہ نفاست سے موتیوں کا کام ہوا تھا جو لباس کو سادہ رکھنے کے ساتھ ساتھ چمک دار اور منفرد بنا رہے تھے۔ اس نے دوپٹہ کو پیچھے سے لے کر دونوں بازوؤں میں ڈال رکھا تھا۔ بال جوڑے کی شکل میں بندھے تھے اور چہرے پر دو آوارہ لٹیں طواف کر رہی تھیں۔

"میرا مطالعہ ہو گیا ہو تو مجھے ذرا باقیوں تک پہنچا دو۔"

وہ بلیک نازک ہیلز سے چلتی ہوئی عین اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی، اور اسے اتنے غور سے دیکھتے پا کر چٹکی بجا کر بولی تھی جس پر وہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹا تھا۔

"سوری۔"

عارض شرمندہ ہوتے ہوئے گویا ہوا تو وہ مسکرادی۔

"اٹس اوکے۔ مجھے معلوم ہے کہ میں خوبصورت لگ رہی ہوں۔"

عمائمہ کی بات پر وہ متفق تھا لیکن کہہ نہ سکا۔

"خوش فہمیاں اچھی پال رکھی ہیں۔"

عارض کے جواب پر وہ مسکرادی تھی۔

عارض اسے لیتا ہوا اور عمارہ تک لے آیا جہاں سجل بھی کھڑی تھی۔

وہ اسے ان تک چھوڑ کر خود حاشر اور برہان کے پاس آکھڑا ہوا جب اس کے پیچھے پیچھے ہی سجل آئی تھی۔

"عارض بھائی۔"

سجل کی آواز پر وہ تینوں چونکے تھے۔

urdunovelsblog

"جی؟"

اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا کیونکہ کچھ دیر پہلے تک تو وہ بلاوجہ اس سے ناراض تھی۔

"?Who is she"

سجل نے تجسس سے بھرپور لہجے میں پوچھا تھا۔

"کس کا پوچھ رہی ہو؟"

اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"وہی جنہیں آپ خود ہمارے پاس چھوڑ کر آئے ہیں۔"

سجل نے کہتے ہوئے حوا اور عمارہ کے ساتھ کھڑی عمائمہ کی جانب اشارہ کیا جو کسی بات پر ہنس رہی تھی۔ عارض اس پر نگاہیں ٹکا گیا لیکن پھر خود ہی نظروں کا رخ پھیر کر سجل اور باقی دونوں کو دیکھنے لگا جو اسی کے جواب کے منتظر تھے۔

"عمائمہ ہے۔ مس حوا کی بہن۔"

اس کے جواب پر حاشر بولا۔

"وہ تو میں جانتا ہوں تم یہ بتاؤ کہ وہ تمہاری کون ہیں؟"

اس سے پہلے کہ عارض کوئی جواب دیتا سجل بیچ میں بولی۔

"ایک منٹ ایک منٹ۔ یہ وہی لڑکی ہے نا۔۔۔"

برہان نے فوراً سے سجل کو کہنی ماری تو وہ خاموش ہو گئی۔

"کون سی لڑکی؟"

حاشر نے تجسس سے پوچھا۔

"فارگاڈسیک گائز۔ کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو۔ بس کرو اب۔ مہمان ہے وہ ہماری تو کیا میں اسے کمپنی نہیں دے سکتا۔"

عارض کی بات پر وہ تینوں اسے مسکراہٹ دبا کر دیکھنے لگے جس سے تنگ آکر وہ وہاں سے چلا گیا اور وہ پیچھے تینوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس دیے۔

"لڑکے کا دل محبت میں مبتلا ہو رہا ہے۔"

برہان نے ہنس کر کہا تو سجل نے جواباً کہا۔

"لیکن وہ مانیں گے نہیں اتنی جلدی۔"

اس کی بات پر حاشر نے سر ہلا کر ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ چاہے مان جائے لڑکی کو منانا مشکل ہے۔"

حاشر کی بات پر برہان بھی متفق تھا۔

○==============○

فنکشن کا آغاز ہو چکا تھا۔ کئی لوگ آرہے تھے۔

"ارے عائزہ! تم نے بتایا نہیں کہ تمہارے چھوٹے بیٹے کی بھی شادی ہو گئی ہے۔"

عائزہ اور زنیرہ جس ٹیبل پر بیٹھی تھیں وہاں موجود ایک عورت نے کہا تو عائزہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"نہیں! اس کی شادی تو ابھی نہیں ہوئی۔ آپ نے ایسا کیوں سمجھا؟"

عائزہ کچھ حیرت سے بولی تھی۔

"اوہ اچھا۔ وہ عارض کسی لڑکی سے بات کر رہا تھا اور وہ دونوں ساتھ کھڑے مکمل لگ رہے تھے، اسی لیے مجھے ایسا لگا۔"

urdunovelsblog

وہ عورت ہنستے ہوئے اپنی صفائی پیش کرنے لگی اور آخر میں دور کھڑے عارض اور عمائمہ کی طرف اشارہ کیا جو کھڑے ایک دوسرے سے ناجانے کونسی بات کر رہے تھے اور عارض اس کی کسی بات پر مسکرا رہا تھا۔ عائزہ اور زنیرہ بیگم نے اس جانب دیکھا تو زنیرہ بیگم کہنے لگیں۔

"وہ میری نواسی ہے عمائمہ۔ اور وہ دونوں اچھے دوست ہیں بس۔"

زن‌یرہ بیگم نے مسکرا کر جواب دیا تو وہ عورت مسکرانے لگی۔

"ویسے عارض ایک اچھا لڑکا ہے۔ آپ کو اس کے بارے میں سوچنا چاہیے اپنی نواسی کے لیے۔ ویسے بھی وہ دونوں ساتھ کھڑے کافی جچ رہے ہیں۔"

اس عورت کی بات پر عائزہ اور زنیرہ بیگم کی نظریں ملی تھیں اور وہ دونوں مسکرا دی تھیں۔

○=============○

دوسری طرف وہ دونوں کھڑے ہاتھوں میں جوس کے گلاس تھامے باتیں کر رہے تھے۔

"ویسے آپ کو یاد نہیں ہو گا۔ ہم دونوں بچپن میں نہ صرف کئی بار مل چکے ہیں بلکہ اکٹھے کھیلا بھی کرتے تھے۔"

عارض کی بات پر وہ حیران ہوئی۔

"مجھے یاد نہیں۔"

عمائمہ نے حیرت سے جواب دیا تو وہ کہنے لگا۔

"ہاں! آپ بہت چھوٹی ہوا کرتی تھیں۔ نورے خالہ اور ماما بیٹھ کر گھنٹوں باتیں کیا کرتی تھیں اور میں آپ کی پونیاں بنایا کرتا تھا۔"

اس کی بات پر عمائمہ بے ساختہ ہنس دی۔

"تم مجھے بچپن سے جانتے ہو تو تم نے میرے بابا کو بھی دیکھا ہو گا؟"

عمائمہ نے بے تاثر لہجے میں ہاتھ میں پکڑے جوس کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں! ہم صرف نورے خالہ سے تب ملتے تھے جب وہ زنیرہ نانو کے پاس کچھ دن رہنے آتی تھیں۔ میں نے کبھی آپ کے والد کو نہیں دیکھا، اگر دیکھا بھی ہو گا تو یاد نہیں۔"

عارض نے تفصیلاً جواب دیا اور اسے دیکھا جو کچھ بے چین سی ہو گئی تھی۔

"پھر تمہیں یہ تو پتا ہو گا کہ۔۔"

عمائمہ نے کچھ خجل سے انداز میں جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"نہیں۔ مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ نورے خالہ کی چھوٹی بیٹی کی پیدائش کے کچھ عرصے بعد ان کی وفات ہو گئی تھی۔"

عارض کے جواب پر وہ خاموش ہو گئی اور جوس کے باقی گھونٹ تیزی سے بھر گئی۔

عارض نے اسکی پریشانی بھانپ لی تو اس کا ذہن دوسری جانب متوجہ کروانے کے لیے کہنے لگا۔

"ایسے کپڑے سوٹ کرتے ہیں آپ کو۔"

عارض کی غیر متوقع بات پر وہ اسکی بادامی آنکھوں میں دیکھنے لگی جہاں جذبات کا ایک سمندر آباد تھا، لیکن وہ سر جھٹک کر تیوری چڑھائے کہنے لگی۔

"تعریف تھی؟"

اس کی بات پر وہ ہنس دیا۔

"نہیں! صرف آگاہ کر رہا تھا۔"

عارض کے جواب پر وہ اسے گھورنے لگی۔

"میں جانتی ہوں کہ مجھ پر کیا سوٹ کرتا ہے۔"

گردن اکڑا کر اس نے جواب دیا تو وہ ہنس دیا۔ تبھی سجل ان تک آئی اور خوشدلی سے سلام کیا جس پر عمائمہ نے خوشدلی سے جواب دیا۔

"میں تب سے یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ میں نے آپ کو کہاں دیکھا ہے پہلے، اب یاد آ گیا۔"

سجل کی آواز میں جوش بھرا تھا، عمائمہ مسکرا کر گویا ہوئی۔

"کہاں دیکھا ہے؟"

"یو-ایچ کلا تھنگ میں۔۔ آپ وہاں کی اونر ہیں نا؟"

سجل نے چہکتے ہوئے استفسار کیا تھا، جس پر عارض چونکا تھا۔

"جی بالکل، تم وہاں کسی کام سے آئی تھی پیاری لڑکی؟"

عمائمہ کو وہ بہت معصوم اور زندگی سے بھرپور لڑکی لگی تھی اس لیے بہت محبت سے گویا ہوئی۔ عارض اسکے بدلتے لہجے پر اسے غور سے دیکھنے لگا۔

"میں وہاں برہان بھائی اور عارض بھائی کے ساتھ گئی تھی۔ اپنے نکاح کے ڈریس کا آرڈر دینے کیونکہ میں نے انسٹا پر آپ کا پیج فالو کیا ہوا تھا اور مجھے آپ کے ڈیزائین اس قدر پسند ہیں کہ کیا بتاؤں۔"

سجل چہک چہک کر اسکے ڈیزائنز کی تعریف کر رہی تھی اور وہ ہنستے ہوئے اسے شکریہ کہہ رہی تھی۔

"لیکن میں آپ سے اس دن نہیں مل سکی، بس دور سے دیکھا تھا۔ آپ کی سکریٹری نے بتایا کہ آپ میٹنگ میں ہیں اور پھر آپ کسی ضروری کام سے نکل گئی تھیں۔"

سجل کی بات پر عارض اور عمائمہ کی نظریں ملی تھیں۔

"ہاں ایکچولی میں سٹوڈینٹ بھی ہوں تو میری اس دن کلاس تھی۔ آفس سے تو کلاس لینے نکلی تھی لیکن پھر ضروری کام نکل آیا سو کلاس بھی نہیں لے سکی۔"

عمائمہ اسے بہت پیار اور نرمی سے جواب دے رہی تھی۔

"آپ سٹوڈینٹ بھی ہیں؟ واؤ۔ کیا پڑھ رہی ہیں؟"

سجل نے متاثر کن لہجے میں پوچھا تھا۔ عارض البتہ مزے سے جوس پیتے ہوئے دونوں کی گفتگو انجوائے کر رہا تھا۔

"میں فیشن ڈیزائنگ ہی پڑھ رہی ہوں۔ آخری سمیسٹر ہے۔"

عمائمہ کے جواب پر عارض بھی متاثر ہوا تھا۔

" گریجویشن سے پہلے ہی اپنی برانڈ لانچ کر لی؟"

سوال عارض کی طرف سے تھا۔

"ہاں! کیونکہ مجھے شوق تھا اور میں سب کچھ خود کرنا چاہتی تھی۔"

عمائمہ کے جواب پر سجل اس کر ہاتھ تھام کر متاثر کن لہجے میں کہنے لگی۔

".You are so talented and strong"

اس کی بات پر عمائمہ کے ساتھ ساتھ عارض بھی مسکرا دیا تھا۔ تبھی سجل عمارہ کی آواز پر ان دونوں کو وہیں چھوڑتی عمارہ تک پہنچی تھی۔ اور عارض دوبارہ اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"تم کون ہو عمائمہ؟"

عارض کا سوال غیر متوقع تھا۔

"مطلب؟"

عمائمہ نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ تمہاری حقیقت کیا ہے؟"

urdunovelsblog

عارض کے سوال پر اس کی دھڑکن کا معمول تیز ہوا تھا۔

"میں سمجھی نہیں۔"

اس نے اڑے ہوئے چہرے پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے کہا تھا۔

"تم ویسی نہیں ہو جیسا ظاہر کرتی ہو۔"

اس نے جواباً کہا تو عائمہ کا سانس سوکھا تھا لیکن اپنا بکھرا ہوا اعتماد اکٹھا کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں بالکل ویسی ہی ہوں۔"

"نہیں۔ تم میں بہت سے راز ہیں۔ تمہاری شخصیت حقیقتاً وہ ہے جسے تم چھپانا چاہتی ہو لیکن یاد رکھو کہ جس چیز کو ہم جتنا دبائیں گے وہ اتنا ہی ابھر کر باہر آتی ہے۔"

عارض نے جیسے بہت کچھ سمجھانا چاہا تھا۔ عائمہ کی امبر رنگ آنکھوں میں حیرت سموگئی تھی۔

"میں ایک عام سی، مغرور اور گھمنڈی لڑکی ہوں۔"

عائمہ نے کچھ اعتماد سے کہا تھا۔

"تم ایک صاف اور معصوم دل لڑکی ہو جو مرد ذات پر بھروسہ نہیں کرتی اور خود پر مغرور ہونے کا خول چڑھائے پھرتی ہو لیکن وہ لڑکی جانتی ہے کہ مغرور ہونا اور مغرور ظاہر کرنے میں فرق ہوتا ہے۔"

عائمہ تو حیرت سے اسکی بادامی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی جو سچائی کی گواہی دے رہی تھیں۔

"تم فضول سوچ رہے ہو۔"

عائمہ نے کہہ کر اسے جھٹلانا چاہا تھا۔

"مجھے تمہیں جاننے کا تجسس ہو رہا ہے۔"

urdunovelsblog

عارض کے جواب پر وہ مسکرا دی۔

"میں ایک بغیر عنوان کے لکھی گئی کتاب ہوں جس کا اول سے آخر تک کسی کے سامنے عیاں ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"ہر کتاب کا عنوان ہوتا ہے۔"

عارض نے جیسے اعتراض کیا تھا۔ وہ گہری دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"عنوان اس کتاب کو دیا جاتا ہے جو پوری ایک ہی پلاٹ پر ہو۔ جس کتاب کے ہر صفحہ کا عنوان مختلف ہو اور ہر ورق پر مختلف زبان درج ہو تو وہ کتاب پڑھنے کے لائق نہیں ہوتی۔"

عمائمہ نے اس کی آنکھوں میں اپنی امبر رنگ آنکھیں گاڑتے ہوئے کہا تھا۔

"میرے خیال میں ہمیں وہ کتاب پڑھ کر اسے ایک عنوان دینا چاہیے۔"

عارض نے جیسے تجویز پیش کی تھی جسے فوراً رد کیا گیا تھا۔

"وہ کتاب نام اور عنوان کے بغیر زیادہ متاثر کن ہے۔"

urdunovelsblog

عمائمہ کی بات پر وہ مسکرا دیا۔

"وہ تو میں مانتا ہوں۔"

عارض نے گہری مسکراہٹ سے کہا تھا۔ وہ اس کی بادامی آنکھوں میں کچھ کھوج رہی تھی لیکن وہ نظریں ہٹا گیا۔

تبھی برہان نے انٹری ماری تھی۔

"کیا باتیں چل رہی ہیں؟"

برہان کو دیکھتے ہوئے عمائمہ نے آنکھیں پھیلائیں۔

"تم جھوٹے پولیس والے!"

عمائمہ کی بات پر برہان ہنس دیا۔

"حقیقت میں نا سہی، جھوٹ ہی سہی۔"

برہان نے ہنستے ہوئے کہا تھا جس پر وہ اسے گھور گئی۔

تبھی حاشر نے مائک پکڑ کر سب کو اپنی جانب متوجہ کروایا۔

"آل رائٹ گائز۔

We are here to celebrate the 4th wedding anniversary of me and my wife.

آپ سب کی دعاؤں اور یہاں موجودگی کا بے حد شکریہ۔

We also have to announce something important and very interesting."

urdunovelsblog

حاشر نے کہتے ہوئے حوا اور عمارہ کو سٹیج پر آنے کی دعوت دی جو بس ایک فٹ کی اونچائی پر تھا۔

"We are officially collaborating with Miss Hawa Shayan in her brand."

حاشر کی بات پر ماحول میں تالیوں کا شور بلند ہوا تھا۔

"اور اسی خوشی میں آج ہم سب یہاں جمع ہیں۔امید کرتے ہیں کہ مسز عمارہ اور مس حوا مل کر اس چھوٹے سے بزنس کو آگے بڑھائیں گے اور ترقی کی منازل طے کریں گے۔"

حاشر کی بات پر سب نے آمین کہا تھا اور پھر کھانے کا دور چلا تھا۔اس پورے فنکشن میں عمائمہ اور سجل کی بہت اچھی والی دوسری ہو گئی تھی، وجہ سجل کی کیوٹ باتیں تھیں اور زندگی سے بھرپور ہنسی مذاق کی عادت۔ عمائمہ پہلی بار کسی کے ساتھ اتنی جلدی اٹیچ ہوئی تھی۔اسے وہ لڑکی خوشدل اور زندہ دل سی لگی تھی۔

"آپ میرے نکاح پر ضرور آیئے گا۔"

جانے سے پہلے سجل نے دوبارہ تاکید کی تھی جس پر وہ مسکرا کر سر ہلا گئی۔

"ضرور کیوں نہیں۔"

عمائمہ کے جواب پر وہ خوش ہوتی،اس کے گلے لگتی خدا حافظ کہتی چلی گئی تھی۔

"اس پورے فنکشن میں تیری جہاں نظریں اور دل ٹھہرا ہوا تھا مجھے معلوم ہے سب۔"

جانے سے پہلے برہان اسے کہنا نہ بھولا تھا جس پر عارض نے بھی ابرو اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا کہ۔

"اور جہاں تیری نظریں تھیں مجھے وہ بھی معلوم ہے۔"

جس پر برہان شرمندہ سا ہوتا بغیر کچھ کہے سجل کو لے کر چلا گیا تھا۔

urdunovelsblog

○======○

"چلیں عمائمہ؟"

حوا نے اس کے پاس آتے ہوئے کہا جو عمارہ اور عائزہ کے پاس کھڑی تھی۔ مہمان تقریباً جا چکے تھے۔

"کچھ دیر اور رک جائیں ابھی۔"

عمائمہ سے پہلے پیچھے سے آتے عارض نے جواب دیا تھا جس پر حاشر اور عمارہ اپنی مسکراہٹ دبا گئے تھے جبکہ عمائمہ بس اسے دیکھ رہی تھی جو حوا کو جواب دے کر اب سیدھا اس پر نظریں جمانے لگا تھا، لیکن عمائمہ کو خود کو دیکھتا پا کر وہ نظریں پھیر گیا۔

"افف یہ لڑکا نظریں کیوں نہیں ملا رہا؟"

عمائمہ ملک کو دوسروں کی نظریں پڑھنا آتی تھیں۔ وہ اپنے دل میں اٹھنے والے خیالات کو جھٹلانا چاہتی تھی، عارض کی نظروں سے اس کے اندر کا حال جان کر لیکن وہ نظریں ملائے تو ایسا ممکن ہونا۔

"اب ہمیں چلنا چاہیے۔ کافی رات ہو گئی ہے اور سردی بھی بڑھ رہی ہے۔"

عمائمہ نے جواب دیا تو عارض نے عمارہ کو آنکھوں میں کوئی اشارہ کیا تھا جس پر وہ سر ہلا گئی اور کہنے لگی۔

"ہرگز نہیں۔ ابھی وقت ہی کیا ہوا ہے۔ چائے پیے بغیر تو بالکل نہیں جاؤ گے آپ لوگ۔"

عمارہ نے دوٹوک لہجے میں جواب دیا تو عمائمہ مسکرا دی۔

"جو حکم حضور۔"

اس کے شرارت سے کہنے پر وہ سب ہنس دیے۔

زنیرہ بیگم اور عائزہ تو پہلے ہی سردی کی شدت محسوس کرتے اندر جا چکے تھے اور اب وہ پانچوں بھی اندر کی جانب بھرنے لگے۔ عارض اور عمارہ آخر میں چل رہے تھے جب عارض نے فاتحانہ طور پر تھمبز اپ کیا تھا جسے دیکھ کر عمارہ مسکرا دی۔

"عارض وہ ذرا باہر سے سامان کا دیکھ آؤ۔"

حاشر نے جان بوجھ کر اسے باہر بھیجنا چاہا تھا لیکن اس کے اٹھنے سے پہلے ہی عمارہ بولی۔

"وہ ٹیم صبح آ کر لان صاف کر لے گی اور خود کے سامان کا میں پہلے ہی انتظام کر چکی ہوں۔ آپ لوگ بیٹھیں میں ذرا چائے کا کہہ آؤں۔"

وہ سب حال میں آرام سے صوفوں پر بیٹھ گئے تھے جہاں عائزہ اور زنیرہ بیگم پہلے سے موجود تھیں۔

"بھابھی میرے لیے کافی۔"

عمارہ کے جانے سے پہلے عمائمہ بولی تو عارض نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہاں بھئی جانتی ہوں۔ تم اور عارض کافی ہی پیو گے۔"

عمارہ کے کہنے پر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور پھر دونوں رخ پھیر گئے۔

"عمائمہ ریلیکس ہو کر بیٹھ جاؤ بیٹا۔ اپنا ہی گھر سمجھو۔"

عائزہ نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دی لیکن عارض بڑے مزے سے اپنی ماں کو دیکھنے لگا۔

عمائمہ نے ریلیکس ہونے کے لیے اپنی ہیل اتار کر سائیڈ پر کر دی اور پاؤں فرش پر ٹکا دیے تو عارض کی نظر اس کے ایڑھی پر بنے زخم پر گئی اور پھر دوبارہ سے اس کے چہرے پر جہاں کوئی تاثر نہیں تھا اور مزے سے بیٹھ کر باتیں ہو رہی تھیں۔

وہ اٹھا اور کچن میں عمارہ کے پیچھے پہنچا۔

"بھابھی۔"

عمارہ جو باورچی کو چائے کے ساتھ لوازمات لانے کا کہہ رہی تھی پلٹی۔

"ہاں جی۔"

"وہ بھابھی۔۔"

عمارہ اس کے کنفیوز ہونے پر حیران ہوئی۔

"کیا ہوا بولو؟"

"وہ فرسٹ ایڈ باکس میں سے بینڈ ایج لا کر عمائمہ کو دے دیجیے گا۔"

عارض کی بات پر وہ حیران ہوئی۔

"کیوں خیریت؟"

"ہاں وہ شاید ہیل پہننے کی وجہ سے اس کی ایڑھی پر زخم ہو گیا ہے اور اس نے ابھی گھر بھی جانا ہے۔"

عارض کی بات پر وہ کئی لمحوں تک منہ کھولے اسے دیکھے گئی۔

"ایسے مت دیکھیں۔"

عارض نے کچھ خجل سا ہوتے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔

"ابھی تو تم چلو بیٹا۔ان کے جانے کے بعد تفصیلاً گفتگو ہوتی ہے۔"

عمارہ کہتے ہوئے بینڈ تیج لینے چلی گئی اور عارض بالوں میں ہاتھ پھیرتا کوٹ کے بٹن ڈھیلے کرتا واپس حال میں آ بیٹھا۔

تبھی عمارہ اندر داخل ہوئی اور عمائمہ کے ساتھ جا بیٹھی اور بینڈ تیج اس کی جانب بڑھادی جس پر وہ حیرت سے عمارہ کو دیکھنے لگی۔

"تمہیں اکثر جا گرز میں دیکھا ہے تو ہیل میں مجھے تم کمفرٹیبل نہیں لگ رہی تھی، یہ بینڈ تیج لگالو ایڑھی پر۔اس سے چلنے میں آسانی ہو گی۔"

عمارہ کی بات پر عمائمہ کھلے دل سے مسکرادی اور بینڈ تیج پکڑتی اپنی زخمی ایڑھی پر لگا گئی۔

"شکریہ بہت بہت۔"

عمارہ نے سر کے خم سے شکریہ موصول کیا تھا اور ایک نظر عارض کو دیکھا تھا جو چور نظروں سے ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔

عمارہ اٹھ کر چائے اور کچھ لوازمات لے آئی تو پھر کافی دیر بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔

وقفے وقفے سے عارض اور عمائمہ بھی کوئی آپس میں بات کر لیتے تھے۔

پھر کچھ دیر بعد وہ واپسی کے لیے روانہ ہو گئے۔زنیرہ بیگم اور حوا ایک گاڑی میں تھے جبکہ عمائمہ دوسری گاڑی میں۔

جب عمائمہ نکلنے لگی تو عارض بولا۔

urdunovelsblog

"رات کا وقت ہے دھیان سے جائیے گا،اور کوئی مسلئہ ہو تو سیدھا کال کیجئے گا۔"

عارض کی بات پر وہ سر ہلا گئی۔ لیکن وہ یہ نہ کہہ سکی کہ میرے پاس تمہارا نمبر نہیں ہے۔ وہ بس تب سے خاموش تھی جب سے ان کی بات ہوئی تھی۔

عارض کی نظروں نے دور تک عمائمہ کی گاڑی کا تعاقب کیا تھا۔

احساس رفاقت تو بس اس کے سوا کیا ہے

لمحوں کا ٹھہر جانا صدیوں کا گزر جانا

○=============○

"اوئے ہیر وانڈر آؤنہ زرا۔"

عارض ابھی تک گیٹ پر کھڑا خالی سڑک کو تک رہا تھا جب پیچھے سے عمارہ نے آواز دے کر اسے پکارا تھا۔ مہمان کب کے جا چکے تھے۔ لان ویران پڑا تھا۔ ایسے میں وہ چلتا ہوا عمارہ کے سامنے موجود ایک کرسی پر آ بیٹھا۔

"صاف صاف بتاؤ جو دل میں چل رہا ہے۔"

عمارہ نے پوچھا تو وہ سر جھکا گیا۔

"نہیں معلوم۔ بھابھی سمجھ نہیں آرہا کچھ بھی۔ وہ باتیں کر رہی تھی تو لمحوں کو روکنے کا دل چاہا تھا۔ جانے لگی تھی تو دل نے کہا کہ کچھ دیر اور روک لو سو آپ کو اشارہ کر دیا۔ اس کا زخم دیکھا تو مرہم لگانے کا حکم دل کی طرف سے آیا تھا۔ وہ جب جا رہی تھی تو اس کی فکر ستانے لگی کہ رات کے اندھیرے میں خدا اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔"

عارض نے صاف گوئی سے ساری دل کی بات کہہ دی تھی۔ وہ عمارہ کو جانتا تھا کہ وہ کبھی اسے جج نہیں کرے گی بالکل جیسے ایک بہن کبھی کسی بھائی کو جج نہیں کرتی، اس کی ساری باتیں سنتی ہے اور اس کو بہترین مشورے دیتی ہے۔

"لڑکے تمہیں اس سے محبت ہو رہی ہے۔"

عمارہ نے اسے اس کی بیماری بتائی تھی۔

"ایسے تھوڑی ہوتی ہے محبت۔"

عارض نے اعتراض اٹھایا تھا۔

"محبت ایسے ہی ہوتی ہے، کبھی بھی کہیں بھی کیسے بھی، کچھ معلوم نہیں ہوتا اور جب معلوم ہوتا ہے تو ہم بہت آگے نکل چکے ہوتے ہیں جہاں سے واپسی بھی ممکن نہیں ہوتی۔ یہ قید کر لیتی ہے اور اس کی قید تب تک محسوس نہیں ہوتی جب تک وہ ہماری سانسوں پر بھاری نہ ہونے لگے۔"

عمارہ کی بات کو وہ بہت غور سے سننے لگا۔

"مجھے نہیں لگتا وہ مجھے پسند کرتی ہے۔"

عارض نے اپنا خدشہ ظاہر کیا تھا۔

"حوا بتا رہی تھی کہ وہ شایان انکل کی وجہ سے ہر مرد کو ایک نظر سے دیکھتی ہے، اس لیے اس کی کبھی کسی لڑکے سے بنی ہی نہیں۔ لیکن وہ تمہارے ساتھ کافی دیر باتیں کرتی رہی تھی جس پر حوا بھی خوشگوار حیرت میں مبتلا تھی۔"

عمارہ نے سچائی سے سب بتاتے ہوئے اس کے دل کے جذبات کو ڈھارس بندھائی تھی۔

"اب کیا کرنا چاہیے؟"

عارض کے پوچھنے پر وہ مسکرا دی۔

"کچھ اور وقت گزرنے دو اور پھر اسکے گھر رشتہ بھیجیں گے۔ مجھے امید ہے وہ انکار نہیں کرے گی۔"

عمارہ کی بات پر وہ مسکرا دیا اور پھر حاشر کی آواز پر وہ دونوں اندر چلے گئے۔

○============○

وہ کمرے میں داخل ہوئی تھی اور فریش ہونے کی غرض سے واشروم میں گئی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ نہا کر فریش ہوتی ہوئی اس سردی میں بھی ٹی شرٹ کے ساتھ کھلا ٹراؤزر پہنے باہر نکلی تھی۔

وہ پریشانی سے پورے کمرے کے چکر کاٹ رہی تھی۔ کمرے کی فضا میں گھٹن ہونے لگی تو وہ بالکنی کا دروازہ کھولتی ننگے پیر بالکنی کے جھولے پر آ بیٹھی تھی۔ تبھی اس کے کمرے کا دروازہ کھلا اور فریش سی حوا اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے عمائمہ۔"

وہ اس کے سامنے ریلنگ کے ساتھ ٹیک لگاتی کھڑی ہو گئی تھی۔

"بولو۔"

"تم پریشان کیوں ہو، فنکشن کے اختتام پر تم کافی ٹینس دکھائی دے رہی تھی۔"

حوا نے اسے جانچتے ہوئے کہا تھا۔

"جب آپ پوری زندگی بدتمیز، ہڈ دھرم، گھمنڈی اور مغرور ہونے کا خود پر خول چڑھا کر رکھیں تا کہ آپ کی اندرونی ساخت کسی چیز سے متاثر نہ ہو اور پھر ایک دن کوئی شخص آپ کو آ کر یہ کہے کہ تم صاف اور معصوم دل لڑکی ہو جو اپنے اوپر مغرور ہونے کا خول چڑھاتی ہے تو تب کیا کرنا چاہیے؟"

عمائمہ نے آخر میں تیز تیز سانسیں بھرتے ہوئے کہا تھا۔

"عارض نے کہا ہے۔ ہے نا؟"

حوا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو عمائمہ نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"اب میں اس سے کبھی نہیں ملوں گی، کبھی نہیں۔"

عمائمہ نے جیسے خود سے عہد کیا تھا۔

urdunovelsblog

"صرف یہ وجہ نہیں ہوسکتی۔ تم ہر اس انسان سے دور جاتی ہو جس سے تمہیں خدشہ ہوتا ہے کہ وہ تمہیں پسند کرنے لگا ہے یا تم اسے۔اب سچ بتاؤ۔"

حوا نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا تو وہ گہری سانس بھر گئی۔

"مجھے۔۔مجھے لگتا ہے وہ مجھے پسند کرنے لگا ہے۔"

عمائمہ نے اسکی جانب دیکھتے ہوئے اپنا خدشہ ظاہر کیا جو اس وقت بلیک شال کو اچھے سے لپیٹے ریلنگ کے ساتھ کھڑی تھی۔

"اس نے کوئی بات کی ہے؟"

حوا نے جاننا چاہا۔

"اس نے کچھ نہیں کہا۔"

"پھر ہو سکا تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو۔"

حوا نے اسے ریلیکس کرنا چاہا۔

"آنکھیں۔۔حوا آنکھیں جھوٹی نہیں ہوتیں۔الفاظ جھوٹ ہوتے ہیں، جذبات جھوٹے ہیں،احساس بھی جھوٹے ہو سکتے ہیں، آنکھیں جھوٹی نہیں ہو سکتیں۔کبھی نہیں۔آنکھوں کو خواب اور احساسات چھپانے نہیں آتے۔"

عمائمہ کی بات پر حوا خاموش ہو گئی۔

"تمہیں اسکے جذبات کی قدر کرنی چاہیے۔"

حوا نے جیسے تاسف سے کہا تھا۔

"مرد جھوٹے ہوتے ہیں۔"

"ہر مرد ایک سا نہیں ہوتا عمائمہ۔اور تم نے خود تو کہا آنکھیں جھوٹ نہیں کہتیں۔"

حوا نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا لیکن وہ کانوں پر ہاتھ رکھ گئی۔

"مجھے سونا ہے۔ گڈ نائٹ۔"

عائمہ کہتے ہوئے بالکنی سے نکل کر اپنے بستر میں گھس گئی۔ تو حوا بھی بے بسی سے اسے دیکھتی بالکنی کا دروازہ بند کرتی خود بھی سونے کے لیے چلی گئی۔

محبت جاگ اٹھی رگ رگ میں ارمانوں کو نیند آئی

حقیقت نے نقاب الٹی تو افسانوں کو نیند آئی

چھلکتی ہی رہی مے دور چلتا ہی رہا لیکن

رکی گردش ان آنکھوں کی تو پیمانوں کو نیند آئی

بچھے تھے پھول بھی ہر موڑ پر فصل بہاراں میں

مگر آئی تو کانٹوں پر ہی دیوانوں کو نیند آئی

سر محفل رہا اک رت جگے کا ساسماں شب بھر

پلک جھپکی نہ شمعوں کی نہ پروانوں کو نیند آئی

تجلی تھی نہ تابانی تصور تھا نہ پرتو تھا

ترے جاتے ہی سارے آئینہ خانوں کو نیند آئی

محبت تھی فروزاں درد کا احساس تھا جب تک

urdunovelsblog

ہوئی انسانیت رخصت تو انسانوں کو نیند آئی

شب ہجراں کا سناٹا ہے طاری بند ہیں آنکھیں

یہ موت آئی کہ تیرے سوختہ جانوں کو نیند آئی

مسلسل عشق میں عالم رہا شب زندہ داری کا

سر مقتل پہنچ کر تیرے دیوانوں کو نیند آئی

گھنی ہے کس قدر چھاؤں ضیا کفر محبت کی

مگر اس چھاؤں میں کتنے ہی ایمانوں کو

نیند آئی

○============○

عائمہ بچپن سے مردوں پر اعتبار نہیں کرتی تھی۔اس کی یہ بے اعتباری اسکے خود کے باپ کی وجہ سے تھی۔اس کے نزدیک مرد بھروسے اور محبت کے قابل نہیں ہوتے۔ایک نظریہ اس کا قائم تھا، ہر مرد ذات کے حوالے سے۔ لیکن اب وہ خود کی ذات کے ساتھ جنگ میں مصروف تھی جو عارض کی آنکھوں میں اُمڈتے جذبات کے زیرِ اثر آ رہی تھی۔ لیکن وہ نہیں آنا چاہتی تھی۔وہ بستر میں لیٹ تو گئی تھی لیکن حوا کے جانے کے بعد اس نے پوری رات یاد ماضی کی اذیت میں گزاری تھی۔

یاد ماضی عذاب ہے یارب !

چھین کے مجھ سے حافظہ میرا۔۔

اسے ایک ایک کر کے سب یاد آنے لگا۔

وہ بہت چھوٹی تھی جب اس نے اور حوا نے اپنے باپ کا تلخ رویہ دیکھا تھا۔ عمائمہ کی پیدائش کے بعد اس کی ماں نور بیمار رہنے لگی تھیں۔ جب کسی دوا سے آرام نہ آیا تو شایان نے ڈاکٹرز کی ہدایات کے مطابق کافی ٹیسٹ وغیرہ کروائے تھے جن کے بعد ان پر یہ راز کھلا تھا کہ نور کو برین ٹیومر تھا۔ شایان کا رویہ اس کے بعد نور سے کھچا کھچا رہنے لگا۔ وہ کافی عرصہ بری طرح بیمار رہی تھیں اور اس عرصے میں شایان ان سے مکمل طور پر بے خبر رہے تھے۔

وہ اپنی بیمار بیوی اور دو بیٹیوں کی زمہ داروں سے کتراتے پھر رہے تھے۔ نور کی بیمار طبیعت شایان کے اس رویہ سے مزید بیمار رہنے لگی۔ ان کے سسرال والے تو پہلے ہی دو بیٹیوں کی پیدائش پر نور سے کھینچے سے رہتے تھے اور اب شایان کی نور کے لیے لاپرواہی کے بعد وہ نور پر طنز و مزاح کے تیر چلانے لگے تھے۔ ایک روز جب ان کے طنز کے تیروں سے تنگ آکر نور نے شایان کو شکایت کرنی چاہی تو شایان نے الٹا نور کو ہی برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

نور سے مزید برداشت نہ ہوا تو وہ اپنی دونوں بیٹیوں کو لیتیں، نور منزل میں آگئیں۔ نور اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھیں، اس لیے ان کی اتنی نازک حالت دیکھتے ہوئے نور کی ماں (زنیرہ بیگم) نے انہیں دوبارہ بھیجنے سے انکار کر دیا۔ جس پر شایان نے بخوشی طلاق نامہ نور منزل میں بھیج دیا۔ اور طلاق کے کاغذات کو ہاتھ میں پکڑتے ہی نور کے دل میں ایک درد اور اذیت کی لہر اٹھی تھی جس کے بعد وہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھی تھیں۔

urdunovelsblog

نور کے والد پہلے ہی وفات پا چکے تھے اور زنیرہ بیگم اکیلی نور منزل میں رہائش پذیر تھیں لیکن اب ان پر دو ننھی جانوں کی ذمہ داری تھی۔

حوا اس وقت دس سال کی تھی اور عمائمہ کی عمر ابھی سات سال تھی۔ لیکن وہ سات سال کی معصوم عمر میں اپنی ماں کو اپنے باپ کے رویے پر روتا سسکتا دیکھتی چپ ہوگئی تھی۔ وہ کسی کے ساتھ گھلتی ملتی نہیں تھی، ن۔ہ ہی اپنے عمر کے بچوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ وہ اپنے معصوم زہن پر سب سمجھنے کے لیے بوجھ ڈالا کرتی تھی۔ اور پھر وہ وقت بھی آیا جس دن نور ے نے انہیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا۔

نور کے جنازے پر اس کا باپ آیا تھا لیکن زنیرہ بیگم اس وقت جذبات کے سمندر میں غوطہ زن تھیں اس لیے انہوں نے شایان کو ایک بار شکل دکھا کر نور منزل سے باہر نکال دیا تھا۔

شایان نے نور کی موت کے کچھ عرصے بعد آ کر اپنی بیٹیوں کو ساتھ لے جانے کی بات کی تھی جس پر زنیرہ بیگم نے صاف طور پر جواب دے دیا تھا اور کہا تھا کہ۔

"جو اپنی شریکِ حیات کو اس کے مشکل وقت میں چھوڑ سکتا ہے اور اس کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتا تو وہ اپنی بیٹیوں کی ذمہ داری کیسے اٹھائے گا۔"

اس کے بعد شایان کے لیے نور منزل کے راستے ہمیشہ کے لیے بند ہو گئے تھے۔

حوا نے اپنے باپ کو وقت کے ساتھ معاف کر دیا تھا لیکن عمائمہ کا معصوم ذہن یہ بات قبول نہیں کر پایا تھا کہ اس کے باپ نے اس کی ماں کا ساتھ نہیں دیا۔

یہاں پر اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا تھا۔ رات کا نا جانے کون سا پہر تھا اور وہ اپنے کمرے میں بستر پر بیٹھی ہر چیز یاد کر رہی تھی۔

وہ ٹھنڈے فرش پر پاؤں ٹکا گئی اور قدم قدم چلتی ہوئی دروازے تک آئی اور کمرے کا دروازہ کھولتی باہر نکل آئی۔ پھر وہ ننگے پیروں سے سیڑھیاں اترتی زنیرہ بیگم کے کمرے کی طرف گئیں اور ان کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا جو گہری نیند میں تھیں۔ اس نے آہستگی سے دروازہ بند کر دیا اور اپنے قدم آگے کی جانب بڑھا لیے جہاں راہداری کے آخر میں ایک کمرہ تھا۔

اس نے دروازے کے سامنے پہنچ کر چاروں طرف دیکھا اور پھر دروازے کے ہینڈل پر وزن ڈالتی وہ کمرے میں داخل ہو گئی جہاں ہر طرف اندھیرا تھا۔

اس نے دائیں جانب ہاتھ بڑھا کر کمرے کی ساری بتیاں جلا دیں اور احتیاط سے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔

اسے یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔ وہ یہاں جب بھی آتی تھی، اذیت سے دوچار ہوتی تھی لیکن وہ خود کو اذیت دینے کے لیے ہی آئی تھی۔

یہ کمرہ نور کا تھا۔

urdunovelsblog

اس نے بستر پر بیٹھتے ہوئے سائیڈ والے دراز سے ایک سرخ رنگ کی جلد کی ڈائری نکالی اور دل کو مضبوط کرتے ہوئے، ایک بار پھر سے وہ ساری ڈائری پڑھنے لگی جسے ناجانے وہ پہلے بھی کتنی بار پڑھ چکی تھی۔

ڈائری کے پہلے صفحے پر بڑے بڑے الفاظ میں 'نورے' لکھا ہوا تھا۔اس نے اس پر انگلیاں پھیریں اور آنسو اس کی گال سے بہنے لگے۔

نور نے اپنی زندگی میں ہونے والی ہر وہ بات اس میں لکھی تھی جس کی وجہ سے وہ اذیت میں مبتلا ہوئی تھیں۔اور عمائمہ نے نوٹ کیا تھا کہ شادی سے پہلے کی کوئی بھی بات اس ڈائری میں موجود نہیں تھی۔ شایان سے شادی کے بعد جو باتیں نور کو بری لگتی تھیں اور اسے ہرٹ کرتی تھیں، وہ ساری ہی اس ڈائری میں قید تھیں جنہیں عمائمہ کئی دفع پڑھ چکی تھی۔

جب ڈائری کا اختتام ہوا تو فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ آخر میں ایک غزل لکھی تھی جس کے بعد زندگی نے مزید کچھ لکھنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

خط کے چھوٹے سے تراشے میں نہیں آئیں گے
غم زیادہ ہیں لفافے میں نہیں آئیں گے

ہم نہ مجنوں ہیں نہ فرہاد کے کچھ لگتے ہیں
ہم کسی دشت تماشے میں نہیں آئیں گے

مختصر وقت میں یہ بات نہیں ہو سکتی
درد اتنے ہیں خلاصے میں نہیں آئیں گے

اس کی کچھ خیر خبر ہو تو بتاؤ یارو
ہم کسی اور دلاسے میں نہیں آئیں گے

جس طرح آپ نے بیمار سے رخصت لی ہے

صاف لگتا ہے جنازے میں نہیں آئیں گے

ایک مزید شام اس نے اذیت میں گزاری تھی جو اس کی خود منتخب کردہ تھی۔ایک نئے سرے سے وہ مرد ذات پر بے اعتباری قائم کر کے وہ اٹھی تھی۔جو دل میں موہوم سی امید بن رہی تھی عارض پر اعتبار کرنے کی۔ وہ اسے اس گزری ہوئی رات میں کچل گئی تھی۔بے دردی سے۔بے اعتباری سے۔

○=================○

وہ روتے ہوئے ہی سو گئی تھی۔جب اس کی آنکھ کھلی تو سورج کی مدھم سی روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔اس نے وقت کا اندازہ لگانا چاہا لیکن دماغ پر زور نہ ڈال سکی۔پھر کچھ لمحوں بعد جب دماغ نے ہوش سنبھالا تو وہ چونک کر سیدھی اٹھ بیٹھی۔اس نے وقت دیکھنے کے لیے پاس ٹیبل پر پڑا چھوٹا سا کلاک دیکھا جہاں صبح کے آٹھ کا وقت تھا۔

"مر گئے عمائمہ۔نانو کو پتا چل گیا تو آج رات کے کھانے میں تیرا قیمہ ہو گا۔"

وہ ہڑبڑاہٹ سے بڑبڑاتی ہوئی ڈائری کو اس کی جگہ پر رکھتی، کمرے کا بستر ٹھیک کرتی احتیاط سے دروازہ کھولا اور باہر جھانکا۔

راہداری خالی تھی اور زنیرہ بیگم کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا جس کا مطلب تھا وہ اٹھ چکی تھیں۔

وہ زبان دانتوں تلے دباتی دھیرے دھیرے زنیرہ بیگم کے کمرے کے دروازے پر پہنچی اور احتیاط سے اندر جھانکا جو خالی تھا۔اس نے لمبی سکھ کی سانس خارج کی اور پھر احتیاط سے چلتی ہوئی سیڑھیوں کی جانب آئی۔ابھی اس نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا ہی تھا کہ پیچھے سے زنیرہ بیگم کی آواز آئی۔

"یہ بھیگی بلی بنی کدھر سے آ رہی ہو۔اتنی صبح؟"

زنیرہ بیگم کا لہجہ تفتیش والا تھا۔عمائمہ نے دانتوں تلے زبان دبائی اور خود کو ریلیکس کرتی پیچھے مڑی۔۔

"وہ جاگنگ پر گئی تھی۔"

اس نے صفائی سے جھوٹ بولا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ زنیرہ بیگم اس پر غصہ کریں گی اگر انہیں معلوم پڑ گیا کہ وہ ان کی بیٹی کے کمرے سے آئی ہے۔

urdunovelsblog

"ماشاءاللہ! بغیر جوتوں کے؟"

زنیرہ بیگم کے کہنے پر اس نے فوراً اپنے پاؤں دیکھے جو جوتوں سے آزاد تھے۔

"وہ شوز گندے ہو گئے تھے نا اس لیے اتار دیے فرنٹ پر ہی۔"

عمائمہ کہہ کر مڑنے لگی کہ زنیرہ بیگم بولیں۔

"جتنی تمہاری عمر ہے نا اس سے دگنا میرا تجربہ ہے، کہاں سے آ رہی ہو؟"

زنیرہ بیگم نے کچھ گھورتے ہوئے کہا تو عمائمہ نے گہری سانس خارج کی۔

"نورے ماما کے کمرے سے۔"

اس نے مدھم لہجے میں بتایا تو زنیرہ بیگم کو چپ لگ گئی۔

"ادھر آؤ۔"

زنیرہ بیگم نے اسے اپنے پاس بلایا تو وہ سیڑھیوں سے اترتی ان کی جانب بڑھی۔ وہ ان کے سامنے پہنچی تو انہوں نے اسے محبت سے گلے لگا لیا۔

"میری بچی! تم ٹھیک ہو نا؟"

زنیرہ بیگم نے فکرمندی سے کہا تو وہ اذیت سے مسکرا دی۔

"بس نانو! ماما کی یاد آ رہی تھی۔"

اس نے یہ کہہ کر اپنی آنکھوں میں اُمڈنے والی نمی کو اندر اتارا۔

"جب کبھی نورے کی ضرورت محسوس ہو تو یہ بات یاد رکھنا کہ ابھی تمہاری نانو زندہ ہیں۔"

زنیرہ بیگم نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے کہا تو وہ نم آنکھوں سے ہلکا سا مسکرا دی۔

"بس اسی چیز کا تو سہارا ہے کہ اس پوری دنیا میں صرف آپ ہی ہیں جو ہم دونوں کے ساتھ ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی زندگی دیں۔ آمین۔"

وہ مسکراتے ہوئے عقیدت سے کہہ رہی تھی جس پر زنیرہ بیگم مسکرا دیں۔

"ناشتہ بنواؤں؟"

ان کے پوچھنے پر وہ کہنے لگی۔

"نہیں۔آج یونی لیٹ جاؤں گی کیونکہ بس ایک ہی کلاس ہے ایک بجے۔تو ابھی تھوڑی دیر سو جاتی ہوں، سر کچھ بھاری سا ہو رہا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے، آرام کرو اور عمائمہ پھر کہوں گی نماز پڑھا کرو۔ نماز ہماری زندگی میں سکون لاتی ہے۔"

زنیرہ بیگم نے ہر بار کا کہا جملہ دوبارہ دہرایا تھا جس پر وہ ہر بار کی طرح سر ہلا گئی تھی اور پھر اپنے کمرے میں جا کر گزری ہوئی رات کی ہر بات یاد کرنے لگی تھی۔وہ جب بھی نورے کے کمرے میں جاتی تھی اسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ اپنی ماں کے قریب ہے۔

لیکن جانے والے کہاں لوٹ کر آتے ہیں۔جو چلا گیا، وہ لوٹتا نہیں۔وہ پھر چاہے وقت ہو، پیسہ ہو، شہرت ہو، رتبہ ہو یا انسان ہو۔جانے والے لوٹتے نہیں ہیں، یہ بات جہاں اذیت دیتی ہے وہاں کچھ لوگوں کی زندگی میں ٹھہراؤ کا باعث بھی بنتی ہیں۔کیونکہ وہ قدرت کے اس ایک قانون کو مان لیتے ہیں اور جو قدرت کے اصولوں کو مانتا ہے تو اس پر قدرت مہربان ہو جایا کرتی ہے۔

○================○

وہ یونیورسٹی سے آئی تھی اور آج آفس جانے کے بجائے سیدھا گھر آئی تھی۔آج پھر اسلام آباد کے موسم نے انگڑائی لی تھی اور ہر طرف خوشگوار موسم تھا۔وہ بلیک ٹی شرٹ کے ساتھ سیاہ ہی ٹراؤزر پہنے، گلے میں سٹالر ڈالے، کافی کا مگ دونوں ہاتھوں میں تھامے وہ بالکنی میں ریلنگ کے ساتھ کھڑی تھی اور کسی گہری سوچ میں مبتلا تھی اور خود کلامی کر رہی تھی۔

"میں ہر اس انسان سے دور ہو جاتی ہوں جس سے مجھے اندیشہ ہو کہ میں اور وہ ایک مضبوط تعلق میں بندھ سکتے ہیں۔مجھے کوئی رشتہ بنانا ہی نہیں کسی انسان سے۔۔۔تو پھر میں کیوں عارض کی بولتی آنکھوں کو لے کر پریشان ہو رہی ہوں۔میں کیوں پریشان ہو رہی ہوں کہ عارض کا دل نہ ٹوٹ جائے۔کیوں عمائمہ کیوں؟خود کو روکو عمائمہ۔مرد بھروسے کے قابل نہیں ہوتے۔تمہیں نورے ماما کی اذیت پڑھ کر بھی احساس نہیں ہوا کیا؟"

وہ خود سے سوال کر رہی تھی۔وہ خود ہی خود کو جھڑک رہی تھی۔

اس کی سوچوں کا تسلسل فون کی آواز سے ٹوٹا تھا۔ وہ مڑی اور بستر پر پڑا فون اٹھایا۔ انجان نمبر دیکھ کر اس نے فون اٹھایا لیکن بولی کچھ نہیں۔ تبھی سپیکر پر ایک نسوانی آواز گونجی۔

"اسلام علیکم آپی۔"

اسے وہ آواز جانی پہچانی لگی۔

"وعلیکم السلام کون؟"

عمائمہ نے محتاط انداز میں پوچھا تھا۔

"میں سجل ہوں عمائمہ آپی۔"

اور وہ فوراً پہچان گئی کہ یہ شوخ اور چنچل آواز سجل ہی کی ہو سکتی ہے۔

"اوہ سجل کیسی ہو تم؟"

عمائمہ نے مسکراتے ہوئے جواباً کہا تھا۔

"میں تو بہت خوبصورت ہوں۔ میں نے یہ یاد دلوانا تھا کہ دو دن بعد میرا نکاح ہے تو آپ ریڈی رہیئے گا۔"

سجل نے اپنے ازلی شوخ انداز میں کہا تھا۔

"سجل میں ایسے کیسے۔۔۔؟"

عمائمہ نے ٹالنا چاہا تھا۔

"میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ بس آ رہی ہیں۔ پلیز ناں۔"

سجل نے کہا تو عمائمہ خاموش ہو گئی اور سجل اس کی خاموشی کو اس کی ہاں سمجھتی فون بند کر گئی۔ جبکہ وہ پیچھے پھر اس کشمکش میں مبتلا تھی کہ وہ جائے یا نہیں۔

○============○

وہ آفس سے نکلتا ہوا شرٹ کے کف فولڈ کر رہا تھا اور ایک ہاتھ میں لیپ ٹاپ بیگ تھا۔ موسم کی خوشگواری کا اثر تھا کہ وہ اتنے لمبے دن کے بعد بھی مسکرا رہا تھا۔ جبھی اس کا موبائل وائبریٹ ہوا تھا۔ موبائل پر جگمگاتا 'سجلے' کا نام پڑھ کر اس کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

"یااللہ بچا لینا، میں کیسے بھول گیا کہ پرسوں سجل کا نکاح ہے اور برہان اکیلا ہو گا۔"

وہ گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے، فون اٹینڈ کیا اور سپیکر آن کر کے ڈیش بورڈ پر پھینک دیا۔

"عارض بھائی۔ آپ کدھر ہیں؟"

سجل کی تیز آواز گاڑی میں گونجی تھی۔

"میں آفس سے نکلا ہوں۔ گھر جا کے فریش ہو کر آتا ہوں آپکی طرف۔"

عارض نے صلح صفائی سے پیش آتے ہوئے جواب دیا۔

"میں انتظار کر رہی ہوں آپ کا۔ جلدی آئیں اور مجھے لے کر جائیں، میں نے اپنا نکاح کا جوڑا لانا ہے، وہ بن چکا ہے۔"

سجل کی بات سن کر اس نے بے زار تاثرات دیے تھے کیونکہ اسے لڑکیوں کے جوڑے خریدنے میں تو بالکل بھی دلچسپی نہیں تھی۔

"سجلے! برہان کو کہہ دو، لے جائے گا۔"

عارض نے جیسے مشورہ دیا تھا۔

"اف عارض بھائی آپ کتنے عقل مند ہیں۔ یہ خیال مجھے کیوں نہیں آیا؟"

سجل نے مکمل طور پر ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا تو عارض ہنس دیا۔

"وہ باقی کام کرنے کے لیے نکلے ہوئے ہیں، صبح سے واپس نہیں آئے۔ تو آپ عزت سے آجائیں ورنہ میں اکیلی چلی جاؤں گی۔"

سجل نے دھمکی دی تھی۔

"نہیں اکیلے نہیں جانا میری بہن۔ ڈرائیور کے ساتھ چلی جانا۔"

سجل نے اس کی آدھی بات سن کر فاتحانہ انداز میں سر بلند کیا تھا لیکن باقی کی آدھی بات سن کر وہ ناک پھلا گئی۔ پھر اچانک اس کے دماغ میں جھماکا ہوا۔

"میں نے تو سوچا تھا آپ اپنی دوست سے ملنا چاہتے ہوں گے، لیکن چلیں میں اکیلی مل آتی ہوں عائمہ آپی سے۔"

سجل کے منہ سے اس کا نام سن کر عارض کے دل کی دھڑکن ایک لمحے کو تیز ہوئی تھی۔ تھکاوٹ کی وجہ سے چھائی جانے والی خماری یکدم کہیں غائب ہو گئی تھی۔

"میں آرہا ہوں، پندرہ منٹ دو۔"

عارض نے کہہ کر فون کاٹ دیا تو سجل زور سے ہنس دی۔

"ہائے میرے بھائی بیچارے! عشق میں مبتلا انسان واقعی کسی کام کا نہیں رہتا۔"

سجل کہتے ہوئے خود ہی ہنس دی کیونکہ پہلی بار اسے عارض کی دکھتی رگ کا معلوم ہوا تھا۔ پھر فٹافٹ تیار ہونے لگی۔

عشق میں کون بتا سکتا ہے
کس نے کس سے سچ بولا ہے
مجھ کو تو سارے ناموں میں
تیرا نام اچھا لگتا ہے
ہم تم ساتھ ہیں اس لمحے میں
دکھ سکھ تو اپنا اپنا ہے

urdunovelsblog

°==========°

حوا جب اس کے کمرے میں آئی تو وہ کمرے کے چکر کاٹ رہی تھی جو اس کے پریشان ہونے کی واضح علامت تھی۔ حوا اس وقت مکمل طور پر تیار، عبایہ پہنے نقاب اوڑھے اس کے کمرے میں کھڑی تھی۔ وہ کہیں جانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ جانے سے پہلے عمائمہ کو بتانے آئی تھی لیکن عمائمہ کو پریشان دیکھ کر وہ نقاب چہرے سے نیچے کرتی کہنے لگی۔

"کیوں پریشان ہو؟"

حوا کی آواز پر وہ پلٹی اور اس کے پاس آئی۔

"یار سجل ضد کر رہی ہے۔"

عمائمہ نے ہونٹ چباتے ہوئے بتایا تھا۔

"توتم چلی جاؤ۔"

حوا نے سادہ سا جواب دیا۔

"مجھے جانے میں مسئلہ نہیں ہے لیکن میں عارض سے دور رہنا چاہتی ہوں اور میں جانتی ہوں وہ وہاں بھی ہو گا۔"

عمائمہ کی بات پر حوا پر سکون ہوتی اس کے بستر پر بیٹھی تھی اور کہنے لگی۔

"ہم جن چیزوں سے جتنا دور بھاگتے ہیں، ٹھوکر لگنے کی دیر ہوتی ہے اور ہم خود بخود ان چیزوں کے سحر میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔"

حوا نے سوچ سمجھ کر الفاظ کا چناؤ کیا تھا اور عمائمہ کے قدم مدھم ہوئے تھے۔

"حوا یہ سب کتابی باتیں مجھ سے مت کیا کرو۔ مجھے مسلئہ کا حل بتاؤ۔"

اس کے چڑ کر کہنے پر حوا ہنس دی۔

"تم وہاں جاؤ اور اسے avoid کرنے کی بجائے، اپنی نظروں کو اس سے دور لے جانا۔"

حوا نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔

"مطلب؟"

اس نے نا سمجھی سے استفسار کیا۔

"مطلب یہ کہ کوئی بھی انسان آنکھوں کے راستے دل تک جاتا ہے۔ تم اپنی نظروں کو اس کی جانب اٹھنے مت دینا۔"

حوا نے رسانیت سے سمجھایا تھا۔ حوا کی بات پر وہ خاموش ہو گئی۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں؟"

عمائمہ نے سوچ سوچ کر بولا تھا۔

"ہاں تھوڑا تھوڑا لگ رہا ہے۔"

حوا نے بھی سچائی سے جواب دیا تھا۔

"اور تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے؟"

عمائمہ واقعی جاننا چاہتی تھی۔

urdunovelsblog

"کیونکہ جب سے تم اس شخص سے ملی ہو، تم اسی کے حوالے سے پریشان رہتی ہو۔ یہ پریشانی چاہے اس سے دور جانے کی ہو، اس پر بھروسہ کر کے خود کو جھڑکنے کی ہو، اس کا تم میں دلچسپی لیتا دیکھ کر پریشان ہونا ہو یا اسے بھولنے کی کوشش ہو۔ تم کسی بھی طرح سے سہی، صرف اسے یاد کر رہی ہو۔۔"

حوا کی باتیں وہ دم سادھے سن رہی تھی۔ کیونکہ یہ حقیقت تھی۔ وہ جب سے اس سے ملی تھی، وہ اس کے حواسوں پر چھانے لگا تھا۔ چاہے وہ ملاقات معمولی ہی کیوں نا ہو۔ وہ اس پر اپنا اثر چھوڑ رہا تھا۔

حوا کافی دیر اس کے جواب کا انتظار کرتی رہی، لیکن وہ کسی گہری سوچ میں مبتلا تھی۔ جب حوا نے اس کے سامنے چٹکی بجا کر اسے ہوش دلایا تو وہ اپنی امبر رنگ آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی اور فوراً اپنے تاثرات چھپا گئی۔

"حوا یہ بکواس نانو کے سامنے مت کرنا۔ کہیں وہ پکڑ کر مجھے رخصت ہی نہ کر دیں اس کے ساتھ۔"

عائمہ کے کہنے کی دیر تھی کہ اس کے کمرے میں داخل ہوتیں زنیرہ بیگم کہنے لگیں۔

" کس کے ساتھ رخصت ہونے کی باتیں ہو رہی ہیں بھئی؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولیں اور پھر آہستہ آہستہ چلتیں عائمہ کے بستر پر بیٹھ گئیں۔ یقیناً وہ زیادہ سیڑھیاں نہیں بڑھتی تھیں، اسی لیے ابھی بھی وہ اس کے کمرے تک آتے آتے سانس پھلا بیٹھی تھیں۔

"وہ نانو کچھ نہیں۔ آپ کب آئیں۔"

عائمہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو زنیرہ بیگم نے باری باری دونوں کو دیکھا تھا۔

"تم دونوں اب کچھ زیادہ ہی بڑی ہو گئی ہو کہ مجھ سے باتیں چھپانے لگی ہو۔"

ان کی بات پر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"ارے نانو ایسی بات نہیں ہے نانو۔ وہ مجھے اپنی ایک دوست کے نکاح پر جانا تھا تو میں حوا سے مشورہ لے رہی تھی کہ کیا پہنوں؟"

اس نے جھوٹ اور سچ کی آمیزش کر کے جواب دیا تو زنیرہ بیگم کہنے لگیں۔

"کونسی دوست؟ تم نے مجھے بتایا ہی نہیں۔"

"ارے نانو۔ بتانا بھول گئی۔ وہ عمارہ بھابھی کے فیملی فرنڈز کی بیٹی سجل ہے نا وہی۔"

urdunovelsblog

عمائمہ نے انہیں تفصیلاً بتایا تھا۔

"تمہاری کب دوستی ہوئی اس سے؟"

"وہیں فنکشن والے روز ہوئی تھی۔"

عمائمہ نے جواباً کہا تو زنیرہ بیگم حیران ہوئیں۔

"تم تو اتنی جلدی کسی کے ساتھ نہیں گھلتی ملتی۔ کیا پہلے سے جانتی تھی اسے؟"

زنیرہ بیگم نے تفتیش شروع کر دی تھی جسے دیکھ کر حوا اپنی ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"نہیں نانو۔ وہ ہے ہی اتنی سویٹ اور کیوٹ سی لڑکی کہ آپ کچھ دیر اس سے بات کرنے کے بعد اس کے دوست خود بخود بن جائیں گے۔"

عمائمہ نے کہا تو وہ خوشگوار حیرت سے مسکرا دیں۔

"ارے واہ! یہ تو اچھی بات ہے۔ جب جانا ہے؟"

انہوں نے اب اگلی بات پوچھی تھی۔

"پرسوں۔ لیکن مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا پہنوں؟"

عمائمہ نے بے چارگی سے کہا۔ وہ زنیرہ بیگم کا مائنڈ چینج کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

"کچھ بھی پہن لو۔ تم پر سب کچھ جچتا ہے۔"

حوا نے مسکراتے ہوئے کہا تھا جس پر عمائمہ بھی مسکرا دی۔

"اچھا میں نکلتی ہوں۔ عمارہ بھابھی کی کال آ رہی ہے۔ آفس پہنچنا ہو گا۔"

حوا کہتے ہوئے نقاب سیٹ کرتی کمرے سے نکل گئی۔

عمائمہ نے اس کے جانے کے بعد اپنی الماری کھولی اور تین ہینگ ہوئے سوٹ نکالے۔

"نانو آپ بتائیں ان تینوں میں سے کونسا پہنوں؟"

"یہ تینوں ہی نہیں۔ تم کل میرے ساتھ چلنا۔ تمہیں ایک اچھا سا جوڑا دلواؤں گی۔"

زنیرہ بیگم نے سارے سوٹ کو انکار کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ارے نہیں۔ یہ سب بالکل نئے ہیں۔ میں نے ایک بار بھی نہیں پہنے۔"

عمائمہ نے احتجاج کرنا چاہا۔

"بیٹا۔ تم نے نکاح پر جانا ہے، کسی کی فوتگی پر نہیں جو اتنے سادہ جوڑے میں جاؤ گی۔"

زنیرہ بیگم نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تھا جس پر وہ منہ کے برے برے زاویے بنانے لگی۔

"اففف نانو۔"

اس کے بعد کئی باتیں کرنے کے بعد وہ اپنا ارادہ کل پر ڈال گئے۔اور عمائمہ تیار ہو کر آفس چل دی۔

ہم بصد ناز دل و جاں میں بسائے بھی گئے
پھر گنوائے بھی گئے اور بھلائے بھی گئے

ہم ترا ناز تھے، پھر تیری خوشی کی خاطر
کر کے بے چارہ ترے سامنے لائے بھی گئے

کج ادائی سے سزا کج کُلہی کی پائی
میرِ محفل تھے سو محفل سے اٹھائے بھی گئے

کیا گلہ خون جو اب تھوک رہے ہیں جاناں
ہم ترے رنگ کے پرتَو سے سجائے بھی گئے

ہم سے روٹھا بھی گیا ہم کو منایا بھی گیا
پھر سبھی نقش تعلق کے مٹائے بھی گئے

جمع و تفریق تھے ہم مکتبِ جسم و جاں کی
کہ بڑھائے بھی گئے اور گھٹائے بھی گئے

urdunovelsblog

جون! دل شہرِ حقیقت کو اجاڑا بھی گیا
اور پھر شہر تو وہم کے بسائے بھی گئے
○═══════════○

وہ آف وائٹ کھلے فلیپر ٹراؤزر پر بلیک شرٹ پہنے ہوئے تھی۔ جس پر اس نے آف وائٹ ہی شارٹ کورٹ پہن رکھا تھا۔ بالوں کی ہائی ٹیل بنائے وہ گاڑی سے اترتی اپنی امبر رنگ آنکھوں سے چشمے ہٹاتی، آفس کی جانب چل دی تھی۔

اپنے کیبن میں پہنچی ہی تھی کہ اس کی سیکرٹری نے ڈھیر سارے کاغذات اس کے سامنے رکھ دیے۔

"باس! ان میں سے چھ ڈیزائنز پسند کرلیں۔ کل 'دارائل برادرز' کے ساتھ میٹنگ میں وہ ڈیزائنز ہم دیں گے۔"

عائشہ کی بات پر عمائمہ نے اسے ہلکا سا گھورا تھا جس پر وہ دانتوں کی نمائش کر گئی۔

"عائشہ یہ دو سو ڈیزائنز میں سے چھ پسند کرنا بہت مشکل ہے یار۔ مجھے سارے ڈیزائنز پسند آجاتے ہیں۔"

عمائمہ نے پانی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کچھ دکھی انداز میں کہا تھا جس پر عائشہ مسکرادی۔

"اسی لیے تو آپ کو دیتی ہوں باس۔"

عائشہ کی بات پر وہ ہنس دی۔

"ٹھیک ہے میں دیکھتی ہوں۔ تم کل والی میٹنگ کی ڈیٹیل تیار کرواور پھر وہ مجھے میل کردو۔"

عمائمہ نے اسے سمجھایا تھا۔

"جی ٹھیک ہے۔ میں نے علی زیب کمپنی کی میل کا کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ بتادیں کہ انہیں کیا جواب دوں۔"

عائشہ نے پوچھا تھا۔

"میں نے ان کی کمپنی کی ریسرچ نہیں کی ابھی۔ کل تک تمہیں بتادوں گی۔ فلحال کے لیے انہیں کہہ دو کہ ہم آپ کی ڈیل کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔"

عمائمہ نے سامنے پڑے ڈیزائنز دیکھتے ہوئے جواباً کہا تو وہ سر ہلا گئی۔

"راجر باس۔"

عائشہ کہہ کر جانے لگی کہ عمائمہ نے پکارا۔

"عائشہ! مس سجل کا برائیڈل ڈریس ریڈی ہو گیا ہے؟"

"جی باس۔آج لے جائیں گے وہ۔ان کی آدھی پے منٹ ہو چکی ہے۔"

عائشہ نے پوری ڈیٹیل بتائی تو وہ سر ہلا گئی۔

"جب وہ آئیں تو اسے میرے پاس بھیج دینا اور ان کی نیکسٹ پے منٹ کینسل کر دو،وہ مزید کوئی پے منٹ نہیں دیں گی۔فلحال میرے لیے کافی بھیج دو۔"

عائشہ سر ہلاتی اس کی ہدایات سنتی چلی گئی اور وہ باقی سارے کاموں میں مصروف ہو گئی۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھٹکا تو اس نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔

"عائشہ مجھے وہ مسز ثانیہ والی فائل ذرا دینا۔"

عمائمہ نے بغیر لیپ ٹاپ سے سر اٹھائے کہا تھا۔اسے لگا کہ عائشہ کافی دینے آئی ہو گی۔عائشہ کا جواب نہ پا کر اس نے سر اٹھایا تو سامنے سجل کھڑی تھی۔

عمائمہ خوشی سے کھڑی ہوئی اور اس تک پہنچی تھی۔

"ویلکم ٹو مائے آفس لڑکی۔"

عمائمہ نے مسکراتے ہوئے اسے کہا جو عنابی رنگ کرتے کے ساتھ ہم رنگ شلوار پر ہم رنگ دوپٹہ گلے میں ڈال رکھا تھا۔

"بہت شکریہ آپی۔"

عمائمہ اس سے الگ ہوتی مسکرا دی۔

"آؤ بیٹھو۔کس کے ساتھ آئی ہو؟"

اس نے کرسیوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا اور خود سربراہی کرسی پر جا بیٹھی۔

"عارض بھائی کے ساتھ آئی ہوں۔"

کاغذات سمیٹتے عمائمہ کے ہاتھ اس کے نام پر رکے تھے۔دل ایک لمحے کو تھما تھا۔لیکن وہ تاثرات چھپاتی کہنے لگی۔

urdunovelsblog

"اندر آجاتا وہ بھی۔"

اس نے سرسری سا کہا تو سجل اپنی مسکراہٹ دبا گئی۔

"کہا تھا لیکن بھائی کہہ رہے تھے کہ ایک بار آپ سے پوچھ لوں کہ اندر آنے کی اجازت ہے یا نہیں۔"

سجل کی بات پر وہ دل کھول کر ہنس دی تھی۔

"اسے کہو۔ آجائے۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔ کچھ دیر بعد عائشہ کے ساتھ عارض اندر آتا ہوا دکھائی دیا۔ عائشہ کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں تین مگ تھے۔ دو میں کافی اور ایک میں چائے۔

عارض کی نظریں عمائمہ پر گئی تھیں جو سجل سے بات کر رہی تھی اور کسی کی موجودگی محسوس کرتے ہوئے وہ اس کی جانب دیکھنے لگی تھی۔

نظریں ملی تھیں اور عارض کی نظروں میں جذبات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر دیکھ کر وہ نئے سرے سے پریشان ہوئی تھی۔

وہ سفید شرٹ کے ساتھ بلیک جینز پہنے ہوئے تھا۔ بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے اور بادامی آنکھیں اپنے جذبات چھپانے میں مصروف تھیں۔

"السلام علیکم۔"

urdunovelsblog

عارض سلام لیتا ہوا سجل کی دائیں جانب عین عمائمہ کے سامنے بیٹھا تھا۔

"وعلیکم السلام۔"

عمائمہ نے اسے دیکھتے ہوئے مدھم لہجے میں جواب دیا تھا۔

ماحول میں معنی خیز سی خاموشی چھانے لگی۔ عائشہ نے دونوں کو باری باری دیکھا جو ایک دوسرے سے نظریں چرانے میں ناکام ہو رہے تھے۔ اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھ دی اور پھر کچھ مزید لوازمات میز پر سجا دیے۔

"جوڑا پسند آیا تمہیں؟"

عمائمہ نے سجل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"کیسے پسند نہ آتا۔ آپ ڈیزائن کریں اور خوبصورت نہ ہو۔ اتنا خوبصورت ہے کہ مجھے لگ رہا میں صرف جوڑا پہننے کی خوشی میں ہی نکاح کر لوں گی۔"

سجل کی بات پر عمائمہ اور عارض دونوں ہنس دیے تھے۔ عمائمہ نے چائے اس کی جانب بڑھائی اور عارض کے سامنے کافی کا مگ رکھا تھا جس نے آنکھوں ہی میں اشارہ کر کے شکریہ ادا کیا تھا۔

کیا عجیب انسان تھا، لبوں سے الفاظ ادا نہیں کرتا تھا۔ صرف آنکھوں سے باتیں کرتا تھا۔

"آپ کس رنگ کا جوڑا پہن رہے ہیں پرسوں؟"

سجل نے پوچھنا چاہا تھا۔

"ابھی تو معلوم ہی نہیں ہے، کل دیکھوں گی۔"

عمائمہ نے جواباً کہا تھا۔

"ہم فیملی میمبرز اور قریبی لوگوں نے تھیم کے مطابق پہننے ہیں تو آپ بھی ہمارے تھیم میں شامل ہو جائیں۔"

سجل کی بات پر عارض نے کافی کا مگ اپنے ہونٹوں سے لگایا تھا اور اسے دیکھا تھا جو خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو گئی تھی۔۔

"اور کیا ہے یہ تھیم؟"

اس نے تجسس کے مارے پوچھا۔

".Sky blue and baby pink"

جواب عارض کی طرف سے آیا تھا جس پر وہ اسے دیکھنے لگی۔

"بہترین۔ میں کوشش کروں گی کہ اسی لحاظ سے لوں لیکن اگر میرا کسی اور سوٹ پر دل آ گیا تو میں وہ بھی لے سکتی ہوں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے بتایا تھا۔

"آپ میرے ساتھ آئیں۔ ایک بار پہن کر دیکھ لیں ڈریس۔ پھر ہم پیک کروا دیں۔"

عائشہ کچھ دیر بعد کمرے میں آتی، سجل کو اپنے ساتھ لے گئی۔ اب کمرے میں معنی خیز سی خاموشی چھا گئی تھی۔ وہ دونوں اپنا اپنا کافی کا مگ ہاتھ میں تھامے بات کرنے کا کوئی جواز ڈھونڈ رہے تھے۔

urdunovelsblog

"اچھا کرتی ہیں آپ۔"

عارض نے بات کا آغاز کیا۔

"کیا؟"

عمائمہ نے نا سمجھی سے کہا۔

"کہ جس پر دل آئے، اسے فوراً اپنی دسترس میں لے لیتی ہیں بغیر کسی چیز کی پرواہ کیے۔ مجھے بھی آپ سے سیکھنا چاہیے۔"

عارض کی بات پر وہ کچھ لمحے خاموش رہی۔

"چیزوں اور انسانوں میں فرق ہوتا ہے۔"

اس نے جیسے یاد دلوایا تھا۔

"چیزوں اور انسانوں میں فرق ہوتا ہے لیکن پسندیدہ چیزوں اور پسندیدہ انسان ایک جیسے ہوتے ہیں۔"

عارض نے اپنی بات منوانی چاہی۔

"اور وہ کیسے؟"

اس نے جاننا چاہا۔

"دونوں ہمیں نقصان پہنچاتے ہیں۔ حاصل ہو جائیں تو ہم خوش اور اگر لا حاصل رہیں تو ساری عمر حسرت کے نام پر ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔"

عارض کی بات پر وہ متفق ہوئی تھی۔

"کافی سمجھداری والی باتیں کرتے ہو۔ کہاں سے سیکھی ہیں اتنی سمجھداری والی باتیں۔"

عمائمہ نے کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ میرے ساتھ رہیں گی تو آپ کو بھی سکھا دوں گا۔"

عارض نے بھی کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا تھا۔

"میں بھلا تمہارے ساتھ کیوں رہوں گی؟"

urdunovelsblog

اس نے مزاق میں ٹالنا چاہا۔
"قسمت بڑی ظالم چیز ہے عمائمہ ملک۔ ہم نہیں جانتے کہ ہم اگلے لمحے کس شخص کی قسمت میں لکھ دیے جائیں یا لکھوا دیے جائیں۔"
عارض کی بات پر وہ چند لمحے خاموش رہی۔
"کچھ ایسے لوگ زندگی میں آتے ہیں جنہیں ہم پہلے نہیں جانتے لیکن ان سے کچھ پل میں ہی ہمیں محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہم پہلے مل چکے ہیں یا وہ انسان ہمارے دل میں فوراً ہی جگہ بنا لیتے ہیں۔آپ ان میں سے ایک ہیں۔"
عارض کی بات پر وہ خاموش ہو گئی، کچھ نہ بولی۔
وہ کافی دیر تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔الفاظ تھے کہ ادا نہیں ہو رہے تھے اور آنکھیں تھیں کہ خاموش نہیں تھیں ہو رہیں۔ تبھی کچھ دیر بعد عائشہ اور سجل کمرے میں آئی تو کمرے کی خاموش فضا میں ہلچل مچا تھا۔
وہ سجل سے بات کرنے لگی لیکن عارض کی نظروں کو بار بار خود پر محسوس کر رہی تھی۔

نہ لب ہلے، نہ ہاتھ ہی
نہ سر کو کوئی خم دیا
نظر نظر میں جو ہوا
وہ سلام یاد ہے۔۔۔

○===============○

وہ بالکنی میں کھڑی تھی۔آج ہاتھ میں نہ چائے کا مگ تھا نہ کافی کا۔بس خاموشی تھی اور اندر کی آوازیں بول رہی تھیں۔
"کچھ ایسے لوگ زندگی میں آتے ہیں جنہیں ہم پہلے نہیں جانتے لیکن ان سے کچھ پل میں ہی ہمیں محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہم پہلے مل چکے ہیں یا وہ انسان ہمارے دل میں فوراً ہی جگہ بنا لیتے ہیں۔آپ ان میں سے ایک ہیں۔"
اس کے الفاظ اس کے کانوں میں وقتاً فوقتاً گونجتے تھے۔وہ کوشش کے باوجود بھی اس شخص کے سحر میں قید ہونے سے بچ نہیں پا رہی تھی۔اس کی خاموش زبان اور بولتی آنکھیں ہی اصل مسئلہ تھیں۔
"کیا چاہتا ہے یہ انسان؟اب تو سیدھا سیدھا میرے منہ پر باتیں بولنے لگا ہے۔"

عمائمہ نے چڑ کر خود سے کہا۔ تبھی ایک ہیولہ نمودار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی شکل اختیار کر گیا۔

عمائمہ خاموش رہی کیونکہ وہ جانتی تھی یہ اس کی دل کی آواز ہے جو ہیولہ بن کے نمودار ہوئی ہے۔

"تمہیں اسے ایک موقع دینا چاہیے۔"

ہیولے نے کہا تھا۔

"اسے موقع دینے کے لیے مجھے اس پر بھروسہ کرنا ہوگا اور ایسا میری حیات میں تو شاید ممکن نہیں ہے کہ میں کسی بھی مرد پر بھروسہ کروں۔"

عمائمہ نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

"تم اسے پسند کرنے لگی ہو۔اس کی موجودگی تمہیں پسند آتی ہے لیکن تم اس چیز کو اپنی بے اعتباری کے پیچھے ضائع کر رہی ہو۔"

اس ہیولے نے اسے سمجھانا چاہا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔تم بھی جھوٹ ہو اور تمہاری باتیں بھی۔"

عمائمہ نے جھٹلانا چاہا۔

"یہ تم بھی جانتی ہو کہ میری باتیں سچی ہیں کیونکہ میں دماغ نہیں ہوں جو ضرورت کے وقت جھوٹ بولے۔میں دل ہوں، مجھے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

اس ہیولے نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"تم سب لوگ مجھے پاگل کر دو گے۔"

عمائمہ نے جھنجھلا کر کہا تو اس کا عکس ہنس دیا۔

"کس سے بھاگ رہی ہو عمائمہ ؟"

"محبت سے ؟"

اس ہیولے نے ہنستے ہوئے دریافت کیا۔

"یا اپنی بے اعتباری کے ختم ہو جانے سے ؟"

اس کے عکس نے پھر دریافت کیا تھا، جس پر وہ خاموش رہ گئی۔

"اور محبت کیا ہے؟"

عمائمہ نے دریافت کرنے والے لہجے میں پوچھا تھا۔

"محبت نابڑا خوبصورت جذبہ ہوتا ہے۔لوگ کہتے ہیں محبت نے انہیں تباہ کر دیا، یہ ہو گیا وہ ہو گیا۔میں بتاؤں؟ محبت جب ہو جاتی ہے نا تو وہ ہماری نس نس میں بھر دی جاتی ہے۔ کائنات میں کوئی ایسی شہ نہیں جس میں محبت موجود نہ ہو۔ محبت کا جذبہ ہمیں کئی جذبات سے روشناس کرواتا ہے۔"

اس کے عکس نے اسے بتایا تھا۔

"اور وہ جذبات کون سے ہیں؟"

اس نے دریافت کیا تھا۔

"صبر، ہجر، شکر گزاری۔۔اور بھی کئی ہیں۔جب تمہیں محبت ہو گی تو معلوم ہو جائے گا۔"

"اور کب ہو گی مجھے محبت؟"

وہ خود کی ذات کے عکس کی باتوں کے سحر میں آرہی تھی۔

"ہو جائے گی۔۔یا شاید ہو چکی ہو۔"

اس کے عکس نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے کیسے علم ہو گا کہ مجھے محبت ہو گئی ہے؟"

اس نے پھر سے دریافت کرنا چاہا۔

"محبت کب شروع ہوتی ہے، معلوم نہیں ہوتا۔ یہ سلو پوائزن کی طرح ہماری رگوں میں اترتی جاتی ہے اور پھر ایک مقام آتا ہے کہ انسان اس قدر بے بس ہو جاتا ہے کہ خود کی قائم کردہ حدود کو توڑ کر محبت کی جانب قدم بڑھا لیتا ہے۔"

اپنے عکس کی بات پر وہ خاموش ہو گئی۔

"لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ محبت کا اصل پتا کسی ہجر کے بعد چلتا ہے۔"

اس کا عکس یہ کہہ کر غائب ہو گیا، جیسے اس کے الفاظ ختم ہو گئے ہوں۔

urdunovelsblog

بارہا خود پہ میں حیران بہت ہوتا ہوں
کوئی ہے مجھ میں جو بالکل ہی جدا ہے مجھ سے

○=====================○

"افف عارض! تمہیں کیا ہو گیا تھا۔ کیوں تم اپنے دل کے آگے بے بس ہوتے جا رہے ہو۔ یہ کیا ٹھرکیاں ماری ہیں تم نے۔ کیا سوچ رہی ہوں گی وہ۔۔افف۔"

وہ پریشانی سے کمرے کے چکر کاٹ رہا تھا اور آفس میں ہوئی ملاقات یاد کر رہا تھا۔

"مجھے یہ سب نہیں بولنا چاہیے تھا۔"

وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا تھک کر بستر پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گیا۔

"کچھ سمجھ نہیں آ رہا کیا ہوتا جا رہا ہے مجھے۔"

وہ لمبی سانس خارج کرتا بستر پر گر گیا۔

محبت نا سمجھ ہوتی ہے سمجھانا ضروری ہے
جو دل میں ہے اسے آنکھوں سے کہلانا ضروری ہے

نئی عمروں کی خود مختاریوں کو کون سمجھائے
کہاں سے بچ کے چلنا ہے کہاں جانا ضروری ہے

○==========○

وہ سکائے بلیو لمبی قمیض جس کے دامن پر ہلکا ہلکا بے بی پنک کلر کا کام ہوا تھا۔ اس کے ساتھ بے بی پنک دوپٹہ بازؤں میں ڈالے۔ بالوں کو ہلکا ہلکا بل ڈال کر کھلا چھوڑے، اور نکاح کی مناسبت سے کیے بالکل ہلکے پھلکے میک اپ میں وہ بالکل تیار کھڑی خود کو شیشے میں دیکھ رہی تھی۔

وہ سفید شلوار قمیض پر سکائے بلیو واسکٹ پہنے، بالوں کو نفاست سے سیٹ کیے، برہان کے ساتھ کھڑا سارے معاملات دیکھ رہا تھا۔اس کی بادامی آنکھوں میں اس وقت انتظار تھا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ برہان کے ساتھ مل کر میزبان بنا ہوا تھا اور مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہا تھا۔

برہان نے بھی سفید شلوار قمیض کے ساتھ سکائے بلیو واسکٹ پہن رکھی تھی اور نہایت پر کشش لگ رہا تھا۔

بہت قریبی فیملی ممبرز نے ہی اس تھیم کو فالو کیا تھا ورنہ باقی سب اپنی پسند کے ملبوسات میں موجود تھے۔

وہ جب سجے سنورے لان میں داخل ہوئی تو ہر طرف گہما گہمی تھی۔ موسم خوشگوار تھا اور ہلکی ہلکی ہوائیں چل رہی تھیں۔ نکاح لان ہی میں منعقد ہوا تھا جسے نہایت خوبصورتی اور دلکشی سے سجایا گیا تھا۔ ہر طرف ہلکے گلابی رنگ کے ساتھ سفید کے امتزاج کے پھول تھے۔اس نے ادھر ادھر نگاہیں گھمائیں کہ کچھ فاصلے پر عارض کو کھڑے پایا۔اس کی پشت عمائمہ کی جانب تھی لیکن وہ اس کے مخصوص انداز میں سیٹ کیے بالوں سے اسے پہچان گئی تھی۔

ابھی وہ کھڑی ہی تھی کہ عمارہ اس کی جانب آئی اور اس سے مل کر اسے سجل کے پاس لے گئی جو اپنے کمرے میں سجی سنوری بیٹھی تھی۔

وہ اندر داخل ہوئی تو سجل اپنی کچھ دوستوں کے ساتھ تصاویر کھنچوا رہی تھی، اسے دیکھتے ہی اس کی جانب آئی اور اس کے گلے لگی۔

urdunovelsblog

"تھینک یو سو مچ عمائمہ آپی فار کمنگ۔"

وہ نہایت محبت سے کہتی اس سے الگ ہوئی تو عمائمہ مسکرا دی۔ عمائمہ نے ہاتھ میں پکڑا نیلے پھولوں کا گلدستہ اس کی جانب بڑھایا اور ہاتھ میں پکڑا گفٹ پیک بھی اسے تھما دیا۔

"نکاح سے پہلے ہی نکاح مبارک۔ میری دعا ہے کہ تم ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو اور ہمیشہ یوں ہی زندہ دل رہنا۔ دل کا زندہ ہونا بہت ضروری ہے۔ ہمیشہ اپنا دل زندہ رکھنا۔"

عمائمہ نے اسے سمجھانے والے انداز میں دعا دی تھی جس پر عمارہ اور باقی سب نے آمین کہا تھا۔ تبھی سجل کی والدہ اندر آئی اور سب کو نیچے آنے کا کہہ کر سجل کر ڈھیر سارا پیار کرتیں نیچے چلی گئیں۔

اب پیچھے عمائمہ، سجل اور عمارہ بچے تھے۔ عمارہ سجل کا دوپٹہ ٹھیک کر رہی تھی تو عمائمہ پاس کھڑی سجل سے بات کر رہی تھی کہ جب اچانک عمائمہ نے اسکی نظر اتاری اور کہنے لگی۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو سجل۔"

عمائمہ کی بات پر سجل نے شیشے میں اپنا عکس دیکھا جو گولڈن شارٹ فراک کے ساتھ بھاری کامدار غرارہ پہنے، بے بی پنک اور سکائی بلیوں کے امتزاج کا دوپٹہ سر پر جمائے، درمیان کی مانگ پر ٹیکا سجائے اور بائیں جانب باریک سی نتھلی پہنے، نفاست سے کیے میک اپ میں بہت دلکش لگ رہی تھی۔ اس پر روپ بھی خاصا چڑھا تھا۔ وہ خود کا عکس دیکھ کر مسکرا دی اور عمائمہ کی جانب مڑی۔

"آپ بھی بہت خوبصورت اور دلکش لگ رہے ہو یار۔"

سجل کی بات پر وہ ہنس دی تھی اور تبھی کھلے دروازے پر ناک کرتے عارض کے ہاتھ رکے تھے۔ وہ سجل کی بات سن چکا تھا اور اس پر عمائمہ کا یوں کھل کر ہنسنا اس کے دل کی تاریں چھیڑ گیا تھا۔

"بہت خوبصورت!"

اس کے دل سے بے اختیار یہ الفاظ ادا ہوئے تھے لیکن صد شکر کہ آواز مدھم تھی ورنہ محبت کا ڈھنڈورا تو بہت جلدی پیٹا جاتا ہے۔

عمائمہ نے کسی کی موجودگی محسوس کی تو دروازے کی جانب دیکھا جہاں وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا اور اس کا ہاتھ دروازے کے قریب تھا جیسے وہ دروازہ کھٹکھٹانے لگا ہو لیکن کسی بات پر رک گیا ہو۔

امبر رنگ آنکھیں جب بادامی آنکھوں سے ملیں تو ان بادامی آنکھوں کا تسلسل ٹوٹا تھا۔ اس نے خود کو ہوش دلاتے ہوئے سجل کی جانب دیکھا تھا۔

"سجلے بیٹا۔ پانچ منٹ کے اندر اندر نیچے آجاؤ، میں آنٹی کو بھیج رہا ہوں۔"

عارض نے کہا تو سجل نے صرف سر ہلا دیا۔

"بھابھی پھولوں کی سیج کے دائیں جانب سے آنا ہے اور وہیں بٹھانا ہے۔"

عارض نے اس بار عمارہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا تھا۔ عمائمہ خاموشی سے سب دیکھ رہی تھی۔

"کچھ چاہیے تو نہیں؟"

تبھی برہان کمرے میں داخل ہوتا ہوا سجل سے بولا تھا جس پر سجل نے صرف نفی میں سر ہلایا تھا اور اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کی تھی۔

اسے دیکھ کر برہان اور عارض نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور پھر دونوں ایک ساتھ اس تک پہنچے تھے۔ اس کی دائیں جانب عارض آکر بیٹھا تھا اور بائیں جانب برہان۔

"پریشان نہیں ہونا۔ زندگی کا سب سے اہم وقت ہے یہ، تم اب سے کسی اور کی ذمہ داری ہو گی۔ اور عاصم بہت اچھا لڑکا ہے۔"

برہان نے پیار سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تو سجل کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔

"مرد کو صرف نرمی اور محبت سے جیتا جا سکتا ہے تو سجلے تم نے ہر مسلئے کا حل نرمی سے نکالنے کی کوشش کرنی ہے اور پریشان نہیں ہونا کسی مسلئے پر، تمہارے دونوں بھائی زندہ ہیں۔"

عارض نے مدھم لہجے میں سمجھاتے ہوئے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا تھا۔ عمائمہ کے لیے اس کا یہ روپ بالکل نیا تھا۔ اس کا دل اچانک ہی عارض کے اس روپ پر نرم پڑا تھا۔ تبھی کمرے میں سجل کی والدہ اور والد داخل ہوئے تو عمائمہ اور سجل سے مل کر وہ اب عارض اور برہان کی چھوڑی جگہ پر بیٹھ چکے تھے۔

"اللہ تعالیٰ تمہارے نصیب کو خوشیوں سے بھر دے اور تمہیں دنیا و آخرت میں ساری نعمتوں سے نوازیں۔"

برہان کے والد سجل کو محبت سے ساتھ لگاتے ہوئے دعائیں دینے لگے جس پر سب نے آمین کہا۔

"بیٹا شوہر کی ساری ذمہ داریوں کو نبھانہ تمہارا فرض ہے۔ اب تم دونوں ایک دوسرے کا لباس ہو گے۔ کبھی کوئی بات بری لگ جائے تو آپس میں بات چیت کر کے معاملہ ختم کر لینا کیونکہ رابطے تعلق کی جان ہوتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے میری بیٹی بہت سمجھدار ہے۔"

سجل کی والدہ نے کہتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگا لیا تو نا چاہتے ہوئے بھی سجل رو دی جس پر عمائمہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ یہاں سے چلی جائے کیونکہ اس کے نزدیک یہ خاصا فیملی مومنٹ تھا اور وہ کیسے اتنی جلدی ان لوگوں کے درمیان ایک ہی ملاقات کے بعد ان کے فیملی مومنٹ کا حصہ بنی ہوئی تھی۔

اسے تھوڑا عجیب لگ رہا تھا لیکن سجل اس کو ایسا کچھ بھی محسوس ہونے ہی نہیں دے رہی تھی۔ کیونکہ کچھ لوگ ہوتے ہیں جن سے پہلی بار کی ملاقات میں محسوس ہوتا ہے کہ ہم ان سے پہلے مل چکے ہیں یا ہم بنے ہی ملنے کے لیے تھے۔

نکاح کے لیے سٹیج پر آمنے سامنے بٹھایا گیا تو درمیان میں پھولوں کی سیج تھی۔ عاصم ایک قابل اور ذہین ڈاکٹر تھا اور دونوں طرف سے رشتہ انجان نوعیت کا تھا۔

نکاح کے بول بولے گئے اور پھر دونوں کو ایک ساتھ بٹھا دیا گیا۔

جب کھانا کھا لیا گیا تو عاصم نے کھیر کا ایک چمچ سجل کی جانب بڑھایا جسے دیکھ کر وہ گڑبڑا گئی۔

"یہ کیا کر رہے ہیں۔"

وہ کنفیوز سی اسے دیکھنے لگی جس نے کھیر کا چمچ اس کی جانب بڑھایا ہوا تھا۔

".Welcoming my wife to my life"

عاصم کی بات پر وہ مسکرادی جس پر اس نے چمچ کی جانب اشارہ کیا تو وہ خاموشی سے کھیر کا چمچ اس کے ہاتھ سے کھا گئی۔

اس پر بہت سی ہوٹنگ ہوئی اور عمائمہ نے مسکراتے ہوئے یہ خوبصورت لمحہ قید کیا تھا۔

جب تصاویر کا سیشن چل رہا تھا تو عمائمہ عمارہ کے ساتھ کھڑی کئی باتیں کر رہی تھی جب عارض اور برہان ان کے پاس آئے۔

"ہیلو مس عمائمہ۔"

برہان نے اسے مخاطب کیا تو وہ مسکرادی۔

"ہیلو مسٹر جعلی پولیس۔"

عمائمہ کی بات پر عارض مسکرادیا جبکہ برہان دل کھول کر ہنسا تھا۔

"تو آپ کچھ بھولتی نہیں ہیں۔"

برہان نے جیسے ماننے والے انداز میں کہا تھا۔

"نہیں میں کچھ نہیں بھولتی۔"

عمائمہ نے کہا تو عارض اسے دیکھنے لگا جس پر دونوں کی نظریں ملی تھیں۔

urdunovelsblog

"ویل مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔"

برہان نے رازداری سے کہا تو عارض اور عمارہ کے ساتھ ساتھ عمائمہ بھی چونکی تھی۔

"شیور۔"

اس نے نا سمجھی سے کہا تھا۔

"آپ کی چھوٹی بہن کے لیے رشتہ بھیجنا چاہتا ہوں تو کیا ایسا ممکن ہے؟"

اس کی بات پر عارض ہنس دیا تھا اور عمارہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی جو بڑے مزے سے اپنی ہی بہن کے نکاح پر اپنا نکاح کروانے کا سوچ رہا تھا۔

"پہلی بات تو یہ کہ وہ میری چھوٹی نہیں بڑی بہن ہے اور دوسری بات یہ کہ آپ کو یہ اس سے پوچھنا چاہئے تھا۔"

عمائمہ نے تصحیح کرتے ہوئے اسے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"نہیں میں بس کنفرم کر رہا تھا کہ اگر رشتہ بھیجوں تو کوئی چانسز ہیں؟"

"یہ تو نانو کو معلوم ہو۔ کیونکہ حوا تو کسی کو خود پسند نہیں کرے گی اور نانو کی مرضی سے شادی کرے گی تو آپ بھیج کر دیکھ لیں پرپوزل۔"

عمائمہ نے سیدھی صاف بات کی تھی۔

"ٹھیک۔۔۔ خیر آپ تو مجھے بطورِ بہنوئی قبول کر سکتی ہیں نا؟"

برہان کی بات پر باقی تینوں بھی ہنس دیے۔

"جی مجھے کوئی مسلئہ نہیں لیکن پرپوزل بھیجتے وقت یہ ضرور بتایئے گا کہ آپ پولیس والے نہیں ہیں۔"

عمائمہ کی بات پر وہ پھر ہنس دیے۔

تبھی حاشر آیا اور عمارہ کو بلا کر چلا گیا اور ساتھ ہی برہان بھی اپنے والد کے بلاوے پر میزبانی کے فرائض سرانجام دینے چلا گیا۔

اب ٹیبل پر عارض اور عمائمہ موجود تھے۔ معنی خیز سی خاموشی۔

"عمائمہ اپنی آنکھوں کو کنٹرول میں رکھو۔"

urdunovelsblog

اس نے خود کو دل ہی دل میں کہا تھا اور ادھر ادھر دیکھنے لگی لیکن سامنے بیٹھے شخص کی نظریں مسلسل اسے خود پر محسوس ہوئی تھیں جس سے تنگ آ کر وہ گویا ہوئی۔

"کیا ہے؟"

اس نے چڑ کر کہا تھا جس پر وہ حیران ہوا۔

"میں تو کچھ بولا بھی نہیں۔"

اس نے شانے بے نیازی سے اچکائے تھے۔

"تم زبان سے بولتے ہی کب ہو؟"

عمائمہ نے بے بسی سے کہا تھا۔

"زبان کے علاوہ بھی کہیں سے بولا جاتا ہے؟"

وہ جان بوجھ کر بول رہا تھا ورنہ سمجھ تو وہ گیا تھا کہ عمائمہ اس کی بولتی آنکھوں کو پڑھ رہی ہے۔

"آنکھیں کھلا میخانہ ہوتی ہیں، جہاں کئی دربان بٹھائے جا سکتے ہیں۔"

عمائمہ نے مدھم لہجے میں اس کی مسکراتی ہوئی بادامی رنگ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ تو میں مانتا ہوں۔"

عارض نے مدھم لہجے میں اس کی پریشان سی امبر رنگ آنکھوں کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

دل بھی بضد ہے اس پہ نا جانے کیوں اب تلک
کہتا ہے اس کی یاد بھلانی نہیں میاں
حسام دعا ہے کہ وہ پڑھ لے میری آنکھیں
میں نے تو کبھی دل کی سنائی نہیں میاں

جس پر وہ تنگ آ کر وہاں سے اٹھ کر سجل کے پاس چلی گئی۔

کچھ وقت بعد رخصتی ہو گئی تو سب اپنے اپنے گھروں کو

لوٹ گئے۔ سجل نے اسے ولیمے پر شرکت کرنے کے لیے بہت زور لگایا تھا جس پر وہ سر ہلا گئی تھی لیکن وہ اگلے روز کسی صورت نہیں گئی تھی۔

○═══════════════════○

وہ جب کلاس سے نکلی تو موبائل کو سائیلنٹ موڈ سے ہٹایا تھا جو وہ کلاس میں جانے سے پہلے لگاتی تھی۔اس کی سیکرٹری عائشہ کی دو کالز دیکھ کر اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اسے کال ملائی۔ وہ اب یونیورسٹی میں دوستوں کے بنے گروپ سے بھی خود ہی دور ہو گئی تھی۔ جب سے اس نے شاہزیب کو صاف طور پر منع کیا تھا،اس کا انداز سب کو برا لگا تھا لیکن پرواہ کسے تھی۔ شاہزیب نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے سرے سے ہی اگنور مارا تھا۔

وہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے عائشہ کو کال ملانے لگی اور سپیکر پر موبائل رکھتی ہاتھ ہی میں پکڑ لیا۔ ساتھ ہی وہ گاڑی گھماتی ہوئی پارکنگ سے نکالتی اب آفس کے راستے پر ڈال رہی تھی۔

"ہاں عائشہ بولو؟"

عائشہ نے کال اٹھائی تو وہ سیدھا مدعے پر آئی۔

"باس میں سنڈے کو لاہور نہیں جا سکتی۔"

عائشہ نے کچھ شرمندگی سے کہا تھا۔

"وجہ؟"

عمائمہ نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بغیر کسی تاثر کے کہا تھا۔ کیونکہ وہ جانتی تھی عائشہ بغیر کسی وجہ کے نہ نہیں کہتی۔ وہ کسی کام کے نہ ہونے پر آخری آپشن عمائمہ کا رکھتی ہے۔

"میری امی کی طبیعت کچھ ناساز ہے تو میں انہیں اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی۔ آپ تو جانتی ہیں ان کے علاوہ میرا ہے ہی کون۔"

عائشہ شاید پریشان تھی اس لیے بڑے ضبط سے بول رہی تھی۔ عمائمہ نے اس کی تکلیف کا اندازہ لگانا چاہا لیکن وہ خاموش ہو گئی۔

"کوئی مسلئہ نہیں۔اپنی امی کا خیال رکھو کیونکہ مائیں بہت انمول ہوتی ہیں۔ میں دیکھ لوں گی۔"

urdunovelsblog

عمائمہ نے نرمی سے کہا تھا اور سگنل پر گاڑی روکی تھی۔ دونوں ہاتھ سٹیرنگ پر جمے تھے، جس میں سے ایک ہاتھ میں موبائل بھی تھا۔

"آپ کسے بھیجیں گے پھر؟ مجھے اچھا نہیں لگ رہا آپ کو میری وجہ سے عین ٹائم پر مشکل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔"

عائشہ کو اچھا نہیں تھا لگ رہا انکار کرنا۔

"عائشہ! تم پریشان نہیں ہو۔ میں چلی جاؤں گی۔"

عمائمہ نے شیشے سے باہر ایک بچے کے ہاتھ میں موجود گجروں کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ویسے کیا وہاں جانا بہت ضروری ہے؟"

اس نے یونہی پوچھا تھا۔

"ہاں! ہماری برینڈ کو پروموشن کی ضرورت ہے۔ اور اگر ہمیں کسی بزنس ایونٹ میں پہلی بار انوائیٹ کیا گیا ہے تو یہ ہمارے نزدیک ایک کامیابی کی سیڑھی ہے۔ اور پہلی سیڑھی پر قدم جتنی مضبوطی سے رکھیں گے، اتنی آسانی سے ہم دوسری سیڑھی پر قدم رکھ سکیں گے۔"

عمائمہ نے گجروں سے نظر ہٹا کر سامنے سگنل کو دیکھا اور گاڑی دوبارہ سڑکوں پر دوڑا دی۔

"ٹھیک ٹھیک۔ میرے ساتھ کانٹیکٹ میں رہیئے گا۔ کوئی مسلئہ ہو تو میں حاضر ہو جاؤں گی۔"

عائشہ نے نہایت مخلصی سے کہا تھا۔

"تم خیال رکھو آنٹی کا میں سنبھال لوں گی۔ کس ٹائم ہے پرسوں ایونٹ؟"

عمائمہ نے سرسری سا پوچھا کیونکہ اس سے پہلے عائشہ ہی اس ایونٹ میں جانے والی تھی عمائمہ کی جگہ پر۔

"پرسوں صبح جلدی نکلنا ہو گا۔ قریباً شام چار بجے فنکشن ہے۔ لیکن یہاں سے صبح نکلنا ہو گا۔"

عائشہ نے ڈیٹیلز بتائیں۔

"ایسا کرو کہ آج لاہور کی جو بھی پہلی فلائٹ مل رہی ہے وہ دیکھو اور مجھے بتاؤ۔"

عائشہ نے فوراً اسے بتایا۔

"ٹھیک ہے چار بجے کی دو فلائٹ بک کروا دو۔"

urdunovelsblog

"آج باس؟ابھی ساڑھے بارہ ہوئے ہیں۔اتنی جلدی؟"

اس نے پریشانی سے پوچھا تھا۔

"میں سب سنبھال لوں گی عائشہ ڈونٹ وری۔بس دو فلائٹ کی ٹکٹس کنفرم کردو۔میں اور حوا جائیں گے۔"

عمائمہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فون بند کردیا اور 'یو_ایچ_کلا تھنگ' کی پارکنگ میں اپنی گاڑی روک دی اور اندر کے کام نبٹا کر وہ گھر کو چل دی۔اس کا ارادہ خود لاہور جانے کا تھا۔

اس کا یہ فیصلہ شاید ایک غلطی ہو۔یا شاید وہ شروع میں غلطی لگے اور وہ ایک نئے سفر کا آغاز ہو۔کون جانتا ہے یہ ملاقات لکھنے والے کے سوا؟

لیکن ایک بات تو طے تھی کہ اس کے بعد عمائمہ شایان ملک کی زندگی کی کایہ پلٹنے والی تھی۔وہ کایہ کس سمت پلٹتی ہے۔

کون جانتا ہے یہ ملاقات لکھنے والے کے سوا؟

وہ چاند ہے تو عکس بھی پانی میں آئے گا۔

کردار خود ابھر کے کہانی میں آئے گا۔

○===============○

urdunovelsblog

"ایونٹ پرسوں ہے تو آج کیوں جا رہی ہو؟"

زنیرہ بیگم اس کے سر پر کھڑی تھیں جو حوا کو کال کر رہی تھی۔

"نانو میرے پاس اتنا اچھا موقع ہے لاہور دیکھنے کا تو کیوں گنواؤں؟"

عمائمہ نے شرارت سے آنکھ مارتے ہوئے کہا تو زنیرہ بیگم ہنس دیں۔

"حوا۔۔لاہور جانا ہے؟"

حوا نے جیسے ہی کال اٹھائی تو عمائمہ نے سیدھے مدعے کی بات کی اور وہ ٹھہری لاہور کی دیوانی لڑکی، فوراً مان گئی۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ؟"

حوا نے خوشی سے بولا تھا۔

"دس منٹ کے اندر گھر پہنچو۔چار بجے فلائٹ ہے ہماری۔"

اس کی بات پر حوا جو عمارہ کے ساتھ آفس میں بیٹھی کسی نئے ڈیزائن پر بات کر رہے تھے، فوراً اٹھی تھی اور عمارہ کو اشارہ کرتی باہر بھاگی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ عمائمہ نے دس منٹ کہا ہے تو اس کا مطلب دس منٹ ہی تھا۔ عمارہ پیچھے سے اسے آوازیں دیتی رہی کہ ہوا کیا ہے لیکن وہ کال پر بتانے کا کہہ کر نکل گئی۔

جب وہ گھر پہنچی تو سیدھا عمائمہ کے کمرے میں گئی جہاں زنیرہ بیگم صوفے پر بیٹھی تھیں اور اس پر سلامتی کی دعائیں پڑھ پڑھ کر پھونک رہی تھیں اور عمائمہ پیکنگ کر رہی تھی۔

"اتنی جلدی کیوں عمائمہ؟"

حوا نے پھولے سانس کے ساتھ کہا تھا۔

"ساری باتیں راستے میں بتاؤں گی۔ تم آل ریڈی چھ منٹ لیٹ ہو۔ تو جلدی سے پیکنگ کر و ورنہ ایسے ہی لے جاؤں گی۔"

عمائمہ کی دھمکی پر وہ اپنے کمرے کی جانب پیکنگ کرنے بھاگی تھی۔ اور پھر وہ لوگ ساڑھے تین کے جانب گھر سے نکل گئے تھے۔

○=============○

شہر لاہور تری رونقیں دائم آباد
تیری گلیوں کی ہوا کھینچ کے لائی مجھ کو

وہ چھ بجے کے قریب علامہ اقبال انٹرنیشنل ایئرپورٹ لاہور پر موجود تھے۔ لاہور کا موسم اسلام آباد سے بے حد مختلف تھا۔ اس نے فضا میں اپنی سانس خارج کی اور لبوں سے ادا ہوا۔

"میں پہلی بار تمہاری زمین پر قدم رکھ رہی ہوں لاہور! مجھے ایسی یادیں دینا کہ میں ساری زندگی یاد رکھوں۔"

عمائمہ نے زیرِ لب کہا تھا لیکن کہتے ہیں کہ دعا کرتے ہوئے بھی الفاظ کا چناؤ سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے۔ کیونکہ یادیں ہمیشہ اچھی تو نہیں ہوتیں۔

"افف میرا استقبال کرو لاہور۔ میں ایک بار پھر سے آ گئی۔"

urdunovelsblog

حوا نے خوشی سے جھومتے ہوئے کہا تھا جس پر عمائمہ ہنس دی۔ حوا کی لاہور سے محبت اس کی سمجھ سے بالاتر تھی کیونکہ وہ اپنی یونیورسٹی لائف میں ایک بار کلاس ٹور پر لاہور آئی تھی اور اس کے بعد سے وہ لاہور کی دیوانی ہو گئی تھی۔

وہ وہاں سے سیدھا ہوٹل گئے تھے اور فریش ہونے کے بعد عمائمہ نے امپوریم مال جانے کا شور ڈال دیا تھا جس پر حوا خوشی خوشی مان بھی گئی تھی۔

وہ رات دس بجے تک شاپنگ کرتے رہے اور خوب تصاویر کھینچ کر کھانے کے لیے کسی اچھے سے ریسٹورینٹ کو تلاش کرنے لگے۔ کافی دیر کی سوچ بچار کے بعد وہ حویلی نامی ایک جگہ پر کھانا کھانے کے لیے چلے گئے جو کہ بہت اچھا فیصلہ ثابت ہوا تھا۔

رات ساڑھے گیارہ کے قریب وہ واپس ہوٹل آ کر تھکی ہاری بستروں پر گر پڑی تھیں۔

○============○

وہ اپنے آفس میں بیٹھا کسی فائل پر کام کر رہا تھا۔ ٹیبل پر کافی کا مگ موجود تھا۔ ایک ہاتھ میں پنسل پکڑ رکھی تھی جس سے وہ فائل پر جگہ جگہ نشان لگا رہا تھا۔ جبکہ دوسرا ہاتھ لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر جما تھا۔

وہ فائل میں پوری طرح غرق تھا کہ تبھی دروازہ کھلا اور حاشر اندر آ کر اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کسی کے کمرے میں آنے سے پہلے دروازہ ناک کرنا چاہئے۔ اخلاقیات کے زمرے میں آتا ہے۔"

عارض نے بظاہر سنجیدگی سے کہا تھا لیکن آنکھوں میں شرارے واضح تھی۔

"بڑا میں ہوں، مجھے مت سمجھایا کر۔"

حاشر نے گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"جی بولیں بڑے بھائی۔ کیا کام ہے آپ کو؟"

عارض نے لیپ ٹاپ ایک سائیڈ پر کرتے ہوئے فائل بند کر کے کہا تو حاشر مسکرا دیا۔

"کل لاہور تم جاؤ گے۔"

عارض اس کی بات پر چونکا اور ابرو سوالیہ انداز میں اچکائے۔

"وجہ بیان کرنا پسند کریں گے آپ؟"

اس نے کچھ گھورتے ہوئے حاشر کو کہا تھا۔

"کیونکہ میرا دل نہیں چاہ رہا۔"

"میرا بھی نہیں چاہ رہا۔"

عارض نے بھی دوبدو بولا تھا۔

"سوچ لو۔"

حاشر نے ٹیبل پر کچھ جھکتے ہوئے چیلنجنگ انداز میں کہا تھا جس پر وہ چونکا تھا۔

"اس ایونٹ میں اسلام آباد، کراچی اور لاہور کے بہت سے بزنس مین وغیرہ شامل ہیں۔"

حاشر نے کہا تو وہ پھر بھی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا کہ وہ کہنا کیا چاہتا ہے۔

"لسٹ تمہیں شئیر کر دیتا ہوں۔ ہو سکتا ہے اسلام آباد کے باقی بھی بزنس مین یا وومین ہو جسے تم جانتے ہو۔"

اس نے 'وومین' پر زور ڈالا تو عارض چونکا۔

"لسٹ بھیجیں۔"

"میلز دیکھ لو۔"

حاشر اسے آنے سے پہلے ہی میل بھیج چکا تھا۔ عارض نے فوراً سے لیپ ٹاپ آگے کیا اور میلز کھول کر اسلام آباد والی کیٹیگری میں دیکھنے لگا۔

"برہان۔"

اس نے نام لیتے ہوئے حاشر کی جانب دیکھا۔

"یہ تو ہے ہی، کوئی اور بھی ہے۔"

عارض نے دوبارہ سے لسٹ پڑھنا شروع کر دی۔

"عمائمہ شایان ملک، اونر آف یو_ایچ_کلا تھنگ۔"

عارض نے نام پڑھا اور خجل سے انداز میں حاشر کو دیکھا۔

"میں جانتا ہوں تم اسے پسند کرتے ہو۔ اپنی بھابی کو تم بتا دیتے ہو، مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھتے۔"

حاشر نے کچھ ناراض ہوتے ہوئے کہا تھا جس پر عارض ہنس دیا۔

"میں کل لاہور چلا جاؤں گا۔"

عارض کی بات پر حاشر مسکرا دیا۔ وہ جانتا تھا یہ نام پڑھ کر تو وہ ضرور جائے گا۔

بس اس ملاقات میں وہ اپنے دل کی بات کہہ دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس نے مسکرا کر سوچا تھا۔

ہمیشہ ہی نہیں رہتے کبھی چہرے نقابوں میں

سبھی کردار کھلتے ہیں کہانی ختم ہونے پر

○==============○

حوا اور عمائمہ اگلے روز صبح پانچ بجے اٹھ کر تیار ہوتیں اندرون لاہور گھومنے کے لیے چلی گئی تھیں۔ عمائمہ نے بلیک شلوار قمیض پر چنری کا دوپٹہ گلے میں ڈال رکھا تھا اور بالوں کو چٹیا میں باندھ رکھا تھا۔ وہ آج اپنے روپ سے بالکل ہی مختلف لگ رہی تھی۔ جبکہ حوا نے سیاہ برقعے پر چنری کے دوپٹہ سے حجاب کر کے الگ سے نقاب لے رکھا تھا۔ وہ دونوں صبح صبح ہوٹل سے نکلتیں اندرون لاہور گئی تھیں اور بیش بہا تصاویر اور خوبصورت مقامات دیکھ کی سیر کر رہی تھیں۔ پھر انہوں نے وہیں سے ناشتہ کیا اور فریش ہو کر دوبارہ سے سیر کے لیے نکل گئیں۔

اب ان کا ارادہ بادشاہی مسجد اور شاہی قلعہ کی سیر تھا۔

اس کے بعد وہ رات کا کھانا کھانے کے لیے ایک اچھے سے ریسٹورینٹ میں گئیں اور پھر رات کو ایونٹ کی شاپنگ کے سلسلے میں لاہور کے کئی مال چھان مارے۔

حوا اس ایونٹ میں انوائیٹ نہیں تھی لیکن وہ عمائمہ کے ساتھ جانے والی تھی۔

پورے دن کی آوارہ گردی کے بعد اب وہ رات کو دیر سے ہوٹل پہنچی تھیں اور زنیرہ بیگم سے بات کرنے کے بعد سو گئی تھیں۔

○==============○

وہ گیارہ بجے کے قریب ناشتہ کر کے سکون سے تیار ہونے کا سوچ رہی تھی۔ رات ہی میں وہ اس ہوٹل میں آئے تھے جو سب مہمانوں کے لیے ارینج کیا گیا تھا۔

تیار ہونے کے بعد وہ خود کو آئینے میں دیکھنے لگی۔اس نے سفید شرٹ کے ساتھ براؤن پینٹ سوٹ پہن رکھا تھا۔سفید شرٹ پر براؤن بریزر،اس پر کھلے سٹریٹ بال اور پاؤں ہائی ہیل میں قید تھے۔گلے میں باریک سی چین تھی اور ہاتھ میں ایک براؤن کلر کا بیگ تھا۔اس نے خود کو ایک ستائشی نگاہ سے دیکھا تھا۔ابھی تک وہ عارض کی موجودگی سے انجان تھی۔ وہ لاہور آکر کچھ فریش سی ہوگئی تھی۔ پچھلے کئی دنوں کی تھکاوٹ وہ لاہور گھوم کر اتار چکی تھی۔اس شہر کی فضا نے اس کے دل کو چرا لیا تھا۔کوئی لاہور آئے اور اسے لاہور سے محبت نہ ہو؟ ممکن ہی نہیں۔

حوا نے براؤن برقعے کے ساتھ ہم رنگ نقاب لے رکھا تھا۔

وہ دونوں ایک ساتھ ایونٹ والی جگہ پر پہنچی تھیں۔اس وقت شام کے چھ کا وقت ہو رہا تھا۔ایونٹ شروع ہوئے ایک آدھ گھنٹا ہو چکا تھا جس کی وجہ سے ہر طرف مہمانوں کی گہما گہمی تھی۔

یہ ایک بڑے سے ہوٹل کا لان تھا جہاں پورا ایونٹ منعقد کیا گیا تھا۔ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی جس کی وجہ سے ماحول خوشگوار تھا۔ ایونٹ آرگنائزر نے بڑی خوش دلی سے عائمہ کا استقبال کیا تھا۔

"مس عائمہ میں آپ کو آنے والے وقت میں بہت بلند دیکھ رہا ہوں کیونکہ میں آپ کے کام سے بے حد متاثر ہوں۔ خصوصاً وہ چھوٹی چھوٹی ڈیٹیلز جو آپ کے کام کی خوبصورتی کو مزید نکھارتی ہیں۔"

"بہت شکریہ مسٹر امجد باجوہ۔"

عائمہ نے مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا تھا۔

"بزنس کی دنیا میں آپ جیسی ینگ اور ٹیلنٹڈ لوگوں کی کمی ہے،اس لیے آپ کا استقبال کر رہے ہیں۔"

"مجھے خوشی ہوئی۔"

عائمہ نے پھر سے سر ہلا کر داد موصول کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد امجد باجوہ صاحب نئے مہمانوں کو ملنے چلے گئے تو ایک لڑکی ان تک پہنچی جو شاید امجد صاحب کی سیکریٹری تھی۔

"مس عائمہ شایان ملک،اونر آف 'یو_ایچ_کلاتھنگ' ؟"

اس نے سوالیہ لہجے میں کہا تھا۔اس کے ہاتھ میں ایک ٹیبلٹ تھا اور خود وہ بالکل پروفیشنل انداز میں بول رہی تھی۔

"یس۔"

urdunovelsblog

عمائمہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" Welcome Miss Umaimah. We are really grateful for your presence. I wanted to tell you that you have to introduce your brand in a few sentences, so that whenever we call you on the stage, you can say it.I hope you enjoy here. Have a great evening."

وہ نہایت پروفشنل انداز میں سب کچھ کہتے ہوئے چلی گئی۔ عمائمہ جانتی تھی وہ یہی کہنے آئی ہے اور وہ اپنے برینڈ کا تعارف کروانا بھی جانتی تھی۔

تبھی کچھ دیر بعد اس کی نظر کچھ فاصلے پر موجود عارض اور برہان پر پڑی۔ وہ ششدر رہ گئی۔

"یہ یہاں بھی۔ افف اللہ۔ کیوں میں اس سے ہر جگہ مل رہی ہوں۔"

عمائمہ نے زیر لب کہا تو حوانے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ جہاں برہان اور عارض کھڑے تھے اور عارض کی نگاہیں کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔

عمائمہ نے سانس خارج کرتے ہوئے رخ اس کی جانب سے پھیر لیا۔

دوسری جانب وہ اسے ہی تلاش کر رہا تھا۔ آج وہ سفید شرٹ پر گہرے نیلے رنگ کا کورٹ اور پینٹ پہنے، بالوں کو مخصوص انداز میں سیٹ کیے ہوئے، بادامی آنکھوں میں انتظار لیے کھڑا تھا۔

میں تیرا کچھ بھی نہیں ہوں مگر اتنا تو بتا...

دیکھ کر مجھ کو تیرے ذہن میں آتا کیا ہے...!!!

ایونٹ پورے جوش سے جاری تھا۔ جب اسے اس کی سیکرٹری کی کال آئی۔ وہ کال سننے لگی لیکن ہر طرف شور تھا جس کی وجہ سے وہ اٹھ کر ایک طرف ہوٹل کی لابی میں آگئی۔

"باس سب سیٹ جا رہا ہے؟"

عائشہ نے پوچھا تو اس نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں شکر ہے۔ ابھی تک تو سب اچھا جا رہا ہے۔"

عمائمہ نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ لابی تقریباً خالی تھی، بس ایک دو لوگ گزر رہے تھے۔

"واپسی کی ٹکٹ کب کرواؤں؟"

عائشہ نے پوچھا تو اس نے کچھ سوچا اور مسکرا دی۔

"ابھی رہنے دو۔ میں کچھ دن لاہور میں رہنا چاہتی ہوں۔"

عمائمہ کی بات پر عائشہ ہنس دی۔

".It seems like you are enjoying your tour of Lahore"

عائشہ نے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"ہاں کافی خوبصورت یادیں دی ہیں اس نے تو سوچ رہی ہوں کچھ دن اور ٹھہر جاؤں لیکن میں پھر بھی تمہیں کل تک کنفرم بتاؤں گی۔"

عمائمہ نے تفصیلاً اسے آگاہ کیا تھا۔

"راجر باس۔ انجوائے یور ایوننگ۔ اللہ حافظ۔"

عائشہ نے کہا تو عمائمہ نے فون بند کر دیا۔

اب وہ کچھ میلز چیک کرتی واپس جانے کے لیے پلٹی تھی کہ اسے خاموش لابی میں سے کوئی جانی پہچانی آواز سنائی دی تھی لیکن بہت مدھم۔ وہ واپس مڑی اور راہداری میں چلنے لگی جہاں ایک کمرے کا دروازہ ہلکا سا کھلا ہوا تھا اور اندر سے کسی لڑکی اور لڑکے کی بحث کی آواز آ رہی تھی۔

وہ جانتی تھی یہ اخلاقیات کے زمرے میں نہیں آتا لیکن اس لڑکے کی آواز اسے اپنی جانب کھینچ رہی تھی۔ وہ اس آواز کو بہت اچھے سے پہچانتی تھی۔

اس نے دروازے کے قریب پہنچ کر اندر جھانکنا چاہا، یہاں سے اسے صرف صوفے پر بیٹھی ہوئی لڑکی دکھائی دے رہی تھی جس نے ریڈ کلر کی سلک کی شرٹ کے ساتھ بلیک لانگ سکرٹ پہن رکھی تھی۔ اس کے بائیں جانب بیٹھے لڑکے کی ٹانگیں نظر آ رہی تھیں لیکن چہرہ دیکھنے سے عمائمہ قاصر تھی۔

"تمہیں خود ہی لحاظ کرنا چاہیے۔ میں ابھی تمہارے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہوں کسی کو معلوم بھی نہیں ہو گا۔ کچھ میرا نہیں تو خود کی عزت کا خیال کر لو۔"

عارض نے کچھ نخوت سے کہا تھا۔ عمائمہ اس کے الفاظ کے چناؤ اور اس کے لہجے پر حیران تھی۔ وہ یہ کہہ کر صوفے سے اٹھا تھا کہ عمائمہ نے اس کا تنا ہوا چہرہ دیکھا تھا۔ رباب نے اس کا بازو تھاما تھا۔

"عارض! تم سمجھتے کیوں نہیں ہو میری بات۔ محبت کرتی ہوں تم سے، کچھ بھی کرو گے سہہ لوں گی لیکن تمہارا یوں اگنور کرنا برداشت نہیں ہوتا مجھ سے۔"

رباب کی بات پر وہ پلٹا تھا اور اسے دور کرتا ہوا صوفے پر دھکا دے گیا تھا۔

"تمہیں ایک رات استعمال کر کے پھینک جاؤں گا، تب اچھی رہو گی تم؟"

عارض کے الفاظ تھے یا ہتھوڑا جو عمائمہ کے سر پر جا کر لگے تھے۔ وہ تو اس کے الفاظ کے چناؤ پر حیران رہ گئی تھی۔ وہ اس قدر ششدر تھی عارض کے اس روپ سے کہ اسے اپنا دل گھٹتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

ایک وہی تو تھا جس پر وہ بھروسہ کرنے لگی تھی اور کیا ہوا؟ نکلا نہ وہ بھی باقیوں کی طرح؟

عارض کے قدم اب باہر کی جانب اٹھ رہے تھے۔

وہ لڑکھڑاتے قدموں سے گیسٹ روم تلاش کرتی واش روم میں بھاگی تھی اور لمبے لمبے سانس بھرنے لگی تھی۔

جب اس نے چہرہ اٹھایا تو اسے محسوس ہوا کہ اس کا عکس بھی اس پر ہنس رہا ہے۔

"کر لیا بھروسہ؟ نکلا نہ یہ بھی ویسا ہی؟ عورت کو صرف ٹشو پیپر سمجھ کر استعمال کر کے پھینکنے والا۔ اس کے الفاظ کا چناؤ بتا رہا ہے وہ کیسا شخص ہے؟ خود سے وعدہ کیا تھا نہ کہ کبھی کسی مرد پر بھروسہ نہیں کرو گی تو پھر کیوں کیا؟ اب بھگتو۔"

اس کا عکس اسے ہی طنز و مزاح کا نشانہ بنا رہا تھا۔ وہ اپنا بیگ اٹھاتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس کا ارادہ اب واپس ہوٹل جانے کا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ راہداری عبور کر کے لابی میں پہنچتی، کسی نے اسے پیچھے سے کھینچا تھا۔ وہ بری طرح ٹکرانے لگی تھی کہ اس شخص نے اس کی آنکھوں اور منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ اس کی گرفت میں وہ مچلنے لگی لیکن وہ اسے کھینچتا ہوا نا جانے کس تاریک کمرے میں لے گیا۔

"کون ہو تم؟"

urdunovelsblog

جیسے ہی اس کے منہ سے ہاتھ ہٹا وہ لمبے سانس بھرتے ہوئے بولی۔ وہ کسی تاریک کمرے میں تھی۔ اتنا تاریک کہ اسے خود کا ہاتھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

"وہی جو کئی ہفتوں سے تیرے پیچھے کتوں کی طرح دم ہلاتا ہوا آ رہا ہے اور تو ہر بار مجھے دھتکار رہی ہے۔"

وہ اس وقت اتنی غائب دماغی میں تھی کہ اسے آواز پہچاننا دنیا کا سب سے مشکل کام لگ رہا تھا۔ عارض کی باتیں ابھی تک دماغ میں گونج رہی تھیں۔ دماغ عارض کے خلاف بول رہا تھا اور دل اس کے حق میں۔ دل و دماغ کی اس جنگ میں اب جسم پر پڑنے والی آفت نے مل کر اسے یکدم ہی دماغی طور پر غیر حاضر کر دیا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔"

وہ شخص اس کے قریب آ رہا تھا اور اس کو بازوؤں سے تھام کر نا جانے کہاں لے جا رہا تھا کہ جب عمائمہ نے خود کو چھڑوانا چاہا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔"

اس نے دماغ کو ہوش دلاتے ہوئے کہا تھا لیکن وہ اسے کسی بستر پر پٹخ چکا تھا۔ اب آنکھیں اندھیرے کی عادی ہونے لگی تھیں تو عمائمہ کو کچھ کچھ نظر آنے لگا تھا لیکن چہرہ دیکھنا ناممکن تھا۔

"آج رات تجھے سب کچھ معلوم ہو جائے گا کہ میرے نزدیک تجھ جیسی لڑکی کی کیا اوقات ہے۔"

وہی انجان آواز۔ اسے آواز کچھ جانی پہچانی لگ رہی تھی لیکن دماغ ابھی وہ پہچاننے سے قاصر تھا۔

اس شخص نے زبردستی اسے اپنی دسترس میں لینے کی کوشش کی لیکن عمائمہ نے بھی دماغ کو ہوش دلایا تھا اور اسے پرے دھکیلنے لگی۔

"مجھے جانے دو۔"

وہ بے بسی سے بولی تھی لیکن اسے دور کرنے کی ہر کوشش کر رہی تھی۔

"کسی کو کچھ پتا نہیں چلے گا ڈارلنگ۔"

اس نے کہتے ہوئے عمائمہ کے دونوں ہاتھ اپنے قابو میں کر لیے تو عمائمہ نے ایک زوردار چیخ ماری تھی۔ جس کے ساتھ ہی دروازے پر دستک کی آواز آئی تو اس شخص کی گرفت ڈھیلی ہوئی اور اسی وقت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عمائمہ نے خود کو

آزاد کروایا۔اس نے اندازے سے ہی ادھر ادھر ہاتھ مارا تھااور جو ہاتھ میں آیا وہ اس شخص کو دے مارا تھا۔دروازے کو اب توڑے جانے کی کوشش کی جارہی تھی۔

وہ کسی بھی وار کے لیے تیار نہیں تھا،اس لیے کچھ سکینڈ کے لیے لڑکھڑایااور پھر بستر سے اترتی عمائمہ کوایک تھپڑ مار گیا جس کی وجہ سے وہ نیچے زمین پر جا گری اور پاس موجود ٹیبل کی نوک عین اس کے سر پر لگی تھی اور فوری طور پر اس کی آنکھیں دھندلا گئی تھیں۔اس کی بصارت نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی کسی کے اندر داخل ہونے کی آواز آئی تھی اور کسی کے بھاگنے کی۔ساتھ ہی ساتھ داخل ہونے والے نے بتی جلائی تھی۔وہ زبردستی اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن آنکھیں بند ہونے سے پہلے جو آخری چیز اس نے دیکھی تھی،وہ تھی وہ بادامی آنکھیں جو اس کی آنکھوں سے ٹکرانے کے بعد باہر کو بھاگی تھیں۔اور تبھی وہ ہوش وحواس سے بیگانہ ہو گئی۔

○==========○

جب اس کی آنکھوں سے بے ہوشی کا پردہ ہٹا تو اس نے خود کو ایک آرام دہ بستر میں پایا۔وہ اسی کا کمرہ تھا جو ہوٹل میں موجود تھا،اس کے بستر کے پاس حوا کھڑی تھی۔وہ اٹھ بیٹھی لیکن دماغ میں ایک درد کی لہر اٹھی تھی۔

اسے اسی کمرے سے کچھ لوگوں کے بولنے کی آواز آرہی تھی۔پھر سے آواز جانی پہچانی لگی تھی۔دماغ پر زور ڈالا گیا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

عارض کو دیکھتے ہوئے عمائمہ بستر سے اٹھی اور اس تک پہنچی تھی۔

"میں وہ سیکیوریٹی سے بات کر رہا تھا۔"

عارض کنفیوز ہوتا ہوا بولا۔

"تم ایک انتہائی گھٹیا،بد کردار اور برے انسان ہو۔"

عمائمہ نے بے بسی سے کہا تھا،جیسے یہ الفاظ کہتے ہوئے اسے خود بھی تکلیف ہو رہی تھی۔

"میں؟میں نے کیا کیا ہے؟"

وہ حیران ہوا تھا۔حوا بھی ناسمجھی سے دونوں کو دیکھنے لگی۔تبھی برہان اندر داخل ہوا تھا۔

"تم جو کر چکے ہو نا، وہ کافی ہے مجھے تم سے نفرت کی وجہ دینے کے لیے۔"

وہ نخوت سے بولی تھی، آنکھوں میں آنسو تھے۔ عارض پہلی بار اسے روتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ وہ اتنا مضبوط بننے کا دعویٰ کرتی تھی کہ اسے روتا ہوا دیکھنا دنیا میں مشکل کاموں میں سے ایک تھا۔ اس کا دل چاہا وہ اسے جواب دے لیکن وہ اس وقت کچھ بھی سننے کے لیے تیار نہیں تھی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا عمائمہ۔"

اس نے بے بسی سے کہا تھا۔

"لیکن کوشش تو پوری تھی نا۔"

عمائمہ کی بات پر وہ ششدر رہ گیا۔

"آپ کو لگتا ہے وہ میں تھا؟"

عارض نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"لگتا ہے؟ میں نے تمہیں اپنی آنکھوں سے اس کمرے سے بھاگتے ہوئے دیکھا تھا۔"

عمائمہ نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ کورٹ نا جانے کدھر تھا اور پیر جوتوں سے آزاد تھے اور اجڑی ہوئی حالت میں وہ عارض کے سامنے کھڑی تھی۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

عارض کے پاس اپنی صفائی دینے کے لیے الفاظ کم تھے۔

"اب تو میری ساری خوش فہمیاں اور غلط فہمیاں ختم ہو رہی ہیں۔ تم پر بھروسہ کرنے لگی تھی۔ تم پر۔ لیکن تم بھی ان نوے فیصد مردوں میں سے نکلے جو عورت کو صرف رات گزاری کا سامان سمجھتے ہیں۔"

عمائمہ کے الفاظ عارض کو خاموش کر گئے تھے۔ کمرے میں بے وجہ سی خاموشی چھا گئی۔

حوا کی نقاب میں لپٹی آنکھیں برہان سے ٹکرائیں تھیں جہاں بے یقینی تھی۔

"چلے جاؤ یہاں سے اور دوبارا اپنی شکل مجھے مت دکھانا۔"

عارض ضبط کی انتہا پر تھا۔ وہ بغیر کچھ کہے مڑ گیا اور کمرے سے نکل گیا۔

عمائمہ کی نظروں نے اس کی پشت کا تعاقب کیا تھا۔

"وہ ایسا نہیں ہے۔۔۔آپ۔۔"

برہان نے کچھ کہنا چاہا کہ عمائمہ نے اسے تیز نظروں سے گھورا اور ترشی سے کہنے لگی۔

"براہ مہربانی تم بھی یہاں سے چلے جاؤ۔اس کا مفت کا وکیل بننے کی ضرورت نہیں ہے۔"

عمائمہ کے تلخ رویے پر وہ ایک نظر حوا کو دیکھتا وہاں سے چلا گیا تھا۔عمائمہ برسوں کے تھکے مسافر کی طرح بستر پر گر گئی تھی۔سر میں ابھی بھی درد تھا۔عمائمہ نے حوا کے پوچھنے پر ساری بات بتادی تھی۔

"تم کس لحاظ سے کہہ سکتی ہو کہ وہ لڑکا عارض تھا۔"

حوا کو جیسے خود بھی یقین نہیں تھا کہ وہ عارض ہو سکتا ہے۔

"میں نے بے ہوش ہونے سے پہلے اسے دیکھا تھا۔اس نے ایک نظر مجھے دیکھا تھا اور پھر کمرے سے بھاگ نکلا تھا۔"

عمائمہ نے تھکی تھکی سی سانس خارج کرتے ہوئے کہا تھا۔

"تو وہ کون تھا جو کمرے میں داخل ہوا تھا؟"

"کمرے میں شاید کوئی بھی داخل نہیں ہوا تھا۔میرا ذہن اس وقت ماؤف تھا، شاید میرا وہم ہو۔جب اس نے مجھے مارا اور میرے سر سے خون بہنے لگا تو وہ یہ دیکھ کر بھاگ گیا ہو گا۔"

حوا اس کی کسی بات پر متفق نہیں ہو رہی تھی لیکن اسے ایسا کچھ بولا نہیں۔

"اگر وہ وہی شخص ہوتا تو تمہارے لیے اتنا پریشان نہ ہوتا۔خود سے ہر چیز مت سوچو۔"

حوا نے نرمی سے سمجھانا چاہا جس پر وہ اسے سخت نظروں سے گھورنے لگی اور پھر چبا چبا کر کہنے لگی۔

"اس نے میری عزت کو کیچڑ کرنے کی کوشش کی ہے۔"

حوا اس کی بات پر خاموش ہو گئی۔

عمائمہ نے اپنا پرس تلاش کیا اور اس میں سے فون نکال کر اپنی سیکرٹری کو کال ملائی۔

"عائشہ۔دو سیٹس بک کرواد و واپسی کی۔"

وہ شاید اس وقت سوئی ہوئی تھی۔عمائمہ کی آواز پر فوراً اٹھی تھی۔

"راجر باس۔"

عمائمہ کا لہجہ اتنا دوٹوک تھا کہ وہ پوچھ بھی نہ پائی کہ ایسی بھی کیا جلدی ہے۔

"چیزیں سمیٹو۔ ہم گھر جا رہے ہیں۔"

عمائمہ نے فیصلہ سنایا تھا۔ حوا جانتی تھی کہ وہ اب فیصلہ کر چکی ہے تو کسی کی نہیں سنے گی سو چپ چاپ اٹھ گئی۔

رات تین بجے کے قریب وہ اسلام آباد کے ایئر پورٹ پر تھے اور آگے سے ڈرائیور انہیں لینے آچکا تھا۔

زنیرہ بیگم ان کی آمد سے بے خبر تھیں لیکن حوا نے ڈرائیور کو فون کر کے بلا لیا تھا۔ پورا راستہ عمائمہ خاموش رہی تھی۔

یوں جیسے بہت کچھ یاد کر رہی ہو یا شاید بھلانے کی کوشش۔

اِس کہانی کے مصنف سے مجھے نفرت ہے

اِس کے تو مرکزی کردار منافق نکلے

○==============○

"عارض! دیکھو وہ ابھی غصے میں تھیں۔۔۔ ہم بات کریں گے ان سے۔"

برہان نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تھا جو اس وقت ہوٹل روم کی بالکنی میں کھڑا کوئی ہارا ہوا مسافر لگ رہا تھا۔

"میں تمہیں کہہ رہا تھا کہ عمائمہ نے باتیں سن لی ہیں اور وہ پہلے ہی مرد ذات پر بھروسہ نہیں کرتی تو اب انہی باتوں کے زیرِ اثر انہوں نے مجھے بدکردار تک کہہ دیا۔"

عارض ضبط کی آخری حدوں پر تھا۔

"برہان یار تو جانتا ہے نا میں بدکردار نہیں ہوں۔ میں نے تو ان کے علاوہ آج تک کسی لڑکی کو پسند کرنا تو کیا بات کرنا گوارہ نہیں کیا۔"

وہ اپنے بالوں میں زور سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا تھا جیسے ضبط کے بندھن باندھ رہا ہو۔

"تم پریشان نہیں ہو۔ ہم ان کے پاس جائیں گے اور ساری بات کلئیر کریں گے۔"

برہان نے کہا تو عارض نے نفی میں سر ہلایا۔

"جانتے ہو دنیا میں سب سے اذیت ناک چیزوں میں سے ایک چیز کیا ہے؟"

urdunovelsblog

برہان نے سوالیہ ابرو اچکائے۔

"اپنے پسندیدہ انسان کے منہ سے اپنے لیے نفرت بھرے الفاظ سننا۔"

برہان اس کی بات پر خاموش ہو گیا۔ وہ آج اس کے سامنے اپنی محبت کا ڈھکا چھپا اعتراف کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا عارض کے پاس اس وقت ایک انگوٹھی موجود ہے جو وہ عمائمہ کے حوالے کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن قسمت بڑی ظالم چیز ہے۔

"برہان مجھے کچھ دیر اکیلا چھوڑ دو یار۔"

عارض کی آنکھوں میں بےبسی دیکھتے ہوئے وہ خاموشی سے کمرے سے نکل گیا۔

برہان کے جانے کے بعد وہ بالکنی میں پڑے صوفے پر گرنے والے انداز میں بیٹھا تھا اور دائیں ٹانگ سیدھی کرتا پینٹ کی جیب میں سے انگوٹھی کی ڈبیا نکالی۔ اس نے کھولا تو اندر باریک سی انگوٹھی تھی جس پر آٹھ کی طرح کا سمبل بنا تھا جسے infinity کہا جاتا ہے۔ اس پر باریک باریک ننھے ننھے ہیرے جگمگا رہے تھے۔

"میں آپ کو اپنی زندگی کا 'کاش' نہیں بنانا چاہتا عمائمہ۔"

وہ زیر لب بڑبڑایا تھا اور ایک آنسو اس کی رخسار سے بہا تھا۔

یہ آنسو کس چیز کا تھا؟

اس سے محبت کے اعتراف کا یا پھر اس کی دی گئی اذیت کا؟

ایک مرد کی بے بسی کی انتہا وہی ہوتی ہے جب وہ ضبط کے باوجود رو دیتا ہے۔

اس نے آنسو صاف کیا تھا لیکن جو دل رو رہا تھا اس کا کیا؟

اس نے ڈبیا بند کر کے سامنے پڑے کورٹ کی جیب میں ڈال دی۔

یہ شرطِ اُلفت بھی عجیب ہے محسن

میں پُورا اُترتا ہوں وہ معیار بدل دیتے ہیں

○===============○

لاہور سے واپس آئے انہیں ہفتہ ہونے کو تھا اور اس پورے ہفتے میں زنیرہ بیگم عمائمہ کا خاموش رہنا باخوبی نوٹ کر چکی تھیں لیکن وہ چاہتی تھیں کہ عمائمہ خود بتائے کہ اس کی زندگی میں کیا مسئلہ چل رہا ہے لیکن وہ بھول رہی تھیں کہ وہ بھی

ایک ایسی ماں کی بیٹی ہے جس نے اپنا ہر مسلئہ اپنے تک رکھا تھا اور جب پانی سر سے گزر گیا تھا تب وہ صبر کا دامن چھوڑ کر ان کی چوکھٹ پر واپس آئی تھیں۔ تو عمائمہ اپنے مسائل کسی کو بتادے؟ ایسا شاید ممکن ہوتا اگر وہ لوگوں پر اعتبار کرنا جانتی۔ حوا بھی اسے لے کر کافی پریشان تھی۔ اس نے عمائمہ کے کہنے پر لاہور میں ہوا واقعہ کسی کو نہیں بتایا۔ اب وہ دونوں اسلام آباد کے بدلتے موسم کے تیور دیکھ رہی تھیں جہاں سردی آہستہ آہستہ ختم ہونے کو تھی اور اب گرمی کی آمد آمد تھی۔

ایسے میں وہ مدھم سروں میں چلتی ہوا کو محسوس کرتے ہوئے بالکنی میں ایک ساتھ کھڑی تھیں۔ دونوں کے ہاتھ ریلنگ پر جمے تھے اور ایک ایک ہاتھ میں کافی کے مگ تھے۔

ایسے میں عمائمہ خاموشی سے چاند کو گھور رہی تھی اور ناجانے کن سوچوں میں مگن تھی۔

"میرا دل نہیں مانتا کہ وہ ایسا کر سکتا ہے۔"

حوا نے ایک ہفتے بعد دوبارہ اس واقعے کا ذکر کیا تھا۔

عمائمہ کی سوچوں کے تسلسل میں خلل ڈالا تھا۔

"میرا بھی۔"

وہ مدھم لہجے میں جواب دے گئی۔ حوا نے حیرت سے اسے دیکھا جو برسوں کی تھکی مسافر لگ رہی تھی۔ یہ وہ عمائمہ تو نہیں تھی جو کسی بھی مسلئہ کو ایک یا دو دن سے زیادہ سیریس نہیں لیتی تھی اور اب؟

اس کا لہجہ بالکل تھکا ہوا سا اور آنکھیں؟؟ اس کی امبر رنگ آنکھیں رات کے اندھیرے میں بھی ویران نظر آ رہی تھیں۔

"تمہیں اسے کچھ بولنے کا موقع دینا چاہیے تھا۔"

حوا نے کافی کا مگ لبوں سے لگاتے ہوئے کسی افسوس کے ساتھ کہا تھا۔

"وہ سچا ہوتا تو دوبارہ میرے پاس آتا۔"

اسے اندر ہی اندر اس کے آنے کا انتظار تھا۔ وہ ایک بار آ کر اپنی صفائی تو دیتا۔۔۔ اسے دینی چاہیے تھی، اگر وہ سچا تھا تو۔

عمائمہ نے اعتبار ٹوٹتے لہجے میں جواباً کہا تھا جس پر حوا اسے افسوس بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی اور تاسف سے سر ہلا گئی۔

"حق کو تلاش کیا جاتا ہے۔ حق چل کر نہیں آتا۔۔ تمہیں اس معاملے کی اچھی طرح تفتیش کرنی چاہیے تھی اور تم سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اسلام آباد واپس آ گئی۔"

حوا کہہ کر رکی نہیں چلی گئی۔

اور وہ پیچھے سوچتی رہ گئی کہ واقعی اسے معاملے کی تفتیش کروانی چاہیے تھی لیکن وہ اپنے زخمی دل کو سنبھال کر بس وہاں سے آ جانا چاہتی تھی۔

عکس کتنے اتر گئے مجھ میں
پھر نہ جانے کدھر گئے مجھ میں

میں نے چاہا تھا زخم بھر جائیں
زخم ہی زخم بھر گئے مجھ میں

میں وہ پل تھا جو کھا گیا صدیاں
سب زمانے گزر گئے مجھ میں

==========

وہ خاموش سا اپنے آفس میں بیٹھا تھا۔ انگلیاں لیپ ٹاپ پر جمی تھیں لیکن وہ ٹائپ کرنے سے قاصر تھیں اور دماغ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ نگاہیں لیپ ٹاپ کی روشن سکرین پر جمائے وہ اس دن کے تاریک واقع کو یاد کر رہا تھا۔ وہ خود نہیں کر رہا تھا۔ سب کچھ خود بخود ہو رہا تھا۔ وہ بے قصور تھا لیکن وہ کیسے بتائے اسے؟ وہ مردوں پر اعتبار کرنا نہیں جانتی تھی۔ وہ کیسے اسے اپنی بات کا اعتبار کروائے۔ اسے لاہور جا کر معاملے کی تفتیش کروا کر اسے پروف دینے چاہیے؟ ہاں شاید۔۔۔ یا شاید نہیں۔۔۔ کیونکہ جب وہ ہی اس پر اعتبار نہیں کر رہی تو تمام گواہوں کا وہ کیا کرے گا۔

اب اعتبار ختم ہوا تھا تو پیچھے بچا ہی کیا تھا؟

وہ اس کے پاک کردار پر بہتان لگا کر گئی تھی لیکن وہ اس سے نفرت نہیں کر سکتا تھا۔ چاہے تب بھی نہیں، کیونکہ وہ اسے آج بھی عزت کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ اس کی نظر میں اور اس کے دل میں اس لڑکی کا مقام بہت بلند تھا۔ وہ اسے کھونے سے ڈرنے لگا تھا لیکن یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اسے کھو چکا ہے۔ پھر بھی دل میں ایک موہوم سی امید تھی کہ کاش اسے سچ معلوم ہو جائے۔۔ وہ چاہتا تو اسے سچ بتا سکتا تھا لیکن وہ ڈرتا تھا کہ وہ کہیں دوبارہ سے اسے جھٹلا نہ دے۔ وہ ڈرتا تھا ان امبر رنگ آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھنے سے۔۔۔ کیونکہ اس نے ہمیشہ ان آنکھوں میں خود کے لیے بے اعتباری، بے اعتنائی، بے پرواہی، پسندیدگی، مسکراہٹ دیکھی تھی۔۔ لیکن وہ ان آنکھوں میں نفرت نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ہر جزبہ دیکھنے کی سکت رکھتا تھا لیکن خود کے لیے نفرت نہیں۔۔۔۔

اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی اور زور سے آنکھیں میچیں کہ تبھی اس کی سیکرٹری دروازہ ناک کرتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ عارض نے آنکھیں کھول کر دیکھنے کی زحمت نہیں کی۔

"سر وہ۔۔ مس رباب آئی ہیں۔"

وہ کچھ دن سے سنجیدہ سا تھا آفس میں اس لیے اس کی سیکریٹری تو کیا آفس کا ہر فرد اس سے ڈر رہا تھا بات کرتے ہوئے۔ وہ کسی پر غصہ نہیں کرتا تھا لیکن اس کی سنجیدگی کے عوض ایک رعب سا سب پر طاری ہو جاتا تھا۔

"اندر بھیج دو۔"

اس نے ہنوز آنکھیں بند کیے کچھ دیر بعد جواب دیا تو اس کی سیکرٹری اس کے غیر متوقع جواب پر پہلے تو حیران ہوئی پھر 'ٹھیک ہے' کہتی باہر چلی گئی اور رباب کو اندر بھیج دیا۔

دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز نے کمرے کے سکوت ماحول میں خلل ڈالا تھا اور پھر ہیل کی ٹک ٹک سے عارض کے ماتھے پر بل واضح ہوئے تھے۔ رباب سیاہ جینز کے ساتھ سرخ شرٹ پہنے ہوئے، بالوں کو پشت پر کھلا چھوڑے جب کمرے میں داخل ہوئی تو عارض کو یوں کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھا دیکھ کر کچھ تذبذب کا شکار ہوئی۔

رباب نے گلا کھنکھار کر اپنی موجودگی ظاہر کی تھی۔

"عارض۔"

رباب نے کچھ ہمت کر کے اسے مخاطب کیا جس کے پتھریلے تاثرات اس کی ہمت توڑ رہے تھے۔

urdunovelsblog

"بولو۔"

اس کے یک لفظی جواب پر وہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوئی تھی۔ حیرت اس کے یک لفظی جواب پر نہیں تھی بلکہ حیرت اس کے الفاظ کے چناؤ پر تھی۔ وہ جتنا بھی اس سے بے زاریت کا اظہار کرے لیکن ہمیشہ اسے تمیز سے مخاطب کرتا تھا اور ایک اسی بات پر وہ عارض پر دل ہار بیٹھی تھی۔

"میں جانتی ہوں اس رات تم نے مجھ سے پیچھا چھڑوانے کے لیے ایسے الفاظ کا استعمال کیا تھا۔ تم ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔"

رباب کی بات پر اس نے یکدم سیدھے ہوتے ہوئے اپنی آنکھیں کھولیں تو رباب اس کی آنکھوں کی سرخی دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔ عارض نے اسے جن سخت نگاہوں سے دیکھا تھا اس پر وہ وہاں سے غائب ہو جانا چاہتی تھی۔

"رباب۔ میں آئیندہ کبھی بھی تمہیں اپنے ارد گرد منڈلاتا ہوا نہ دیکھوں کیونکہ تمہاری وجہ سے میں نے اپنے معیار سے اتنا نیچے گر کر وہ الفاظ اپنے منہ سے نکالے تھے جو میری تربیت کا حصہ نہیں ہیں اور ان الفاظ کے عوض آج میں خالی ہاتھ ہوں۔"

عارض نے جس انداز میں اسے سیدھا مخاطب کیا تھا، کوئی اور وقت ہوتا تو وہ خوشی سے ناچتی لیکن ابھی معاملہ کافی سنگین تھا۔ کمرے کا ماحول گھٹن زدہ ہونے لگا۔ رباب کو کچھ دیر کے لیے سانپ سونگھ گیا۔

"میں دو سالوں سے تمہارے پاس آ رہی ہوں۔ صرف اس امید سے کہ کبھی تو تمہیں میری محبت پر یقین ہو گا لیکن تم ہر بار مجھے جھٹلا دیتے ہو۔۔ ایک دنیا رباب حمدانی کے پیچھے پاگل ہے اور تم۔۔۔۔"

اس نے اذیت سے کہتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ عارض نے کچھ لمحے اس کے چہرے کو دیکھا اور ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگا۔

"محبوب اگر آپ کی محبت پر اعتبار نہ کرے تو اس کی اذیت میں سمجھ سکتا ہوں لیکن لڑکیوں کے لیے ان کی عزت نفس سب سے اول ہونی چاہیے۔ میں تمہیں ایک بار جھٹلاتا تو تمہیں چاہیے تھا دوسری بار میری جانب رخ پلٹ کر نہ دیکھتی۔"

عارض کی بات پر کمرے میں ایک بار پھر گھٹن زدہ ماحول ہونے لگا۔ یہ پہلی اتنی تفصیلی گفتگو تھی جو دو طرفہ ہو رہی تھی۔

urdunovelsblog

"محبت عزت نفس کو نہیں مانتی عارض سلطان۔ یہ ہر دوسرے جذبے کو کچل کر روندھ دیتی ہے اور دل پر صرف اسی کا پہرہ ہوتا ہے۔"

رباب کی بات پر وہ استہزائیہ ہنس دیا جس پر رباب نے اسے تکلیف سے دیکھا تھا۔ لیکن وہ اسے بتا نہ سکا کہ تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔

"خدا کرے تمہیں کسی ایسے شخص سے محبت ہو جو تمہاری محبت پر کبھی یقین نہ کرے، عارض سلطان۔"

رباب کھڑے ہو کر ٹیبل پر ہاتھ جماتی آنکھوں میں نمی لیے ہوئے اذیت سے بولی تھی اور مڑ گئی لیکن دروازے کے ہینڈل پر جمے اس کے ہاتھ عارض کی آواز پر سرد پڑ گئے۔

"میں نہیں جانتا یہ کس قسم کی محبت ہے جس میں محبوب حاصل نہ ہو تو اسے ہمیشہ کے لیے بدقسمتی کی بددعا سنا دی جائے۔۔ میں جس محبت کو جانتا ہوں اس میں تو محبوب حاصل ہو یا نہیں یہ ضروری نہیں ہوتا۔ وہ بس خوش ہو یہ ضروری ہوتا ہے۔۔۔ چاہے ہمارے ساتھ خوش ہو چاہے ہمارے بعد۔۔۔"

عارض کی بات پر رباب نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا جس کے چہرے پر مدھم مسکراہٹ تھی اور وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔۔ وہ اپنے بائیں جانب بنی کھڑکی کے پار بہتی سڑک کو دیکھ رہا تھا اور کسی ٹرانس کی کیفیت میں محسوس ہوتا تھا۔

"تو میرا شک سہی تھا۔ تم کسی اور کو دل دے بیٹھے ہو۔"

رباب نے قدم قدم چلتے ہوئے اس تک پہنچ کر کہا تھا۔

"ہاں میں کسی اور سے محبت کرنے لگا ہوں اور وہ شاید میرے مقدر کا ستارہ نہیں ہے لیکن میں ہمیشہ اس کی خوشی ہی مانگوں گا۔"

عارض نے ایک نظر اسے دیکھتے ہوئے باور کرواتے لہجے میں کہا تھا۔

"تو ٹھیک ہے عارض سلطان۔ میں آج اور ابھی سے تم سے دستبردار ہوتی ہوں اور میری دعا ہے کہ وہ تمہیں مل جائے جس کی چاہ تمہیں ہے، کیونکہ میں لاحاصل کا دکھ جانتی ہوں۔"

رباب نے دنیا جہان کی اذیت آنکھوں میں سموئے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ عارض نے ایک نظر اسے دیکھا تھا اور پھر نگاہیں پھیر کر باہر دیکھنے لگا جیسے اسے اس منظر میں دلچسپی نہ ہو۔ سچ کہتے ہیں کہ محبوب ظالم ہوا کرتے ہیں۔

urdunovelsblog

"میں تمہارے مقدر میں خود کے نام کا ستارہ کبھی نہیں لکھوا سکتی اس لیے جو تمہارے مقدر کا ستارہ ہے وہ تمہیں مبارک۔"

وہ جس اذیت سے بول رہی تھی وہ عارض محسوس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ایک آنسو رباب کی گال سے بہہ کر ٹپکا تھا اور پھر وہ بے دردی سے اسے رگڑ گئی تھی۔عارض نے دل کو پتھر کر لیا تھا کیونکہ یہ ضروری تھا۔

"ایک آخری بار خدا حافظ بھی نہیں کرو گے؟"

رباب نے آنکھوں میں نمی لیے کسی امید سے پوچھا تھا اور جواب میں ہنوز خاموشی پا کر وہ ٹوٹے دل سے چلتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔دروازہ کھولنے کی آواز کے ساتھ عارض کی آواز بھی کمرے میں گونجی تھی۔

"خدا حافظ۔رباب۔میری دعا ہے کہ آپ کو کوئی ایسا شخص ملے جسے آپ کے جذبات کی قدر ہو۔"

اس نے بالکل عام لہجے میں بولا تھا لیکن رباب تو مانو اندر تک کھل گئی تھی اس کے لہجے پر۔اول تو وہ کسی لڑکی کو مخاطب نہیں کرتا تھا لیکن اگر کر لے تو وہ اسے نظر بھر کر نہیں دیکھتا تھا اور انہی باتوں پر رباب حمدانی جیسی مغرور لڑکی اپنا دل ہار بیٹھی تھی۔

اس نے مسکراتے ہوئے مڑ کر دیکھا تھا۔آنکھوں میں نمی تھی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ۔لیکن وہ اس کی حالت سے بے پرواہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔اس کی آنکھیں جذبات کی شدت سے دھندلا گئیں اور ایک آخری بار نظر بھر کر اسے دیکھتی وہ باہر نکل آئی۔

یہ سچ تھا کہ رباب حمدانی نے کسی سے ہارنا نہیں سیکھا تھا لیکن آج۔۔۔آج وہ محبت کے آگے ہار گئی تھی۔اپنی چاہت کے آگے ہار گئی تھی۔۔۔اور یہ شاید اس کی زندگی کی پہلی اور آخری ہار تھی جو اس کا مقدر بنی تھی۔

پیچھے وہ رباب کی یقین سے کہے جملے کو دہراتا ہوا استہزائیہ ہنس دیا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتا یا ایسے الفاظ استعمال نہیں کر سکتا۔کتنا یقین تھا رباب کو۔۔اور ایک وہ تھی جو یقین نہیں کرتی تھی۔وہ اس کی زندگی میں ملنے والی واحد عورت تھی جسے اس پر یقین نہیں تھا۔

بغیر یقین کیے محبت کرنا تو بغیر روح کے جسم کی مانند ہوتا ہے۔

ممکن ہے وہ دن آئے کہ دنیا مجھے سمجھے

لازم نہیں ہر شخص ہی اچھا مجھے سمجھے

===============

وہ بے چین سی اپنے آفس میں بیٹھی کام کر رہی تھی لیکن دماغ تھا کہ کچھ سوچنے ہی نہیں دے رہا تھا۔ وہ ایک نئے ڈیزائن پر کام کر رہی تھی لیکن دماغ بار بار اس کا فوکس بھٹکا دیتا تھا۔ یا شاید دل تھا جو بے چین سا تھا۔ وہ امبر رنگ آنکھوں میں بے چینی سموئے بالوں کی آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے ارستے ہوئے منہ میں پنسل ڈالتی کبھی لیپ ٹاپ کی سکرین کو گھورتی اور کبھی اپنے ہاتھ میں پکڑے آئی پیڈ کو۔ پھر کچھ لکیریں کھینچتی اور پیج پھاڑ کر ساتھ پڑی ڈسٹ بن میں پھینکتی جاتی۔ آج وہ معمول سے ہٹ کر رف حلیے میں موجود تھی۔ وہ پچھلے کئی دنوں سے یونہی خود سے لاپرواہ نظر آتی تھی۔ آج بھی بلیک کھلے سے ٹراؤزر پر وائٹ ٹی شرٹ پہن رکھی تھی اور گلے میں سٹالر تھا جو وہ آفس میں بیٹھتے ہوئے اپنی کرسی کے پیچھے لٹکا گئی تھی۔

اس نے تنگ آکر لیپ ٹاپ بند کیا، آئی پیڈ سامنے ٹیبل پر پٹک دیا اور کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کر آنکھیں موند گئی۔

"باس آپ ٹھیک ہیں؟"

عائشہ نے اندر داخل ہوتے ہوئے پریشانی سے کہا تھا۔ وہ کئی دنوں سے اس کی ایسی اجڑی اجڑی حالت دیکھ رہی تھی۔

"ہمم۔۔ایک کپ کافی لادو عائشہ۔"

عمائمہ نے آنکھیں کھول کر ایک نظر اسے دیکھتے ہوئے بولا اور پھر امبر رنگ آنکھوں پر پلکوں کی جھالر گرادی۔

عائشہ نے ٹیبل پر پڑے تین کافی کے خالی مگ دیکھے اور ایک نظر عمائمہ کو جو دوبارہ سے آنکھیں موند کر کرسی سے ٹیک لگا گئی تھی۔ وہ خاموشی سے تینوں خالی مگ اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

عمائمہ کا خاموش رویہ ہر کسی کی نظر میں تھا۔ وہ سب کے سامنے نارمل ہی بی ہیو کر رہی تھی لیکن عائشہ تو ہمیشہ سے اس کے قریب رہی ہے تو وہ کیسے اس کا یوں اداس ہونا اور مرجھانا نوٹ نہ کرتی۔ وہ چاہتی تھی عمائمہ سے اس بارے میں بات کرے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ عمائمہ کسی سے اپنے مسائل شئیر نہیں کرتی اور اس وجہ سے ڈپریشن کی طرف جاتی جاتی ہے۔ کیونکہ خاموش رہ رہ کر انسان ضبط کی سیڑھیاں چڑھتا رہتا ہے۔ اپنے مسائل اپنے تک رکھ کر وہ خود کو مضبوط ظاہر کرتا رہتا ہے لیکن اندرونی طور پر وہ گھٹ گھٹ کر مرتا جاتا ہے۔

urdunovelsblog

==============

شام چار بجے کے قریب کا وقت تھا۔ موسم خوشگوار سا تھا۔ ایسے میں قصر سلطان کے مکین لان میں رکھی کرسیوں پر بیٹھے چائے پینے میں مصروف تھے کہ جب عارض جو تب کا خاموش بیٹھا تھا بولا۔

"میں لاہور والی برانچ کو ٹائم دینا چاہتا ہوں۔"

وہ بلیک ٹراؤزر اور بلیک ٹی شرٹ میں رف سے حلیے میں لاپرواہی سے بال ماتھے پر بکھیرے ہاتھ میں کافی کا مگ لیے بیٹھا ہوا تھا۔

اس کی بات پر حاشر کے ساتھ عمارہ اور عائزہ بیگم نے بھی چونک کر اسے دیکھا تھا کیونکہ یہ بالکل اچانک کہی گئی بات تھی۔

"لیکن وہ برانچ انڈر کنٹرول ہے، صدیقی صاحب بہت اچھے سے سنبھال رہے ہیں سب۔"

حاشر نے الجھ کر اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ عمارہ اور عائزہ بیگم خاموش تماشائی بنی بیٹھی تھیں۔

"دیکھیں! وہ برانچ آج سے دس سال پہلے جس مقام پر تھی آج بھی وہیں ہے۔ ہاں میں مانتا ہوں کہ صدیقی صاحب بہت اچھا مینیج کر رہے ہیں لیکن میں اسے وسیع کرنا چاہتا ہوں۔ اس برانچ کو بھی اسلام آباد والی برانچ کے برابر لانا چاہتا ہوں۔ آخر دونوں ہی ہماری ہیں۔ صدیقی صاحب کب تک سنبھالیں گے سب۔"

عارض نے کافی سنجیدگی سے اتنی تفصیلی گفتگو کی تھی۔ حاشر اس کی بات پر غور کرنے لگا۔ اس کا نقطہ نظر تو بالکل ٹھیک تھا۔ لیکن عائزہ بیگم بڑے غور سے اپنے بیٹے کو دیکھنے لگی تھی۔ اس کا خاموش خاموش رہنا اور برہان کا اس کے لیے پریشان ہونا۔ وہ چاہے کچھ نہ بتائے لیکن وہ ماں تھیں، اپنے لاڈلے بیٹے کی زندگی میں ذرا برابر بھی تبدیلی محسوس کر جاتی تھیں۔

"باباجان نے وہ برانچ اس لیے صدیقی صاحب کے انڈر کی تھی کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہم میں سے کوئی فیملی کو چھوڑ کر صرف بزنس کے لیے دوسرے شہر جائے۔"

حاشر نے جیسے اپنا پتا پھینکا تھا۔ عارض نے کچھ سوچتے ہوئے کافی کا مگ لبوں سے لگایا اور اگلا پھینکا جانے والا پتا فوراً سوچا۔ وہ بس یہاں سے فرار چاہتا تھا اور فرار کا اس سے بہتر طریقہ اسے نظر نہ آیا تھا۔

"آپ بات نہیں سمجھ رہے بھائی۔ میرے پاس بہت سے آئڈیاز ہیں لیکن وہ اسلام آباد والی برانچ کے لیے بالکل ہی فضول ہیں جبکہ لاہور والی برانچ کے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔"

عارض نے ٹھہر ٹھہر کر الفاظ ادا کیے تھے۔ انداز کچھ ضدی بھی تھا جیسے وہ فیصلہ کر چکا ہو۔ اس کی بات پر حاشر خاموش ہو گیا جبکہ عمارہ جو کب سے خاموش تھی اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"عارض تم اتنے ضدی تو نہیں تھے۔"

عمارہ کو وہ بالکل اپنے چھوٹے بھائی جیسا تھا کیونکہ عارض بھی اسے بھابھی کی طرح نہیں بڑی بہن کی طرح سمجھتا تھا۔

"بھابھی میں ضد نہیں کر رہا۔ میں بس اپنی خواہش کا اظہار کر رہا ہوں۔"

اس نے اب کی بار کچھ مدھم لہجے میں کہا تھا اور سامنے لگے پھولوں کے پودوں کو دیکھنے لگا تھا۔

کچھ دیر تک ماحول میں معنی خیز سی خاموشی چھائی رہی۔ جیسے ہر فرد بیٹھا کوئی نتیجہ اخذ کر رہا تھا۔

"اگر یہ تمہاری خواہش ہے تو ٹھیک ہے تم لاہور جا سکتے ہو۔"

حاشر کے کہنے کی دیر تھی کہ وہ مبہم سا مسکرا دیا۔ عائزہ بیگم نے غور سے اپنے بیٹے کو دیکھا تھا جو بہت بدلہ بدلہ سا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ اسے جانے نہیں دینا چاہتی تھیں لیکن وہ اس کی حالت کے پیشِ نظر اس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے خاموش ہو گئی تھیں۔

"تھینک یو بھائی۔"

عارض نے ابھی کہا ہی تھا کہ حاشر نے انگلی اٹھا کر اسے باور کروانے والے لہجے میں کہا۔

"لیکن صرف ایک سال کے لیے۔"

"دیکھتے ہیں ہجر کتنا لمبا ہو گا۔"

وہ مدھم سا بڑبڑا دیا لیکن اس کی بائیں جانب بیٹھی عمارہ نے سن لیا تھا۔

"کچھ کہا؟"

حاشر نے گھورتے ہوئے کہا تھا جس پر اس نے نفی میں سر ہلا دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔"

urdunovelsblog

اس نے عائزہ بیگم کی سوالیہ نظروں کے بدلے میں جواب دیا تھا جس پر وہ سر ہلا گئیں۔ عمارہ کی نظروں نے دور تک عارض کی پشت کا تعاقب کیا تھا اور کسی گہری سوچ میں مبتلا کر چھوڑا تھا۔ اب وہاں تینوں نفوس کے درمیان خاموشی تھی۔ ہوا اپنی روش پر چلتی اب آنے والے وقت کا سندیسہ دے رہی تھی۔

بھید پائیں تو رہ یار میں گم ہو جائیں
ورنہ کس واسطے بے کار میں گم ہو جائیں

یہ نہ ہو تم بھی کسی بھیڑ میں کھو جاؤ کہیں
یہ نہ ہو ہم کسی بازار میں گم ہو جائیں

ہم ترے شوق میں یوں خود کو گنوا بیٹھے ہیں
جیسے بچے کسی تیوہار میں گم ہو جائیں

==========

وہ بلیک ٹراؤزر پر بھورے رنگ کی شرٹ پہنے بالوں کو جوڑے میں باندھے اپنی سربراہی کرسی پر براجمان تھی۔ سامنے بیٹھی عائشہ کچھ صفحات کو پلٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔ دو آوارہ لٹیں اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں اور وہ کافی کے گھونٹ حلق میں اتارتے ہوئے عائشہ کے چہرے کے اتار چڑھاؤ بخوبی نوٹ کر رہی تھی۔ آخر کار عائشہ بول اٹھی۔

"یہ کس نے بنایا ہے باس؟"

کچھ حیرت تھی اس کی آنکھوں میں، جیسے وہ یقین نہ کرنا چاہتی ہو۔

"میں نے۔"

عمائمہ نے بغیر کسی تاثر کے کافی کی تلخی خود میں اتاری تھی۔

"آپ مزاق کر رہی ہیں۔ ہے نا؟"

عائشہ کنفیوز سا ہنستے ہوئے بولی تھی جیسے واقعی اس کی بات مزاق لگی ہو۔

"کیا کہنا چاہ رہی ہو؟"

عمائمہ نے الجھ کر کچھ سنجیدگی سے پوچھا تھا جس پر عائشہ نے گہری سانس بھری اور اپنے ہاتھ میں پکڑے سارے پیپرز ٹیبل پر اس کے سامنے رکھ دیے اور گویا ہوئی۔

"مطلب آپ نے اتنا سادہ ڈیزائن کبھی نہیں بنایا تو یقین کرنا مشکل ہے۔ ڈیزائن اچھا ہے لیکن وہ جو ایک خاص ٹچ ہوتا ہے آپ کے ہاتھوں کا وہ غائب ہے، اس لیے یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا۔"

عائشہ کی بات پر اس نے کافی کا مگ ٹیبل پر رکھا اور ہاتھ بڑھا کر وہ کاغز سمیٹے اور سیدھا ہو کر بیٹھتی انہیں باری باری دیکھنے لگی۔

وہ حقیقتاً سادہ تھے اور عروسی جوڑا اتنا سادہ؟؟ اس نے سارے صفحات باری باری دیکھے اور پھر ایک ساتھ عین وسط سے پھاڑ کر انہیں کوڑے دان کی زینت بنا دیا۔ چہرے پر کسی قسم کا کوئی تاثر نہیں تھا۔

"سوری اگر آپ کو برا لگا تو۔"

عائشہ نے کچھ سہمے لہجے میں کہا تھا۔ آج کل ویسے ہی وہ اتنی خاموش رہا کرتی تھی کہ اس سے بات کرتے ہوئے بھی خوف سا محسوس ہوتا تھا۔

"ارے نہیں۔۔ کام کے معاملے میں مجھے کوئی بھی جھوٹ اور خوشامد پسند نہیں ہے۔ تمہیں میں نے چنا ہی تمہاری صاف گوئی کی بنیاد پر تھا۔"

عمائمہ کی بات پر وہ مبہم سا مسکرا دی لیکن وہ عمائمہ کی امبر رنگ آنکھوں میں دیکھنے لگی جو ویران تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا لیپ ٹاپ کھولتی عائشہ کی پکار پر ٹھہر گئی۔

"عمائمہ آپی۔"

عائشہ اسے آپی کہہ کر تب بلایا کرتی تھی جب کام سے ہٹ کر کچھ پوچھنا چاہتی ہو یا بتانا چاہتی ہو۔ عمائمہ پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔

"کہو عائش۔"

یہ بھی عمائمہ کا ایک خاص انداز تھا جو اپنائیت سے بھرپور تھا۔ وہ بالکل بڑی بہنوں کی طرح محبت سے بولی تھی۔

"آپ کیوں پریشان ہیں؟"

urdunovelsblog

عائشہ کی بات پر وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔ مطلب اس کا پریشان ہونا اتنا واضح تھا کہ ہر انسان کو معلوم ہو جائے؟

"اگر آپ بتانا نہیں چاہتیں تو کوئی مسلئہ نہیں لیکن مجھ سے یوں آپ کو دیکھا نہیں جاتا۔ خود سے بے پرواہ اور پریشان پریشان۔"

عمائمہ اس کی بات پر خاموش ہو گئی۔ کیا وہ خود سے بے پرواہ ہو گئی ہوئی ہے؟ پریشان کیوں ہے وہ؟ وہ خاموش ہی رہی۔

"اگر کام کا بوجھ ہے تو آپ کچھ عرصہ کی چھٹی لے لیں، میں سنبھال لوں گی سب۔"

عائشہ نے اس کی مدد کرنا چاہی تھی۔

عائشہ عمائمہ سے کافی انسیت رکھتی تھی کیونکہ اس کے نزدیک وہ ایک آئیڈیل تھی۔

"عائشہ! اگر آپ کے ساتھ کوئی غلط کرے اور آپ اسے برا بھلا کہہ کر زندگی سے نکال دو تو کیا یہ ٹھیک ہے؟"

عمائمہ نے لیپ ٹاپ کی سکرین کو گھورتے ہوئے بولا تھا۔

"میرے نزدیک یہ ٹھیک ہے۔"

عائشہ نے کچھ سوچ کر جواب دیا تھا۔

"لیکن آپ کا دل نہ مانے کہ وہ شخص آپ کے ساتھ برا کر سکتا ہے۔ کیا تب بھی یہ ٹھیک ہے؟"

عمائمہ نے اسے ایک نظر دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"آپ خود تو کہتی ہیں کہ کچھ لوگ دل کی سنتے ہیں، کچھ دماغ کی۔۔۔ اگر ہم دماغ کی سنیں تو ہم پچھتاوے میں رہتے ہیں اور پچھتاوے عمر کھا جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہم دل کی سنیں تو ہم کبھی پچھتاتے نہیں ہیں۔"

آج عائشہ اسے سمجھا رہی تھی اور وہ اسے سن رہی تھی ورنہ ہمیشہ سے عمائمہ اسے سمجھایا کرتی تھی اور وہ اس سے سوال پوچھا کرتی تھی۔

"اس لیے آپ دماغ کو پس پشت ڈال کر دل کی مان کر دیکھ لیں۔ ہو سکتا ہے وہ سچ کہہ رہا ہو کیونکہ ہمارا دماغ کئی مرتبہ ہمارے ساتھ کھیل کھیل جاتا ہے لیکن ہمارا دل ہر طرح کے کھیل سے ناآشنا ہے۔"

عائشہ کے الفاظ اس نے خود کے اندر جذب کیے تھے۔

"پھر کیا ہو گا اگر دل کی سن لوں تو؟"

urdunovelsblog

اس نے امبر رنگ آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"نتیجہ جو بھی ہو وہ بعد کی بات ہے، کم از کم آپ مطمئن تو ہو جائیں گی۔"

عمائمہ نے اس کی بات پر سمجھتے ہوئے سر ہلا دیا۔

اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اس رات کے بارے میں کھوج لگائے گی۔ دماغ کو ایک طرف رکھ وہ اس واقعے کو سوچنے بیٹھے گی۔ نئے سرے سے۔۔۔ نئی امید کے ساتھ۔۔۔

دیوانہ وار چاند سے آگے نکل گئے
ٹھہرا نہ دل کہیں بھی تری انجمن کے بعد

ہونٹوں کو سی کے دیکھیے پچھتائیے گا آپ
ہنگامے جاگ اٹھتے ہیں اکثر گھٹن کے بعد

=============

کچھ دن مزید گزر گئے۔ برہان اس کے کمرے میں داخل ہوا تھا جو پیکنگ کرنے میں مصروف تھا۔

اس نے مڑ کر برہان کو دیکھا جو گہرے سبز رنگ کی شرٹ کے ساتھ سیاہ پینٹ پہنے شاید آفس سے سیدھا اس کی طرف آیا تھا۔

"تم واقعی لاہور جا رہے ہو؟"

برہان کہتا ہوا اس کے سامنے بستر پر بیٹھ گیا۔ وہ بستر پر بیگ پھیلائے اس میں ضرورت کا سامان رکھ رہا تھا۔

"اب کیا ماتھے پر مہر لگاؤں؟"

عارض چڑتے ہوئے بولا تھا۔ برہان نے اسے سرتاپیر دیکھا جو گرے ٹی شرٹ کے ساتھ سیاہ ڈراؤزر پہنے ہوئے رف سے حلیے میں تھا لیکن وہ رف حلیے میں بھی وجیہہ لگ رہا تھا۔ اس کی بادامی آنکھیں کئی دنوں سے ویران تھیں۔

"میری بات سن۔"

برہان نے اٹھ کر اسے کندھوں سے تھاما اور بستر پر بٹھایا۔

"یوں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چلے جاؤ گے تو کیسے چلے گا سب؟ تم ایک بار ان سے بات تو کرو۔"

برہان کی بات پر اس نے اپنے ماتھے پر بکھرے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا اور گہری سانس بھر کے کہنے لگا۔

"مجھے اپنی صفائی نہیں دینی برہان۔"

وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولا تھا جیسے وہ ایک ہی بات کہہ کہہ کر تھک گیا ہو۔۔ جیسے وہ حالات بدلنے سے قاصر ہو۔

"ایسے تو وہ تمہیں حقیقتاً قصور وار سمجھیں گی۔"

برہان نے بے بسی سے کہا تھا۔

"کم از کم کچھ تو سمجھیں گی۔"

وہ مبہم سا مسکرا دیا۔ ایک اذیت بھری مسکراہٹ۔

"تم غلط کر رہے ہو۔"

برہان نے جیسے یاد کروایا تھا۔

"کرنے دو جو کر رہا ہوں۔"

"میں بات کروں ان سے؟"

"نہیں۔"

اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"تم خود کو اذیت دے رہے ہو۔"

"ہاں! کیونکہ اذیت ہی شاید وہ واحد چیز ہے جو اس کے اور میرے درمیان موجود ہے۔ اور میں اس واحد چیز کو ختم نہیں کرنا چاہتا۔"

اس نے دو ٹوک لہجے میں کہا تھا جس پر وہ خاموش ہو گیا۔ پھر وہ دوبارہ سے پیکنگ میں مصروف ہو گیا۔

============

وہ تھکی ہاری سی گھر لوٹی تھی۔ آج وہ یونیورسٹی سے سیدھا آفس چلی گئی تھی اور اب رات کے اندھیرے میں لوٹی تھی۔

حوا بھی آج کل مصروف سی تھی۔ زنیرہ بیگم سارا دن دونوں کی راہ تکتی رہتیں۔

urdunovelsblog

"عمائمہ کھانا؟"

وہ نانو سے مل کر سیدھا کمرے میں جا رہی تھی کہ انہوں نے دوبارہ سے اسے پکارا۔

"جی میں گرم کروا کر کھا لیتی ہوں۔ آپ آرام کریں۔"

عمائمہ مبہم سا مسکرا کر باہر چلی گئی۔ زنیرہ بیگم گہری سانس بھر کر رہ گئیں اور اٹھ کر خود اس کے لیے کھانا گرم کروا کر میز سجوانے لگیں۔ کھانے کی میز پر وہ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔

"عمائمہ۔ میں اب بوڑھی ہو گئی ہوں، میری عمر اب ڈھل گئی ہے اور میں اپنی زندگی پوری کر چکی ہوں۔"

زنیرہ بیگم کی بات پر عمائمہ کا دل برے انداز سے دھڑکا تھا۔ ایک وہی تو تھیں جو زمانے کی سرد و گرم فضا میں ہمیشہ سے ان کے ساتھ تھیں۔ اب وہ بھی چھوڑ جانے کی بات کر رہی تھیں۔

"میں بس چاہتی ہوں کہ تم دونوں کو بیاہ دوں اب۔"

اس بار پر عمائمہ کا نوالہ حلق میں اٹکا تھا۔

"لیکن نانو۔۔۔۔"

عمائمہ نے احتجاج کرنا چاہا۔

"عمائمہ مجھے ٹوکنا مت۔ آج میں بات کر دینا چاہتی ہوں۔"

زنیرہ بیگم کے سخت لہجے پر وہ خاموش ہو گئی۔

"تم کسی کو پسند کرتی ہو؟"

اس سوال پر عمائمہ کی نظروں کے سامنے وہ مسکراتا ہوا چہرہ آیا تھا جس کے بائیں گال کا ڈمپل ہمیشہ اس کے مسکرانے سے گہرا ہوتا تھا۔ وہی جس کے چلے جانے سے اب زندگی ویران لگنے لگی تھی۔ وہی جس پر وہ بھروسہ کرنے لگی تھی لیکن وہ اب ٹوٹ گیا تھا یا شاید ابھی بھی موہوم سی امید باقی تھی۔

"نہیں۔"

اس نے گہری سانس بھر کر ایک اذیت سے کہا تھا اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیے تھے۔ اب اس کے لیے یہ کھانا کھانا مشکل ہو گیا تھا بلکہ ناممکن۔

"تمہارا رشتہ آیا ہے۔ لڑکا اچھا ہے۔ تم ایک بار اس سے مل لینا۔ تصاویر تمہیں حوا بھیج دے گی۔"

زنیرہ بیگم نے تفصیلاً کہا تو وہ سر ہلا گئی۔

"میں آپ کو سوچ کر بتاؤں گی۔"

عائمہ یہ کہہ کر اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب چل دی تھی۔ اس کے تھکے تھکے سے جواب اور انداز پر زنیرہ بیگم خاموش رہ گئیں۔

"اے مصنفہ! لکھنا ایک لڑکی تھی نادان تھی پر لہجوں کو سمجھتی تھی۔

لکھنا کہ یوں ہی اداس نہیں رہتی تھی وہ، بُرے وقت نے بہت ستایا تھا اسے، کہ اعتبار اُٹھ گیا تھا اس کا اس دنیا سے کہ وہ اکثر بیزار رہتی تھی۔

لکھنا اس کا دل دکھا تھا اور وہ کسی معجزے کا انتظار کر رہی تھی۔

لکھنا کہ وہ پاگل سی تھی جو اس خوش فہمی میں تھی کہ کوئی اسے چاہتا ہے۔

لکھنا کہ وہ خالی ہاتھ تھی لیکن پھر بھی اپنوں کے ہاتھوں کٹ گئی تھی۔

اور لکھنا کہ وہ مضبوط ہونے کا دعویٰ کرتی کرتی اتنی ریزہ ریزہ ہو گئی تھی کہ اپنی ذات کے ذرے بھی نہ سمیٹ سکی تھی۔

لکھنا کہ اس نے تھک کر خود کو وقت پر چھوڑ دیا تھا۔

پھر آخر پر لکھنا کہ وہ بہت تھک گئی تھی۔ بہت۔۔۔۔۔"

============

وہ تھکا ہارا سا گھر داخل ہوا تھا۔ تکلیف اس کے چہرے سے واضح تھی۔ اس کا جگری یار اذیت سے گزر رہا تھا اور وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ یہ تکلیف نہیں تھی تو اور کیا تھا۔ اس کا دوست شہر چھوڑ کر جا رہا تھا۔ اور وہ اسے روک بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ گھر میں داخل ہوا تو تھکا تھکا سا تھا۔ آرام کرنے کی نیت سے کمرے کی جانب جانے لگا کہ لاونج میں موجود لوگوں کی آواز نے اسے روک لیا۔

urdunovelsblog

سجل اور عاصم کو بیٹھا دیکھا تو زبردستی منہ پر مسکراہٹ سجا کر لاؤنج میں داخل ہوا اور ان سے ملا۔ پھر کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہ فریش ہونے کے بہانے اپنے کمرے میں آیا تھا اور جب وہ فریش ہو کر نکلا تو سجل ہاتھ باندھے دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے اس کے کمرے میں موجود تھی۔

"یہ جب آپ آئے تھے تو چہرے پر بارہ کیوں بجے ہوئے تھے۔"

سجل بہن تھی اس کی، اپنے بھائی کی جھوٹی اور سچی ہنسی میں فرق کرنا جانتی تھی۔

"کچھ نہیں۔ تم بتاؤ۔ عاصم خوش رکھتا ہے نا؟"

برہان نے بات پلٹتے ہوئے کہا تھا۔

"اتنی پیاری بیوی کو کوئی کیسے خوش نہیں رکھ سکتا۔"

سجل نے شرارتاً کہا تھا جس پر برہان نے اس کی مسکراہٹ کے صدا رہ جانے کی دعا کی تھی اور اسے محبت سے گلے لگا لیا تھا۔

"خوش رہو۔"

وہ اس کا ماتھا چومتا ہوا الگ ہوا تو سجل مسکراتی آنکھوں سے آمین کہہ گئی۔

"آپ یہ بتائیں کہ مجھے پرایا کیوں کر رہے ہیں؟"

سجل نے گھورتے ہوئے بولا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔"

برہان نے کندھے اچکائے تھے۔

"بات بتائیں۔"

سجل نے ہلکا سا مکا اس کے پیٹ میں جڑ دیا تھا جس پر وہ دہرا ہوا لیکن پھر ہنس دیا۔

"عارض لاہور جا رہا ہے۔ شاید ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔"

برہان نے سنجیدگی سے کہا تو سجل بستر پر براجمان ہوتے ہوئے بولی۔

"پوری بات بتائیں۔"

urdunovelsblog

وہ بھی اس کے ساتھ بستر پر براجمان ہوتا ہوا ساری بات اس کی گوش گزار کر گیا جسے سن کر اس کی سٹی گم ہو گئی۔

"افف اتنی بڑی غلط فہمی۔ عمائمہ آپی کو ایک بار بات تو سمجھنی چاہیئے تھی۔" سجل نے افسوس سے کہا تھا۔

"ان کا بھی قصور نہیں ہے۔ ایک لڑکی کا سب سے پہلا بھروسے مند رشتہ ہی اس کا باپ ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے باپ ہی سے وفاداری حاصل نہیں کر پاتی تو اسے دنیا کا کوئی مرد اعتبار کے قابل نہیں لگتا۔ بچپن کے زخم بہت گہرے ہوتے ہیں۔"

برہان کی بات پر سجل کا تجسس بڑھا تھا۔

"ایسا کیا ہوا ہے؟"

سجل کے سوال پر وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"یہ تو ٹھیک سے میں بھی نہیں جانتا۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ اپنے سب سے خوبصورت 'باپ' کے رشتے سے ہی ڈسی ہوئی ہیں وہ۔"

برہان نے افسوس سے کہا تھا۔

"آپ نے بات کی عمائمہ آپی سے؟"

سجل کی بات پر وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

urdunovelsblog

"عارض نے منع کیا ہے۔"

"آپ اپنی دوستی کا حق ادا کریں اور ان کے لیے عمائمہ آپی سے بات کریں۔ وہ انہیں پسند کرتے ہیں۔ میں انہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں ویسے ہی جیسے انہوں نے مجھے اپنی سگھی بہن سمجھ کر خوش رکھا تھا۔"

سجل کو ہمیشہ سے ہی عارض سے انسیت رہی تھی کیونکہ وہ بالکل برہان کی طرح ہی اس سے پیش آتا تھا۔ جو باتیں برہان نہیں مانا کرتا تھا وہ عارض مان جایا کرتا تھا۔ کچھ عارض کی بھی کوئی بہن نا تھی تو وہ سجل کو بطور بہن سمجھا کرتا تھا اور بھائی ہونے کا حق ادا کرتا تھا۔ کبھی کبھار خون کے رشتوں سے زیادہ دل کے رشتوں میں اپنائیت زیادہ ہوتی ہے۔

"ہاں میں کروں گا بات۔"

برہان نے سر ہلایا تھا۔

"کب ہے عارض بھائی کی فلائیٹ۔"

"کل شام چھ بجے۔"

برہان نے کہا تو سجل سر ہلا گئی۔

وقت کبھی کبھار اچانک سے ظالم ہو جاتا ہے اور اپنے تیور بدل دیتا ہے۔ کچھ ایسا ہی حال اب ہو رہا تھا۔

===============

وہ یونیورسٹی کے کیفے میں بیٹھی اب ایہا سے بات کر رہی تھی۔ کافی دنوں بعد وہ سب کے ساتھ بیٹھی تھی لیکن ان سب میں ایک شخص موجود نہ تھا۔ وہ تھا شاہزیب جس نے عائمہ کو پرپوز کیا تھا۔

"تمہیں فائنل دے کر جانا چاہیے تھا۔"

عائمہ نے اس کی کسی بات سے اعتراض اٹھایا تھا۔

"میں یہ سمیسٹر ڈراپ کر رہی ہوں۔ اگلے سال پاکستان واپس آ کر یہ سمیسٹر مکمل کر لوں گی۔"

ایہا نے چپس کا ٹکرا منہ میں رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"جیسا تمہیں بہتر لگے۔ کتنے بجے فلائٹ ہے؟"

"آج شام سات بجے۔"

عائمہ نے اس کی بات پر سر ہلا دیا۔

"چلو پھر میں اب گھر چلتی ہوں۔ پیکنگ وغیرہ تو ہو چکی ہے بس کچھ ضروری سامان سمیٹوں گی اب۔"

ایہا نے اٹھتے ہوئے کہا تو عائمہ بھی اٹھ گئی۔ باقی سب بھی آپس میں بات کرنے میں مصروف تھے۔

"تم کرو تیاری۔ میں ساڑھے پانچ بجے تمہیں تمہارے گھر سے پک کر لوں گی تاکہ ٹائم سے وہاں پہنچ سکو۔"

عائمہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولی۔

"او کے ایمی۔"

ایہا اس کی بات پر مسکرا دی۔ وہ آج یو ایس جا رہی تھی اپنی فیملی کے پاس۔ یہاں وہ اپنی مرضی سے رہ رہی تھی اور اب جب اس کی والدہ کی طبیعت خراب ہوئی تھی تو وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جا رہی تھی۔

urdunovelsblog

عائمہ اس سے مل کر آفس چلی گئی تھی۔اس کا ارادہ آفس سے سیدھا اسے ایر پورٹ تک چھوڑنے کا تھا۔اس کے بعد وہ گھر جائے گی۔

==============

وہ تیار سا کھڑا تھا جب برہان کی گاڑی کی آواز آئی تھی۔
وہ سب سے ملتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔اس نے سب کو ایر پورٹ پر آنے سے منع کر دیا تھا۔
برہان کی گاڑی میں سامان رکھ کر وہ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھا تھا۔اور پھر وہ ائیر پورٹ کی جانب چل دیے تھے۔

============

عائمہ ابیہا کو لے کر ائیر پورٹ کی طرف چل دی تھی۔ابیہا نے اسے اتنی جلدی آنے پر گھورا تھا جس پر وہ یہ کہہ گئی تھی کہ 'جانے سے پہلے کچھ کھلا کر نہیں جاؤ گی تو پورا رستہ بد دعائیں سنو گی۔'
اس کی بات پر ابیہا ہنس دی تھی اور دونوں اب کھانے کے لیے کسی جگہ جانے والے تھے۔

============

اسے ائیر پورٹ پر پہنچے کافی وقت بیت چکا تھا۔دل تھا کہ ویران سا تھا۔اسلام آباد کی فضاؤں کو الوداع کہنا اتنا بھی آسان نہیں تھا۔برہان بات بہ بات اسے ہنسانے کی کوشش کر رہا تھا۔وہ کسی بات پر یونہی ہنسا تو اس کی نظر سامنے پڑی جہاں وہ گرے کلر کی کھلی سی شرٹ کے ساتھ بلیک کھلا سا فلیپر پہنے ہوئے، بالوں کو لاپرواہ سے انداز میں باندھے کھڑی کسی بات پر مسکرا رہی تھی۔پیر جاگرز میں مقید تھے اور گلے میں مفلر سلیقے سے سیٹ کیا گیا تھا۔اس نے اسے دیکھا تو دیکھتا چلا گیا۔
دوسری جانب وہ جو ابیہا کی کسی بات پر مسکرائی تھی، خود پر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کرتی چاروں اطراف میں دیکھنے لگی تھی اور جیسے ہی اس سے نظریں ملیں وہ ساکت رہ گئی۔وہ جینز کے ساتھ بلیک شرٹ پہنے ہوئے، ماتھے پر بکھرے بالوں کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔دونوں کی مسکراہٹ سمٹی تھی اور وہ کافی دیر تک یونہی ایک دوسرے کو دیکھتے رہے تھے۔بہت سی باتیں تھیں جو ان کہی تھیں۔بہت سے الفاظ تھے جو آنکھوں کی قید میں تھے۔ان کہی داستان تھی۔

وہ کئی لمحے تک ان بادامی آنکھوں میں کھوئی رہی تھی اور وہ کئی لمحے ان امبر رنگ آنکھوں کو تکتا رہا تھا۔ نظروں کا تسلسل تب ٹوٹا جب برہان نے اسے ہلا کر ہوش دلایا تھا کیونکہ اس کا نام پکارا جا رہا تھا۔ وہ نگاہیں پھیرتا برہان کو گلے لگاتا اندر کو چل دیا تھا۔ پلٹ کر دیکھا تو وہ ابھی بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں میں کیا کچھ تھا۔ سوالات، اندیشے، اعتبار، روکنے کی خواہش، ایک دلیل۔ لیکن وہ رخ پلٹ کر چل دیا۔

سب لوگ جدھر وہ ہیں ادھر دیکھ رہے ہیں
ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں

===========

وہ آنکھوں کی نمی کو اندر دباتی جس طرح سے گھر پہنچی تھی یہ صرف وہی جانتی تھی۔

اسے اندر کہیں موہوم سی امید تھی کہ وہ اپنے لیے ایک بار اس کے پاس آئے گا۔ اپنی بے گناہی کا یقین دلانے کے لیے ہی سہی۔ کوئی دلیل دینے۔ کوئی بات کرنے۔ لیکن وہ تو۔۔۔ وہ تو نا جانے کدھر جا رہا تھا سب چھوڑ چھاڑ کے۔۔۔ وہ خود پر ضبط کرتی ہوئی گھر داخل ہوئی تھی۔

لاؤنج میں زنیرہ بیگم کچھ خواتین کے ساتھ بیٹھی کوئی بات کر رہی تھیں۔ عمائمہ نے رک کر سنا تھا۔

"عمائمہ کا جو بھی جواب ہوا ہمیں بتا دیجئے گا۔"

ان میں سے ایک خاتون مسکرا کر بولی تھیں۔

"مجھے رشتہ منظور ہے نانو۔"

عمائمہ نے کہتے ہوئے اپنے کمرے کا رخ کیا تھا۔ اسے نہیں معلوم اس نے جذبات میں آ کر کتنا غلط فیصلہ کر دیا تھا۔

ایک پل میں زندگی بھر کی اداسی دے گیا
وہ جدا ہوتے ہوئے کچھ پھول باسی دے گیا

نوچ کر شاخوں کے تن سے خشک پتوں کا لباس
زرد موسم بانجھ رت کو بے لباسی دے گیا

urdunovelsblog

صبح کے تارے مری پہلی دعا تیرے لیے
تو دل بے صبر کو تسکیں ذرا سی دے گیا

لوگ ملبوں میں دبے سائے بھی دفنانے لگے
زلزلہ اہل زمیں کو بدحواسی دے گیا

لے گیا محسنؔ وہ مجھ سے ابر بنتا آسماں
اس کے بدلے میں زمیں صدیوں کی پیاسی دے گیا

تند جھونکے کی رگوں میں گھول کر اپنا دھواں
اک دیا اندھی ہوا کو خود شناسی دے گیا

=======

اس کے لاؤنج سے جانے کے بعد تمام عورتوں نے خوشی سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور اس کا یوں جانا انہیں شرم و حیا کی علامت لگا تھا۔ جبکہ زنیرہ بیگم کی چہرے کی جوت بجھ چکی تھی۔ وہ جانتی تھیں عمائمہ نے زبردستی ہاں کی ہے اور وہ ایسا نہیں چاہتی تھیں۔ وہ ان خواتین کے جانے کے بعد اپنے نحیف بدن کو سہارا دیتے ہوئے سیڑھیاں چڑھتیں اس کے کمرے میں آئی تھیں۔ دوسری طرف وہ خود کو فریش کرنے کی ناکام کوشش کرتی ہوئی کمرے کے چکر کاٹ رہی تھی۔

"عمائمہ۔"

انہوں نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ اس کے کمرے کا دروازہ بجایا تھا۔ عمائمہ نے نانو کی آواز سن کر فوراً دروازہ کھولا تھا۔

"ارے نانو۔ آپ کیوں آ گئیں۔ مجھے بلا لیتیں۔"

وہ انہیں ساتھ لگاتے ہوئے بستر تک لائی اور سائیڈ ٹیبل سے پانی کا جگ اٹھا کر گلاس میں پانی انڈیلا اور ان کی جانب بڑھا دیا۔

urdunovelsblog

"تم لڑکے سے مل آئی ہو؟"

زنیرہ بیگم کی بات پر وہ خاموش ہو گئی اور آہستگی سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تم نے اس کی تصویر دیکھی ہے؟"

انہوں نے پھر پوچھا جس پر عمائمہ نے پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

"تم جانتی ہو وہ کیا کرتا ہے؟"

انہوں نے ایک اور سوال داغا تھا جس پر وہ پھر نفی میں سر ہلا گئی۔

"تمہیں اس کا نام بھی معلوم ہے؟"

اب کی بار انہوں نے حقیقی معنوں میں افسوس سے اسے دیکھتے ہوئے استفسار کیا تھا جس پر وہ گہری سانس بھرتی پھر سے نفی میں سر ہلا گئی تھی۔

"تو تم نے ہاں کیوں کی؟ مجھے صرف سچ سننا ہے عمائمہ!"

زنیرہ بیگم نے باور کروانے والے لہجے میں بولا تھا۔

"مجھے آپ پر اعتماد ہے نانو۔ آپ میرا برا چاہ سکتی ہیں بھلا؟ میں نے زندگی میں جس جس پر بھروسہ کیا ہے وہ فیصلہ غلط ثابت ہوا ہے تو میں اب اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ خود نہیں کرنا چاہتی۔"

عمائمہ نے زنیرہ بیگم کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے بولا تھا۔ وہ انہیں تسلی دے رہی تھی یا خود کو۔۔۔ سمجھ نا سکی۔۔۔

"میں نہیں چاہتی تم کسی قسم کے دباؤ کے زیرِ اثر آکر یہ شادی کرو۔"

انہوں نے پیار سے اس کی زلفیں سلجھائی تھیں جو اس کی زندگی کی طرح الجھی ہوئی تھیں۔

"کبھی نا کبھی تو کرنا ہی تھا یہ فیصلہ تو اب کیوں نہیں۔"

عمائمہ نے جس دل سے یہ بات بولی تھی، اس کی اذیت صرف وہی جانتی تھی۔

"تم ایک بار شاہزیب سے مل لو۔"

ان کی بات پر وہ چونکی۔

"ویسے شاید تم اسے جانتی ہو کیونکہ وہ تمہاری ہی یونیورسٹی کا ہے۔"

اس بات پر عمائمہ کے چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔

"پورا نام تو بتائیں۔"

اس نے کچھ سوچتے ہوئے بولا تھا۔

"شاہزیب خانزادہ۔"

عمائمہ نے ایک لمبی سانس خارج کی تھی۔اس کا مطلب شاہزیب اپنی محبت جیت گیا تھا۔وہ تو حاصل نہ کر پائی۔۔چلو شاہزیب ہی سہی۔۔۔تو کیا وہ عارض سے محبت کرنے لگی تھی؟؟ نہیں تو۔۔۔اعتبار کے بغیر کون سے محبت ہوتی ہے بھئی؟؟

وہ تلخی سے مسکرا دی۔زندگی کے کھیل بھی بہت عجیب ہوتے ہیں۔بہت عجیب۔۔کبھی کبھار تو سمجھ سے بھی باہر۔۔

اس نے نانو سے شاہزیب کی تصویر دیکھی تھی اور ایک آخری بار کنفرم کیا تھا کہ یہ وہی شاہزیب ہے نا جس نے اسے یونی میں پرپوز کیا تھا۔

اس نے نانو کو اچھے سے تسلی دلادی تھی کہ وہ کسی دباؤ کے زیرِاثر یہ شادی نہیں کر رہی۔

حوا نے اس بات پر عمائمہ کے ساتھ کافی جھگڑا کیا تھا اور وہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھی کہ عمائمہ یہ سب کچھ سچے دل سے کر رہی ہے۔

مارچ کا اختتام ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ کسی کی امیدوں اور آرزوؤں کا بھی۔۔۔

عمائمہ نے شاہزیب سے فلوقت ملنے سے انکار کر دیا تھا۔

حوا اس سے کھینچی کھینچی سی رہتی تھی کیونکہ وہ اب اسے سمجھا سمجھا کر تھک چکی تھی لیکن عمائمہ تھی کہ ہر چیز سے جیسے ہار مان گئی تھی۔

حوا نے ایک روز زچ ہوتے ہوئے اسے کہا تھا۔

"عمائمہ آخر تم چاہتی کیا ہو؟؟؟"

"میں چاہتی ہوں میں پاگل ہو جاؤں، نہ کسی اپنے کو پہچان سکوں نہ کسی پرائے کو۔۔ میں اپنے دماغ سے اس کی ساری یادیں مٹادوں لیکن ایسا ممکن ہی نہیں ہوتا۔ میں اتنا ہنسوں کہ دیکھنے والے رونے لگیں اور پھر اتنا روؤں کہ دیکھنے والے سہم جائیں۔ میں چاہتی ہوں میں جیسی پہلے تھی، پتھر دل۔۔ بالکل ویسی بن جاؤں یا اس سے بھی بد تر کہ لوگ مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے کترائیں۔"

حوا اس کے جواب پر خاموش ہو گئی اور دوبارہ اس بارے میں کوئی بات نہیں کی۔

==========

اندھیری رات میں سرسراتی ہوا چل رہی تھی۔ چاند ایک تھا لیکن اسے حسرت سے تکنے والے بہت تھے۔

وہ چاند کو تک رہی تھی۔

وہ چاند کو تک رہا تھا۔

اس کے ہاتھ میں کافی کا مگ تھا جس سے وہ وقفے وقفے سے گھونٹ بھر رہی تھی۔

اس کے ہاتھ میں بھی کافی کا مگ تھا جسے وہ شاید پینا بھول چکا تھا۔

ایک بے چینی تھی اس کی امبر رنگ آنکھوں میں

۔۔۔ جو اس کی رگ رگ میں گردش کر رہی تھی اور اسے اندر تک جھنجوڑ رہی تھی کہ اسے یک بار اپنے دل کی سننی چاہیے۔

ایک بے قراری تھی اس کی بادامی آنکھوں میں جو اس کی سانسیں بوجھل کر رہی تھی کہ اسے ایک بار اپنی وضاحت دینی چاہیے۔

دل تھا کہ عجب ویران سا۔۔۔ اور اب وہ اپنی ہی سوچوں کے سفر سے بے زار ہو چکی تھی۔

دل تھا کہ عجب ویران سا اور وہ اسے یاد کرتے کرتے نہیں تھکتا تھا۔

عمائمہ نے اپنی امبر رنگ آنکھیں بند کیں تو اسے وہ منظر یاد آیا جب وہ پہلی بار اس سے ملی تھی اور رات کے اندھیرے میں وہ اسے اس کے گھر تک محفوظ چھوڑ کر گیا تھا، جبکہ وہ اسے جانتا بھی نہیں تھا۔

urdunovelsblog

عارض نے اپنی بادامی آنکھیں بند کیں تو اسے وہ منظر یاد آیا جب وہ حوا اور عمارہ کے ایونٹ والے دن چلتی ہوئی قصر سلطان میں داخل ہو رہی تھی۔

سوچوں کی کڑیاں ملتی گئیں تو رات کو سرکتے ہوئے لمحے نہ لگے تھے۔

ہوا کی روش میں سوچوں کا سفر بھی چل رہا تھا اور پھر رات بھی ہولے ہولے سرک گئی۔

گر ہم کبھی کہیں ملیں گے
اک دوسرے سے کیا کہیں گے
ہم رو پڑیں گے یا ہنسیں گے
یا اجنبی بن کے چلیں گے
یہ بات اک قصہ بنے گی
یا سارے قصے پھر کھلیں گے
یا پھر سے جاگے گی محبت
یا فاصلے ہی ہیں رہیں گے

==========

وہ پوری رات کی جاگی فجر کی اذان پر چونکی تھی اور حقیقتی دنیا میں واپس لوٹی تھی۔ خود پر ڈھیروں حیرت ظاہر کرتی کمرے میں آکر نماز پڑھتی یونیورسٹی کے لیے تیار ہونے لگی تھی۔ ان کے فائنل ہونے والے تھے اور انہی تیاریوں میں وہ چار سے پانچ گھنٹے کیمپس کی لائبریری میں پڑھتی رہتی تھی۔ اس کے بعد آفس جاتی اور پھر کام نپٹا کر گھر آجاتی۔

ابھی وہ آفس سے نکل رہی تھی کہ برہان نے اس کا راستہ روکا تھا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے عمائمہ۔"

عمائمہ کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"مجھے کوئی بات نہیں کرنی۔"

وہ ایک طرف ہو کر راستہ الگ کرتی آگے چل دی کی برہان اس کے پیچھے آیا۔

"آپ کو ایک بار میری بات سن لینی چاہیے۔"

برہان نے اس کے پیچھے چلتے ہوئے بولا تھا۔

"لیکن میں نہیں سننا چاہتی۔"

وہ گاڑی کا دروازہ کھولتی مڑ کر بولی تھی۔

"دیکھیں عارض بے قصور ہے۔ آپ کو پوری بات معلوم نہیں ہے۔ جب تک آپ بات نہیں کریں گی میں کیسے آپ کو بتا پاؤں گا کہ اصل بات کیا تھی؟"

برہان نے منت بھرے لہجے میں کہا تھا۔ اتنا تو وہ اپنے دوست کے لیے کر ہی سکتا تھا۔

"دوبارہ میرے راستے میں مت آیئے گا۔"

عمائمہ نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے کہا تو برہان اس کے شیشے کے قریب ہلکا سا جھکا تھا۔

"کبھی وقت ملے تو لاہور جایئے گا اور اس دن کے واقعے پر نئے سرے سے سوچیے گا۔ قصوروار بھی مل جائے گا اور جو کھویا ہے شاید وہ بھی۔"

برہان کی بات پر اس نے نظریں اس پر جمائی تھیں۔

"اعتبار کھویا ہے۔۔۔ کیا وہ ملے گا واپس؟"

عمائمہ نے چبتے لہجے میں استفسار کیا تھا۔

"اعتبار آہستہ آہستہ بحال ہو جاتا ہے لیکن انسان چلا جائے تو لوٹ کر نہیں آتا عمائمہ جی۔ اس نے پہلی بار اپنی ستائیس سالہ زندگی میں کسی عورت کی جانب قدم بڑھائے تھے اور آپ نے کس بری طرح اس کو خود تک پہنچنے سے پہلے ہی جھٹک دیا۔"

وہ سنجیدگی سے بہت گہری بات کہہ گیا تھا جس پر وہ کچھ لمحے خاموش ہو گئی اور پھر گویا ہوئی۔

"تم اتنے اعتماد سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ بے قصور ہے؟"

"کیونکہ جس واقع کے زیر اثر آپ اسے قصوروار ٹھہرا رہی ہیں، آپ اس سے مکمل طور پر آگاہ بھی نہیں ہیں۔ لیکن میں وہ کہانی کا تیسرا کردار ہوں جسے ساری حقیقت معلوم ہے۔"

برہان کہتے ہوئے پیچھے ہو گیا اور اس کی گاڑی کو گزرنے کا رستہ دے گیا۔ عمائمہ گہری سوچ میں مبتلہ وہاں سے گاڑی بھگا گئی۔ برہان نے افسوس بھری نظروں سے گاڑی کی پشت کو دیکھا تھا اور ایک نظر آسمان کو۔ پھر جیسے کوئی دعا کی تھی دل ہی دل میں۔ شاید کسی کے ایک ہونے کی۔

============

اسے لاہور آئے کچھ ماہ ہو گئے تھے۔ وہ یہاں یادوں کی خوشبو سے آزادی حاصل کرنے آیا تھا لیکن یہ شاید ممکن ہی نہیں تھا۔ وہ اپنے آپ کو حد درجہ مصروف رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ خود کی استطاعت سے زیادہ وہ کام کر رہا تھا۔ اس سے کمپنی کو تو کافی حد تک فائدہ ہو رہا تھا لیکن خود وہ دھیرے دھیرے تھکتا جا رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا وہ ایک بار اسے اپنی صفائی دے آئے لیکن وہ اگر یقین نہیں کرے گی تب اسے پوری زندگی ایک دکھ رہے گا۔ جو اذیت اس وقت تھی شاید اس سے زیادہ اذیت اسے تب ہو۔ ابھی تو دل کو تسلی دے دی تھی کہ شاید کبھی وہ حقیقت سے آگاہ ہو جائے یا شاید وقت گزرنے کے ساتھ اس کا دل موم ہو جائے۔ لیکن یہ شاید اور کاش والے معاملے عمر کھا جاتے ہیں۔

یہ دل اب مجھ سے تھوڑی دیر ستانے کو کہتا ہے

اور آنکھیں موند کر ہر بات دہرانے کو کہتا ہے

============

وہ آج کل پڑھائی میں مصروف ہوتی تھی۔ آفس کا زیادہ تر کام آج کل عائشہ کے زیر اثر ہی تھا۔ دوسری طرف اس کی پڑھائی کے مکمل ہونے کا انتظار کرتے اس کے ہونے والے سسرالی شادی کی تاریخ کے لیے دباؤ بڑھا رہے تھے۔

عمائمہ کی زندگی میں اب وہ وقت چل رہا تھا جب اسے کسی سپورٹ سسٹم کی ضرورت تھی لیکن سب کے ہوتے ہوئے بھی وہ خود کو اکیلا ہی محسوس کرتی تھی۔

ہوتا ہے نا کہ انسان بھیڑ میں بھی خود کو اکیلا محسوس کرتا ہے۔ کچھ ویسا ہی حال اس کا بھی تھا۔

حوا بھی زیادہ تر آفس ہی ہوا کرتی تھی اور زنیرہ بیگم اپنے پودوں کے ساتھ وقت گزارا کرتی تھیں۔

============

آج وہ مکمل طور پر فائنلز سے فارغ ہو گئی تھی اور اب بالکنی میں کھڑی چاند کو تک رہی تھی کہ حوا اس کے پاس آئی تھی۔ کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد جب حوا نے نوٹ کیا کہ عمائمہ اس کی باتوں کے جواب کھوئے کھوئے سے لہجے میں دے رہی ہے اور فرصت سے چاند کو تک رہی ہے تو کہنے لگی۔

"تمہیں چاند کیوں پسند ہے اتنا؟"

حوا کی بات پر عمائمہ چونکی اور پھر مسکرا دی۔

" چاند!! سچ کہوں تو چاند صرف ان لوگوں کے لیے چاند ہے جو مکمل ہیں لیکن شاید مکمل تو کوئی نہیں ہوتا!! جب خواہشات مکمل نہ ہوں تو چاند کو حسرت سے دیکھا جاتا ہے کیونکہ وہ ادھورا ہو کر بھی پورے آسمان پر قابض ہوتا ہے۔ وہ اندھیری رات میں روشنی کی نہیں بلکہ امید کی کرن ہوتا ہے۔ چاند واضح کرتا ہے کہ دھوری چیزیں بھی خوبصورت ہوتی ہیں!! خود میں اور چاند میں یہی مشابہت پاتی ہوں کہ وہ ادھورا یا داغدار ہو کر بھی حسین اور آسمان پر قابض ہے اور میں میں بھی تو ادھوری خواہشات کے ساتھ جی رہی ہوں نا۔۔۔ چمک دار چاہے نا ہوں لیکن ادھورا ہونے کے بعد بھی جی رہی ہوں نا۔۔۔"

عمائمہ کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں بول رہی تھی۔

حوا نے اس دیکھا جو سیاہ لمبی قمیض کے ساتھ کھلا سا فلیپر پہنے ہوئے تھی اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ کچھ آوارہ لٹیں چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

"تم بہت گہری باتیں کرنے لگی ہو عمائمہ۔ مجھے کبھی کبھی محسوس ہوتا ہے کہ تم بڑی ہو اور میں چھوٹی۔"

حوا کی بات پر وہ فقط مسکرا دی اور پھر وہ کافی دیر تک بیٹھی باتیں کرتی رہیں لیکن ان باتوں میں عمائمہ کے دل کی باتیں شامل نہیں تھیں۔

=======

بے دلی کیا یوں ہی دن گزر جائیں گے

صرف زندہ رہے ہم تو مر جائیں گے

رقص ہے رنگ پر رنگ ہم رقص ہیں

سب بچھڑ جائیں گے سب بکھر جائیں گے

یہ خراباتیان خرد باختہ
صبح ہوتے ہی سب کام پر جائیں گے

کتنی دل کش ہو تم کتنا دلجو ہوں میں
کیا ستم ہے کہ ہم لوگ مر جائیں گے

ہے غنیمت کہ اسرار ہستی سے ہم
بے خبر آئے ہیں بے خبر جائیں گے

===========

آج اس کی شادی کی ڈیٹ فکس ہونے والی تھی۔ گھر میں ہر طرف مہمانوں کی آمد کی ہلچل مچی ہوئی تھی۔ کوئی کھانے کی تیاریوں میں مصروف تھا تو کوئی بھاگ دوڑ کر صفائی کر رہا تھا۔ کوئی برتن نکال رہا تھا تو کوئی کپڑے استری کر رہا تھا۔ زنیرہ بیگم نے ہر نوکر کو کھینچا ہوا تھا۔ وہ کافی ہشاش بشاش اور خوش نظر آ رہی تھیں۔ حوا مکمل طور پر ان کے ساتھ کام کاج میں مصروف تھی تو ایسے میں صرف ایک انسان تھا جو مکمل خاموشی کی چادر اوڑھے یہ تمام مناظر بے زاری سے دیکھ رہا تھا۔
وہ تھی عمائمہ۔

"نانو میں آفس جا رہی ہوں۔ مجھے کام ہے۔"

عمائمہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی تھی۔ وہ ابھی رف حلیے میں تھی۔ اسکا ارادہ آفس سے لیٹ آنے کا تھا۔

"خبر دار تم نے گھر سے باہر قدم رکھا تو۔ تمہارے سسرال والے آ رہے ہیں، تمہارے نکاح کی تاریخ رکھنی ہے تو تمہارا ہونا لازم ہے۔"

زنیرہ بیگم نے ڈپٹتے ہوئے بولا تھا جس پر عمائمہ آنکھیں گھما گئی۔

"جلدی آ جاؤں گی نانو۔"

اس نے ضد کی تھی۔

"عمائمہ! خاموشی سے جا کر تیار ہو۔"

زنیرہ بیگم نے کچھ سخت لہجے میں بولا تو عمائمہ انہیں ایک نظر دیکھ کر ناراض ناراض سی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"جاؤ حوا اسے دیکھو جا کر۔۔ کہیں اپنی پسند کے سادے سوٹ میں نا آجائے نیچے۔اس کی الماری میں نارنجی رنگ کا سوٹ لٹکایا ہے میں نے۔۔۔ وہ پہنوا دینا اور اسے سے تیار بھی کر دینا۔ نا جانے کیا ہو گیا ہے اسے ،اجڑے اجڑے سے حلیے میں پھرتی رہتی ہے۔"

زنیرہ بیگم نے حوا کو ہدایات دیں تو حوا سر ہلاتی عمائمہ کے کمرے کی جانب چل دی۔

زبردستی اسے تیار کر کے جب وہ نیچے لائی تو سب مہمان انہی کا انتظار کر رہے تھے۔

وہ نارنجی رنگ کی لمبی قمیض کے ساتھ ہم رنگ دوپٹہ لیے خاموشی سے ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔دس سے بارہ لوگ وہاں موجود تھے۔اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے سلام کیا تو سب نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔

"شاہزیب کل ہی پاکستان آرہا ہے واپس۔ پھر ایک بار تم اس سے مل لینا بیٹا۔"

یہ شاہزیب کی والدہ تھیں جو مسکرا کر اس سے مخاطب تھیں۔ عمائمہ نے بغیر کچھ کہے سر ہلا دیا۔اسے اس سب سے الجھن ہو رہی تھی۔ دل مان نہیں رہا تھا۔اپنے فیصلے پر رہ رہ کر غصہ آرہا تھا۔ عجیب قسم کی بے بسی سے وہ دوچار تھی۔

باتوں ہی باتوں میں اس کے نکاح کی تاریخ طے ہو گئی جو ستمبر کی بارہویں تاریخ تھی۔

عمائمہ کے اندر کی وحشت جب بڑھنے لگی تو وہ معذرت کرتی وہاں سے اٹھ گئی اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔سب نے اسے روایتی شرم کا نام دیا اور خاص توجہ نہ دی۔ لیکن اس نے کمرے میں آتے ساتھ ہی دوپٹہ کھینچ کر بستر پر پھینکا تھا اور پھر واشروم میں آتی چہرہ رگڑ رگڑ کر دھونے لگی تھی۔ دل برے طریقے سے دھڑک رہا تھا جیسے کچھ برا ہونے والا ہو۔اس نے شیشے میں اپنا عکس دیکھا جو اسی پر ہنس رہا تھا۔

"ہو گیا سکون تمہیں؟"

اس کے عکس نے طنزیہ انداز میں دریافت کیا تھا۔

"سکون ہی تو نہیں ہو رہا۔"

عمائمہ کی آنکھوں سے آنسو بن موسم کی برسات کی طرح گرنے لگے۔

urdunovelsblog

"غلط فیصلے کر کے کبھی کسی کو سکون ملا بھی نہیں ہے۔"

اس کے عکس نے بے پناہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

"تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟"

وہ آنسو کے ننھے ہیرے اپنے انگلی کی پوروں پر چنتے ہوئے بے بسی سے بولی تھی۔

"تمہیں معلوم ہے تمہیں کیا کرنا ہے۔ میرے بتانے سے تم مجھے ہی غلط سمجھو گی۔"

اس کا عکس نخوت سے یہ کہہ کر غائب ہو گیا تھا اور وہ باتھ روم کے دروازے کے ساتھ پشت ٹکائے زمین پر بیٹھتی چلی گئی تھی۔ وہ کرے تو کیا کرے؟ کیا کرنا بہتر رہے گا؟

کیا ایک بار اس واقعے کو نئے سرے سے کھوجے؟

لیکن وہ واقعہ ذہن میں آتے ہی اس کے دل میں عجیب قسم کی خوف اور وحشت ڈیرے جمانے لگتی تھی۔ ابھی بھی وہ جھنجھلا گئی تھی اور اس بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

وہ اپنا بستر درست کرتی سونے کے ارادے سے لیٹ گئی تھی اور سونے سے پہلے حوا کو میسج کر دیا تھا کہ اسے کوئی نہ بلائے وہ کچھ دیر آرام کرنا چاہتی تھی۔ حوا نے اس کی طبیعت خرابی کا بہانہ بنا کر بات سنبھال لی تھی تورات کے کھانے کے بعد اس کے ہونے والے سسرالی لوٹ گئے تھے اور دوسری طرف نیند کی گولیوں نے اثر دکھانا شروع کیا تو وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر خواب خرگوش کے مزے لینے لگی۔

نیند کی گولیوں کے بغیر اس کا سونا ناممکن تھا۔

============

وہ ابھی آفس سے تھکا ہارا واپس لوٹا تھا اور فریش ہونے کی نیت سے کپڑے لیتا واشروم میں گھسا تھا۔ یہ دو منزلہ فلیٹ تھا۔ نہ زیادہ بڑا نہ زیادہ چھوٹا۔ داخل ہوتے ہی لاؤنج کا ایریا تھا جس کے ساتھ اوپن کچن بنا ہوا تھا۔ اطراف میں دو کمرے تھے جو بند ہی معلوم ہوتے تھے۔ لاؤنج سے دائیں جانب سیڑھیاں تھیں جس سے اوپری منزل کا راستہ نکلتا تھا۔

اوپری منزل میں دو کمرے تھے لیکن ایک کمرہ تمام کمروں سے وسیع اور کشادہ تھا۔ عارض نے وہی کمرہ خود کے لیے منتخب کر رکھا تھا۔

وہ فریش ہوتا سیاہ ٹراؤزر کے ساتھ سیاہ شرٹ پہنے ماتھے پر گیلے بال بکھیرے باہر نکلا تھا اور ایک نظر خود کی لال ہوتی آنکھوں کو دیکھ کر وہ مزید کچھ سوچے بستر پر لیٹ گیا تھا۔ لیکن سونا اتنا آسان کہاں تھا؟

یادیں۔۔۔۔ادھوری خواہشات۔۔۔۔کچھ خوبصورت لمحے۔۔۔۔۔یہ سب یاد آنا ضروری سا ہو گیا تھا۔اس نے آنکھیں موندیں تو وہ لمحہ یاد آیا جب عمائمہ نے اپنے باپ کے سامنے اسے اپنا منگیتر بولا تھا۔اس کے چہرے کو ایک آسودہ مسکراہٹ چھو گئی۔ وہ لیٹے لیٹے ہی مسکرا دیا۔ایسے ہی کئی یادوں کے زیرِ اثر نہ جانے کب نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو گئی۔

قربت بھی نہیں دل سے اتر بھی نہیں جاتا
وہ شخص کوئی فیصلہ کر بھی نہیں جاتا

آنکھیں ہیں کہ خالی نہیں رہتی ہیں لہو سے
اور زخم جدائی ہے کہ بھر بھی نہیں جاتا

وہ راحت جاں ہے مگر اس دربدری میں
ایسا ہے کہ اب دھیان ادھر بھی نہیں جاتا

ہم دوہری اذیت کے گرفتار مسافر
پاؤں بھی ہیں شل شوق سفر بھی نہیں جاتا

دل کو تری چاہت پہ بھروسہ بھی بہت ہے
اور تجھ سے بچھڑ جانے کا ڈر بھی نہیں جاتا

پاگل ہوئے جاتے ہو فرازؔ اس سے ملے کیا
اتنی سی خوشی سے کوئی مر بھی نہیں جاتا

============

urdunovelsblog

شادی کی تیاریاں اپنے عروج کو پہنچ چکی تھیں۔ شاہزیب جو کہ پاکستان سے باہر تھا، واپس آچکا تھا۔ وقت پنکھ لگا کر اڑنے لگا۔ وہ بے زاری سے اپنی ہی شادی کی تیاری کر رہی تھی۔ حوا اور زنیرہ بیگم بہت مصروف سے تھے اور خوشی خوشی ساری تیاریاں کر رہے تھے۔ حوا چاہتی تھی کہ عمائمہ عارض سے ایک بار بات ضرور کرے لیکن اس نے جیسے ہر چیز سے ہاتھ اٹھا دیا تھا۔ پورا پورا دن آفس میں رہتی، جیسے ہی گھر آتی تو حوا اور زنیرہ بیگم کے ساتھ شاپنگ پر چلی جاتی۔ شادی کے کارڈ تمام جاننے والوں میں بٹ چکے تھے۔ ایسے میں عمائمہ ایک مرتبہ بھی شاہزیب سے نہیں ملی تھی۔

اس کی مہندی میں دو دن رہتے تھے۔ وہ زنیرہ بیگم کے کہنے پر آج شاہزیب سے ملنے کے لیے راضی ہو گئی تھی۔ لیکن اسکا کہنا تھا کہ وہ سب کے سامنے ہی ملنے کو ترجیح دے گی۔ اس لیے آج زنیرہ بیگم اور حوا روایتی طریقے سے مہندی کا سامان دینے شاہزیب کے گھر پر موجود تھے۔ عمائمہ آفس کے بعد تیار ہو کر وہاں آنے والی تھی۔ اس دوران زنیرہ بیگم اور شاہزیب کی تفصیلی گفتگو چل رہی تھی جس میں حوا اور شاہزیب کی والدہ گاہے بگاہے حصہ ڈال رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد عمائمہ لاؤنج میں داخل ہوئی تھی۔ شاہزیب نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا جو مہرون لمبی سی شلوار قمیض کے ساتھ ہم رنگ دوپٹہ گلے میں ڈالے ہوئے تھی۔ بالوں کو نفاست سے فرنٹ بریڈ میں باندھے، پیچھے یونہی کھلے چھوڑ رکھے تھے۔ میک اپ کے نام پر ہلکی سی لپ سٹک لگا رکھی تھی۔ شاہزیب نے سر تا پیر اسے دیکھا تھا۔ یہ وہی تھی جس کے لیے وہ یونیورسٹی میں پاگل ہوا کرتا تھا لیکن اب کچھ بدل گیا تھا؟ اور وہ کیا تھا؟ کون جانتا تھا!!

"السلام علیکم!"

عمائمہ نے بلند آواز میں سلام لی تھی اور سب کو اپنی جانب متوجہ کروایا تھا۔ سب نے جواباً سلام دیا تھا اور شاہزیب کی والدہ نے اٹھ کر اسے گلے سے لگایا تھا، جس پر وہ صرف مسکرا دی۔

"آؤ بیٹا بیٹھو۔۔ اب تو تمہارا اپنا ہی گھر ہے۔"

شاہزیب کی والدہ نے اسے محبت سے کہتے ہوئے اپنے ساتھ ہی صوفے پر جگہ دی تھی۔ عمائمہ وقار سے چلتی ہوئی صوفے پر جا بیٹھی۔ اس نے ایک اچٹتی سی نظر شاہزیب پر ڈالی تھی جو اس کی توجہ پا کر کھلے دل سے مسکرایا تھا۔

عمائمہ نے نظریں پھیر لیں تو شاہزیب کو شرمندگی نے گھیر لیا تھا۔

"چائے لو گی یا کافی؟"

شاہزیب کی والدہ نے مسکرا کر استفسار کیا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آفس سے پی کر آئی ہوں۔"

عمائمہ نے زبردستی مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

اس کی بات پر شاہزیب کی والدہ نے سر ہلا دیا۔

"شاہزیب بیٹا۔۔۔ جاؤ عمائمہ کو گھر دکھادو۔"

شاہزیب کی والدہ نے بولا تو عمائمہ یکدم ہی غیر آرام دہ ہوئی تھی۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

عمائمہ نے کمزور سا احتجاج کیا تھا جس پر زنیرہ بیگم سر پیٹ کر رہ گئی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ عمائمہ شاہزیب کے ساتھ کچھ وقت گزار لے اور اپنا تجزیہ پیش کر دے۔ آخر کو ساری عمر ساتھ گزارنی تھی۔

"آجائیں۔"

شاہزیب نے اٹھتے ہوئے کہا تو اس نے زنیرہ بیگم کو دیکھا جو اسے اٹھنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔ اس نے نظریں گھما کر حوا کو دیکھا جو اس کا غیر آرام دہ ہونا واضح نوٹ کر گئی تھی لیکن وہ خاموش رہی۔ عمائمہ نے تنگ آکر اٹھنے کے فیصلہ کیا اور شاہزیب کے ساتھ چل دی۔

وہ اسے پورے گھر کا نظارہ کروا کر اب اپنا کمرہ دکھا رہا تھا۔ اس سب میں عمائمہ بس شاہزیب کی باتوں کے جواب دے رہی تھی وہ بھی آدھے ادھورے۔

"آپ اتنی خاموش کیوں ہیں؟"

لان میں جاتے ہوئے شاہزیب نے اس سے استفسار کیا تھا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

عمائمہ نے سنجیدگی سے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"پیپرز کیسے ہوئے آپ کے؟"

urdunovelsblog

شاہزیب نے اس سے استفسار کیا تو عمائمہ کو یاد آیا وہ تو پاکستان کچھ روز پہلے واپس آیا تھا۔ سو اس کے سوال کو جھٹک کر اپنا سوال داغا تھا۔

"تم نے فائنلز نہیں دیے؟"

اس کے سوال پر شاہزیب نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"سمیسٹر ڈراپ کر دیا پھر؟"

عمائمہ نے لان میں لگے پھولوں کے پودوں کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"میں یونیورسٹی جس کے لیے جاتا تھا وہ اب مجھے ملنے جا رہی ہے تو میں کیا کروں گا جا کر۔"

شاہزیب کی بات پر عمائمہ کی رنگت فق ہوئی تھی۔ اس کی بات پر نہیں۔۔۔ اس کی آواز پر۔۔۔۔

جو اس نے ابھی نوٹ کی تھی۔ یہ آواز اس نے سن رکھی تھی لیکن کہاں؟؟؟

وہ یکدم رکی اور پھٹی پھٹی نظروں سے شاہزیب کو دیکھا جو اس کا یوں ری ایکٹ کرنا سمجھ نہیں پایا تھا۔

"کیا ہوا آپ کو؟"

شاہزیب کی آواز گویا صور کا کام کر گئی تھی۔ وہ لڑکھڑائی تھی اور چند قدم اس سے دور ہوئی تھی۔

"تم۔۔ تم لاہور۔۔۔ لاہور میں تم۔۔۔ تھے؟"

وہ پوچھ رہی تھی یا بتا رہی تھی شاہزیب سمجھ نہیں پایا۔ بس لب بھینچ کر اسے دیکھنے لگا۔ تو وہ اتنے ماہ پہلے کی بات بھولی نہیں تھی۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

شاہزیب نے سنجیدگی سے اداکاری کی تھی۔ عمائمہ چند قدم مزید دور ہوئی تھی اور پھر اپنے قدم پیچھے کی جانب گھسیٹ گئی تھی۔

"دیکھیں آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

شاہزیب اپنی صفائی دے رہا تھا۔ لیکن کس چیز کی۔ اس کو کیسے معلوم کہ وہ اس کے بارے میں غلط ہی سوچ رہی ہے۔ اس کو کیسے معلوم کہ لاہور میں کیا ہوا تھا؟

urdunovelsblog

عمائمہ رک گئی۔اس نے قدم شاہزیب کی جانب بڑھائے۔سانسیں بے ربط ہونے لگیں۔دل مانو سینا چیڑ کر باہر آنے کی تگ ودو کر رہا تھا۔

وہ آگے بڑھی اور ہاتھ بڑھا کر شاہزیب کے ماتھے پر بکھرے بال پیچھے کیے اور ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی۔وہاں کسی چوٹ کا نشان تھا۔اور عمائمہ جانتی تھی کیونکہ یہ اس کا دیا ہوا نشان تھا۔وہ کیسے نا جانتی۔وہ آنکھیں پھاڑے شاہزیب کو دیکھنے لگی۔اس انجان انسان کے اس رات کے کہے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔جب اس نے پوچھا تھا کہ کون ہو تم اور اس کے جواب آیا تھا۔

"وہی جو کئی ہفتوں سے تیرے پیچھے کتوں کی طرح دم ہلاتا ہوا آرہا ہے اور تو ہر بار مجھے دھتکار رہی ہے۔"

اسے شاہزیب کا یونیورسٹی میں پرپوز کرنا اور عمائمہ کا اسے دھتکارنا یاد آیا تھا۔

عمائمہ نے لبوں پر ہاتھ رکھے اور اپنی چیخ کا گلا گھونٹا تھا۔یہ بات قبول کرنا کس قدر مشکل تھا کوئی اس سے پوچھتا۔

"عزتیں پامال کرنے کے بعد اسے گھر کی عزت نہیں بناتے شاہزیب صاحب۔"

وہ پھاڑ کھاتے لہجے میں کہتے ہوئے اندر کی طرف تیز قدموں سے بڑھ گئی تھی اور لاؤنج میں داخل ہونے سے پہلے خود کو کمپوز کیا تھا۔وہ چاہتی تو اس وقت گھر جا سکتی تھی لیکن وہ نہیں چاہتی تھی کہ زنیرہ بیگم کو کوئی جواب دینا پڑے۔اس نے اپنی سیکرٹری عائشہ کو کال کی۔

"ہیلو عائشہ۔پورے دس منٹ بعد تم مجھے کال کرو گی اور کہو گی کہ ضروری بات کرنی ہے۔"

عائشہ نے جلدی جلدی سمجھتے ہوئے سر ہلا دیا جیسے عمائمہ اسکے سامنے ہو۔عمائمہ خود کو کمپوز کرتی ہوئی اندر داخل ہوئی تو پیچھے ہی شاہزیب بھی آیا تھا۔دونوں کی نظریں ملی تو شاہزیب کی نظروں میں خوف تھا۔بھید کھل جانے کا خوف اور عمائمہ کی نظروں میں نفرت تھی۔قابل نفرت کے لیے۔

پورے دس منٹ بعد عمائمہ کو کال آئی تھی اور وہ پریشان دکھتے ہوئے آفس سے آئی ضروری کال کا بہانہ کرتی باہر آگئی تھی اور گاڑی میں بیٹھی حوا کو میسج کر کے سب بتا دیا۔

دوسری جانب لاؤنج میں بیٹھی حوا عمائمہ کے میسج پڑھ کر بے یقینی سے شاہزیب کو دیکھ رہی تھی جو وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں جانے کی تیاری کر رہا تھا۔

حواسب کچھ ہضم نہیں کر پا رہی تھی اس لیے کسی ضروری فون کال کے بہانے باہر آئی تھی اور گھر کے باہر کھڑی عمائمہ کی گاڑی میں آبیٹھی تھی۔

"یہ سب کیا کہہ رہی ہو تم؟"

حوا نے بے یقینی سے دریافت کیا تو عمائمہ ضبط کرتی ہوئی کہنے لگی۔

"حوا سب سچ کہہ رہی ہوں۔ سب سچ۔۔۔۔"

"تمہیں معلوم کیسے ہوا؟"

حوا نے پھر سوال داغا۔

"آواز۔۔ میں نے اچانک اس کی آواز پر غور کیا تھا لیکن میں فوری طور پر سمجھ نہ سکی۔ وہ جیسے جیسے بات کرتا گیا میرا شک یقین میں بدلتا گیا کہ یہ وہی ہے۔ اس کے بعد میں نے اس کے ماتھے پر چوٹ کا گہرا نشان دیکھا تھا اور وہ اسی چیز کا تھا جو واس میں نے اس رات اسے اٹھا کر مارا تھا۔"

عمائمہ بے چینی سے سب کچھ بتا رہی تھی جس پر حوا کو سانپ سونگھ گیا۔

"حوا میں اس سے شادی نہیں کروں گی۔ کچھ کرو حوا کچھ کرو۔۔"

عمائمہ مکمل طور پر رو دینے کو تھی۔ حوا نے اسے مضبوطی سے کندھے سے تھاما تھا۔

"لیکن ہمیں بات کسی ایسے طریقے سے ختم کرنی ہے کہ نانو کو حقیقت نہ بتانی پڑے۔"

حوا نے سوچتے ہوئے کہا تھا جس پر عمائمہ سر ہلا گئی۔

"ابھی میں اندر جا رہی ہوں۔ گھر جا کر اس بارے میں بات کرتے ہیں۔"

حوا نے اسکا کندھا تھپتھپایا تو وہ سر ہلا گئی۔ حوا گاڑی سے نکل کر دوبارہ اندر چلی گئی۔

وہ خاموشی سے گاڑی میں بیٹھی خود کو کمپوز کرنے لگی۔ رہ رہ کر اپنی بے وقوفی یاد آ رہی تھی کہ بغیر سوچے سمجھے کس طرح اس نے عارض کو قصوروار ٹھہرایا تھا۔

"یا اللہ میری مدد فرما۔"

وہ بے بسی سے کہتی سٹیرنگ پر سر ٹکا گئی۔

پھر خود کو کمپوز کرتی گاڑی سے باہر نکلی تھی اور اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ اندر زنیرہ بیگم اور حوا اٹھنے کی تیاری کر رہی تھیں۔

"چلیں عمائمہ؟"

حوا نے زبردستی مسکراتے ہوئے دریافت کیا تو وہ بھی سر ہلا گئی۔

وہ تینوں واپسی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو شاہزیب کی والدہ انہیں باہر تک چھوڑنے آئی تھیں۔ کچھ دیر بعد وہ واپسی کے راستے پر گامزن تھیں۔ حوا اور زنیرہ بیگم ڈرئیور کے ساتھ گاڑی میں آئی تھیں جب کہ عمائمہ بعد میں اپنی گاڑی پر آئی تھی۔ حوا ڈرائیور کو واپس بھیج چکی تھی تو وہ تینوں عمائمہ کی گاڑی میں ایک ساتھ واپسی کے سفر پر گامزن تھیں لیکن تینوں کے درمیان کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ تبھی اچانک زنیرہ بیگم بولیں۔

"حوا میرا موبائل تمہارے پاس ہے کیا؟ مجھے حال کی بکنگ والے کو فون کرنا تھا۔"

زنیرہ بیگم پوچھتے ہوئے ساتھ ساتھ اپنا بیگ بھی چھان رہی تھیں۔ عمائمہ نے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک نظر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھیں زنیرہ بیگم کو دیکھا جو پرس میں سے اپنا موبائل تلاش کر رہی تھیں۔

"نہیں نانو۔ مجھے لگتا ہے آپ ادھر ہی بھول آئی ہیں۔"

حوا نے جوابا کہا تو عمائمہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے گاڑی دوبارہ شاہزیب کے گھر کی جانب موڑ دی۔

کچھ ہی دیر میں وہ لوگ اس کے گھر کے سامنے دوبارہ موجود تھے۔ اس بار وہ اندر جانے کی بجائے باہر ہی گاڑی روک گئے۔ زنیرہ بیگم اترنے لگیں کہ حوا نے روکا۔

"نانو میں جاتی ہوں۔ آپ وہاں جا کر پھر سے باتوں میں مصروف ہو جائیں گی۔"

حوا کی بات پر وہ ہنس دیں اور سر ہلا دیا کہ جاؤ تم ہی لے آؤ۔

حوا اندر کی جانب بڑھ گئی۔ جب کچھ دیر تک وہ نہ لوٹی تو عمائمہ گاڑی سے باہر نکلی۔

"اندر ہی رہیے گا۔ میں ابھی آئی۔ پتا نہیں کدھر رہ گئی ہے حوا۔"

عمائمہ کی بات پر زنیرہ بیگم نے سر ہلا دیا اور ہاتھ بڑھا کر گاڑی میں غزل چلا دی۔ عمائمہ نے مسکرا کر اپنی نانو کو دیکھا جو غزل میں بالکل محو ہو چکی تھیں اور اندر کی جانب بڑھ گئی۔

لاؤنج کے دروازے کے قریب اسے حوا کھڑی نظر آئی جو برف کے مجسمے کی طرح کھڑی تھی۔ عمائمہ پریشانی سے اس کے قریب پہنچی تو لاؤنج سے آتی صاف آوازیں اسے سنائی دینے لگیں۔ حوا نے ہاتھ میں پکڑا موبائل اسے دکھایا جہاں ریکارڈنگ ہو رہی تھی اور اسے خاموش رہنے کے اشارہ کیا۔

اندر کی آوازیں اب عمائمہ بھی صاف طور پر سن سکتی تھی۔

"لیکن تم تو اسے پسند کرتے تھے نا اب کیا مسلئہ ہے کیوں رشتہ توڑنا چاہتے ہو؟؟"

شاہزیب کی والدہ نے پریشانی سے پوچھا تھا۔

"بس مجھے اس سے نہیں کرنی شادی۔ آپ کوئی اور لڑکی دیکھ لینا۔"

شاہزیب کی بے زار سے آواز گونجی تھی۔ اس کی بات پر حوا اور عمائمہ کی نظریں ملی تھیں۔

"دیکھو۔ شاہزیب۔ ایسی پارٹی پھسانہ اتنا آسان نہیں ہوتا۔ نہ لڑکی کا کوئی آگے ہے نا پیچھے۔ باپ ہے اسے ان کی ہوش نہیں۔ سارا والی وارث ہی اکلوتی نانی ہے جو بوڑھی ہے اور جلد مرنے کو ہے۔ تم اس سے شادی کر لو تو آدھی جائیداد جو اس کی ماں کی ہے وہ تمہارے حصے آجائے گی۔"

شاہزیب کی والدہ کی بات سن کر حوا اور عمائمہ نے شاکی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"فار گاڈ سیک مام۔ اس سے بہتر ہزاروں ملیں گی آپ کو۔ لیکن یہ نہیں۔"

شاہزیب نے بھی ضدی لہجے میں کہا تھا۔

"دیکھو جیسے ہی جائیداد تمہارے نام ہو گی، تم اسے طلاق دے دینا۔ پھر جس سے چاہو شادی کر لینا۔"

شاہزیب کی والدہ کی بات سن کر حوا اور عمائمہ کو یقین کرنا مشکل لگ رہا تھا کہ کوئی اتنی گھٹیا سوچ کیسے رکھ سکتا ہے۔

"مام آپ سمجھ۔۔۔"

اس سے پہلے کہ شاہزیب اپنی بات پوری کرتا عمائمہ لاؤنج میں داخل ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے ہی حوا بھی لاؤنج میں داخل ہوئی تھی۔ شاہزیب اور اس کی ماں کے چہرے کے رنگ بدلے تھے اور رنگت فق ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتے، عمائمہ آگے بڑھی۔

"بالکل بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں آپ کے بیٹے میں تو رشتہ ختم۔ چلو حوا سامان واپس اٹھاؤ۔"

عمائمہ نے کہتے ہوئے ٹیبل پر پڑا سارا سامان حوا کی مدد سے سمیٹا اور جیسے آئے تھے ویسے ہی واپس چلی گئی۔ پیچھے شاہزیب کی والدہ کو ساری محنت رائیگاں ہوتی نظر آئی تو شاہزیب کو کوسنے لگیں۔

=============

وہ سارا سامان گاڑی میں رکھ رہی تھیں کہ زنیرہ بیگم حیرت سے سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ جیسے ہی وہ دونوں گاڑی میں آکر بیٹھیں، زنیرہ بیگم نے پوچھنا شروع کر دیا۔ جس پر حوا نے ساری ریکارڈنگ انہیں سنا دی۔ جواباً وہ کیا ہی بولتیں۔

"ہم نے ٹھیک کیا نانو؟"

عمائمہ نے گاڑی نور ہاؤس میں داخل کرتے ہوئے پوچھا تو وہ چونکیں اور نم آنکھوں سے مسکرا دیں۔

"تم لوگوں نے بالکل ٹھیک کیا۔"

زنیرہ بیگم کا جواب سن کر وہ مطمئین ہو گئی تھیں۔ جبکہ زنیرہ بیگم دل ہی دل میں شکر منا رہی تھیں کہ ان کی نواسی کی زندگی برباد ہونے سے بچ گئی۔

=============

کچھ دنوں میں وہ واپس اپنی پہلے والے روٹین میں آچکے تھے۔ لیکن عمائمہ کے دل میں ایک گلٹ تھا جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ پھر عارض کے اس رات بولے گئے الفاظ یاد آتے تو وہ خاموش ہو جاتی۔ وہی الفاظ جن کے زیرِ اثر وہ عارض کو قصور وار ٹھہرا رہی تھی۔

وہ نانو کے کمرے میں زمین پر بیٹھی تھی جبکہ زنیرہ بیگم اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھیں اس کے سر میں تیل لگا رہی تھیں۔ وہ ساتھ ساتھ ان سے اپنی بچپن کے قصے بھی سن رہی تھی جب وہ دونوں خاموش ہو گئے تو عمائمہ کہنے لگی۔

"نانو آپ سے ایک سوال کروں؟"

"ہاں ضرور۔"

زنیرہ بیگم نے مسکرا کر کہا تھا۔کافی عرصے بعد انہیں عمائمہ سے اتنی لمبی گفتگو کا موقع ملا تھا تو وہ اس گفتگو کو طویل کرنا چاہتی تھیں۔

"میں ہر ایک سے ہمیشہ ایک ہی سوال پوچھتی ہوں۔آپ سے بھی یہی پوچھوں گی۔"

"ہاں ضرور۔"

"میرا سوال یہ ہے کہ کوئی ایک ایسی بات جو آپ چاہتی ہیں کہ کاش آپ کو کوئی میری عمر میں بتا دیتا؟"

عمائمہ کے سوال پر وہ مسکرا دیں۔ایک آسودہ مسکراہٹ۔

"میں چاہتی ہوں کاش مجھے کوئی تمہاری عمر میں بتا دیتا کہ دل کی بات سننی چاہیے ہمیشہ۔دل کی سننے والے جس بھی راہ پر چل پڑیں وہ کبھی پچھتاتے نہیں ہیں۔اور جس کی زندگی میں پچھتاوا نہیں ہوتا وہ انسان زندگی کے ساتھ ساتھ موت بھی سکون کی مرتا ہے۔کیونکہ پچھتاوے عمر کھا جاتے ہیں۔"

زنیرہ بیگم کی بات پر وہ خاموش ہو گئی۔اس نے دل کی ہی تو نہیں سنی تھی۔وہ اپنی ہی سوچوں میں گم ہو گئی کہ موبائل فون کی آواز پر چونکی۔اس نے سکرین دیکھی تو اس کے کسی کلاس فیلو کی کال تھی۔اس نے کال اٹھالی۔

"ہاں روحان۔خیریت؟"

اس کی بات پر سامنے والے نے کہا تھا۔

"الحمدللہ۔امید کرتا ہوں آپ بھی ٹھیک ہوں۔اچھا عمائمہ ایک کام تھا۔"

روحان نے کہا تو عمائمہ نے نانو کو مالش روکنے کے اشارہ کیا۔اتنا تو وہ جانتی تھی کہ وہ بغیر کام کے فون کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔

"ہاں بولو۔"

"وہ فائنلز میں آپ نے نوٹس بنائے تھے نا پروفیسر عباس والے؟وہ آپ کے پاس ہوں گے؟"

روحان کی بات پر اس نے دماغ پر زور ڈالا۔

"ہاں شاید ہوں لیکن ایک مرتبہ دیکھنا پڑے گا۔"

عمائمہ زمین سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

urdunovelsblog

"مجھے وہ ذرا چاہیے تھے۔ بلکہ ایک جونئیر کو چاہیے تھے۔ فیملی ٹرمز ہیں اس کے ساتھ تو منع نہیں کر سکا۔ میرے والے تو میں پہلے ہی پھینک چکا ہوں۔"

روحان نے تفصیلاً بتایا تو وہ جواباً کہنے لگی۔

"چلو میں دیکھ کر بتاتی ہوں تمہیں۔"

عمائمہ نے کہتے ہوئے کال بند کر دی۔ زنیرہ بیگم اسی کی منتظر تھیں۔

"روحان کی کال تھی، اسے کچھ نوٹس چاہیے۔"

اس کی بات پر زنیرہ بیگم نے سر ہلا دیا۔ وہ عمائمہ کے سبھی دوستوں سے واقف تھیں۔

عمائمہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔ کمرہ کچھ اس طرز کا تھا کہ دروازے کے عین سامنے ایک بڑا بیڈ تھا جس کی دائیں جانب بالکنی کا دروازہ تھا اور دروازے کے ساتھ ہی کتابوں کی ایک ریک بنی تھی۔ ایک طرف سنگھار میز تھا تو اسی طرح بستر کے دوسری جانب دو صوفے تھے جن کے آگے ایک چھوٹا ٹیبل موجود تھا۔ صوفوں کے ساتھ ہی ڈریسنگ روم کا دروازہ کھلتا تھا اور اس کے بالکل ساتھ ہی واش روم کا دروازہ تھا۔

وہ چلتی ہوئی بک ریک تک پہنچی تھی اور اس میں سے ایک رجسٹر نکالا تھا۔ اسے یاد پڑتا تھا کہ اس نے اسی رجسٹر کے اندر مطلوبہ نوٹس رکھے تھے۔ اس نے رجسٹر میں سے نوٹ نکالے اور جیسے ہی وہ رجسٹر بند کرنے لگی اسے سامنے کچھ الفاظ لکھے نظر آئے۔

وہی الفاظ جو پروفیسر نے کلاس میں ادا کیے تھے اس کے سوال پر۔ وہ حرف بہ حرف انہیں پڑھنے لگی۔

"میری زندگی کا کاش یہ ہے کہ مجھے کوئی آپ کی عمر میں بتا دیتا کہ کسی بھی کہانی کے دو نہیں تین پہلو ہوتے ہیں۔ ایک جو ظلم سہتا ہے، ایک جو ظلم کرتا ہے اور تیسرا وہ جو ظلم دیکھتا ہے۔"

وہ سن دماغ کے ساتھ سب پڑھ رہی تھی۔

"کہا جاتا ہے کہ کہانی کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ظلم کرنے اور ظلم سہنے والے کے، لیکن میری نظر میں تیسرا پہلو وہ ہوتا ہے جو ظلم دیکھتا ہے۔ اور پوری کہانی سے وہ ایک فرد واقف ہوتا ہے۔"

اس کا دماغ اب اس بارے میں لمحہ بہ لمحہ کام کرنے لگا۔

urdunovelsblog

اس کی کہانی میں تیسرا پہلو کونسا تھا؟ جس نے ظلم سہا وہ خود تھی یا شاید عارض، جس نے ظلم کیا وہ عارض نہیں تھا وہ شاہزیب تھا اور جو ظلم دیکھ رہا تھا؟؟ اس سب کا کوئی مطلب نہیں بنتا تھا۔ یا شاید وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

تیسرا پہلو؟؟

کونسا تیسرا پہلو۔

وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی کہ روحان کی دوبارہ کال آئی۔

"ہاں مل گئے ہیں۔ تمہیں میرے آفس کا معلوم ہے ناں؟"

"جی معلوم ہے۔"

روحان نے جواباً کہا تو عمائمہ کہنے لگی۔

"ٹھیک ہے وہاں سے لے جانا نوٹس کیونکہ میں اب وہیں جا رہی ہوں۔"

عمائمہ کی بات پر روحان نے ٹھیک ہے کہہ کر کال کاٹ دی۔

وہ اس بارے میں مزید سوچتی ہوئی نہانے چلی گئی۔

جب پیار نہیں ہے تو بھلا کیوں نہیں دیتے
خط کس لئے رکھے ہیں جلا کیوں نہیں دیتے

===========

وہ آج بھی خاموشی سے اپنے لاہور والے آفس میں بیٹھا تھا۔ ہاتھ میں پکڑے موبائل کی سکرین پر ایک کارڈ جگمگا رہا تھا جس پر عمائمہ اور شاہزیب کی شادی کی تاریخ رقم تھی۔ اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا۔ وہ چاہتا تھا عمائمہ خوش رہے لیکن وہ یہ سب قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ ابھی چند ماہ ہی تو ہوئے ہیں اس سے دور ہوئے۔ وہ اٹھ کر اپنے فلیٹ واپس آ گیا۔ آ کر فریش ہوتا ہوا وہ دوبارہ موبائل کھول کر کارڈ دیکھنے لگا۔ اس کے مطابق عمائمہ کا اگلے روز نکاح تھا۔

آج گیارہ ستمبر کا دن تھا۔ وہ بے دردی سے آنکھیں رگڑ گیا۔ کبھی کبھی اس کا دل کرتا تھا کہ جا کر اس کے قدموں میں گر جائے اور چیخ چیخ کر کہے کہ نہیں رہا جا رہا اس کے بغیر۔ مت دے اتنی اذیت۔ یہ اذیت چوبیس گھنٹے اس کی آنکھوں میں آنسو بن کر رہتی ہے۔ وہ سامنے ہو اور اپنے دل کا سارا غبار نکل دے۔ لیکن ہائے! وہ سامنے ہو تو پھر نا؟

آتے آتے مرا نام سا رہ گیا
اس کے ہونٹوں پہ کچھ کانپتا رہ گیا

رات مجرم تھی دامن بچا لے گئی
دن گواہوں کی صف میں کھڑا رہ گیا

وہ مرے سامنے ہی گیا اور میں
راستے کی طرح دیکھتا رہ گیا

===========

وہ آفس میں بھی غائب دماغی سے اسی بارے میں سوچ رہی تھی۔ تھک ہار کر وہ واپس گھر آ گئی تھی اور اگلے روز جب وہ اٹھی تو سب سے پہلا خیال بھی اسی چیز کا آیا تھا۔ وہ خیال جھٹکتی تیار ہونے لگی۔ زنیرہ بیگم خاندان والوں کو شادی ختم ہونے کی اطلاع دے چکی تھیں۔ عمائمہ نے معمول سے ہٹ کر آج بلیک شلوار کے ساتھ بلیک سادہ سی قمیض پہنی تھی۔ گلے میں دوپٹہ ڈالے اور پیروں میں بلیک سلیپرز پہنتی وہ کمرے سے باہر نکلی تو حوا اور زنیرہ بیگم نے پہلے اسے اور پھر ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"کہیں جا رہی ہو عمائمہ؟"

سوال زنیرہ بیگم کی طرف سے تھا۔

"جی نانو۔ آفس جا رہی ہوں۔"

عمائمہ نے کہتے ہوئے جوس کا گلاس انڈیلا تھا۔

"آج میں لیٹ ہو جاؤں گی۔ میرا انتظار مت کیجئے گا۔"

عمائمہ نے کہاتوزنیرہ بیگم گویاہوئیں۔

"ناشتہ توکرلو۔"

"آفس میں کرلوں گی۔"

وہ کہتے ہوئے گاڑی کی چابی اور ہینڈبیگ اٹھاتی باہر نکل گئی۔

"ویسے اچھی لگ رہی تھی۔"

حوانے تبصرہ کیاتوزنیرہ بیگم نے مسکراکراکتفاکیا۔

==============

آفس کے راستے میں وہ پروفیسر کے الفاظ دوبارہ اپنے ذہن میں دہرارہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اس کی کہانی کا تیسرا کردار کون ہے؟؟ تیسراکردار؟؟؟ وہ تو تیسراپہلو سوچ رہی تھی۔اور یہیں پر عمائمہ کے ذہن میں جھماکہ ہواتھا۔وہ برہان کے الفاظ تھے۔

"جس واقع کے زیراثر آپ اسے قصوروار ٹھہرارہی ہیں،آپ اس سے مکمل طورپر آگاہ بھی نہیں ہیں۔لیکن میں وہ کہانی کا تیسراکردارہوں جسے ساری حقیقت معلوم ہے۔"

ہاں برہان ہی تو تھاوہ تیسراکردار!! سب سے انمول مہرہ۔۔جوساری حقیقت جانتا تھا۔

عمائمہ نے گاڑی وہیں کسی سڑک کے کنارے ایک طرف روک دی اور سجل کو کال کرنے لگی۔

"السلام علیکم!"

دوسری جانب سے فون اٹھاتے ساتھ ہی سلامتی بھیجی گئی۔

"وعلیکم السلام۔ سجل مجھے برہان کانمبر چاہیے۔ جلدی۔"

عمائمہ نے جتنی تیزی سے بولا تھا، سجل ہڑبڑاگئی۔

"جی جی شیور میں بھیج رہی ہوں۔"

سجل نے کہتے ہوئے کال بند کردی اور ایک منٹ کے اندراندر نمبر اس کے پاس موجود تھا۔اس نے فوراًسے پہلے برہان کو کال کی۔اس وقت وہ یقیناًاٹھ گیاہوگا۔ صبح کے نوبجے کاوقت تھا۔دوسری جانب سے فون اٹھالیا گیا تھا۔

"مجھے بات کرنی ہے برہان۔ میں عمائمہ ہوں۔"

عمائمہ نے سنجیدگی سے کال ریسیو ہونے کے فوراً بعد بولا تھا۔

برہان نے پتہ بھیج دیا تھا اور کچھ دیر بعد وہ دونوں ایک کیفے میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

"وہ کونسا واقع تھا جس کے بارے میں تم نے آخری بار بولا تھا؟"

عمائمہ نے اپنا سوال داغا تھا۔ وہ سبز رنگ کی شرٹ کے ساتھ سفید پینٹ پہنے آفس کے لیے تیار سا تھا جب عمائمہ کی کال پر وہ سیدھا ادھر آیا تھا۔

"وہی جس کو لے کر آپ غلط فہمی کا شکار ہوئی ہیں۔"

برہان نے جواباً کہا تھا۔

"مسٹر نقلی پولیس والے۔ پہیلیاں نہ بھجھواؤ۔ سب سچ بتاؤ۔"

عمائمہ نے چڑتے ہوئے کہا تھا تو برہان نے گہری سانس بھرتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

وہی رات جس رات سب پلٹ گیا تھا۔ کہانی نے رخ بدل لیا تھا۔ اس رات اس کمرے میں دو نہیں تین لوگ تھے۔ عارض، رباب محسن اور برہان۔ برہان دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے اس طرف کھڑا تھا جہاں دروازے کی اوٹ سے جھانکو بھی تو نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن کمرے کے اندر چار قدم چل کر آؤ تو صاف نظر آتا تھا۔ رباب اس رات عارض کو ایونٹ میں پا کر اس سے بات کرنے کی ضد کر چکی تھی لیکن عارض کبھی اس سے اکیلے میں بات نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لیے برہان بھی ان کے ساتھ اس کمرے میں موجود تھا۔ عارض رباب کے مسلسل تعاقب کرنے سے پریشان آچکا تھا اور صرف اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اسے ڈرانا چاہتا تھا لیکن وہ رہی صدا کی ڈھیٹ۔ رباب نے اس کی کوئی بات نہ سنی تو وہ تنگ آکر باہر نکل آیا تھا۔ لیکن اس نے کسی کو وہاں سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ ہوٹل کی لابی خالی پڑی تھی اور کچھ لمحے پہلے کسی کی موجودگی وہ واضح محسوس کر سکتا تھا۔ پھر جیسے وہ چونکا تھا۔

"برہان مجھے لگتا ہے وہ عمائمہ تھیں۔"

عارض نے اپنا اندیشہ ظاہر کیا تھا۔

"اگر ایسا ہے تو وہ تمہیں بہت غلط سمجھیں گی۔ تمہیں بھی حد پار نہیں کرنی چاہیے تھی۔ سامنے والا جیسا بھی ہو اس کے لئے خود کا معیار نہیں گراتے۔"

برہان نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے اسے سمجھایا تھا۔ وہ رباب سے مزید کچھ دیر کی گفتگو کے بعد جب رباب کے جانے کے بعد پلٹنے لگے تو کسی چیز کے ٹوٹنے کی آواز سنائی دی اور دبی دبی چیخیں بھی۔ لابی اتنی سنسان تھی کہ سوئی بھی گرتی تو اس کی آواز واضح ہوتی۔ وہ دونوں بھاگتے ہوئے آواز کے تعاقب سے ایک کمرے میں گئے تھے اور جیسے ہی دروازہ توڑ کر وہ اندر داخل ہوئے تو عمائمہ کی حالت دیکھ کر عارض کے سر پر تو مانو آسمان ہی آ گرا۔

وہ جلدی سے سوئچ بلب ڈھونڈ تا بتیاں روشن کر گیا تھا۔ اتنی دیر میں شاہزیب نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تو وہ ہوش میں آتا ایک نظر اسے دیکھتا شاہزیب کے پیچھے بھاگا تھا۔ جبکہ پیچھے سے برہان نے کسی طرح کر کے حوا کو بلایا تھا اور عمائمہ کو کمرے تک پہنچایا تھا۔

وہ کچھ سنتا تو میں کہتا، مجھے کچھ اور کہنا تھا
وہ پل بھر کو جو رک جاتا، مجھے کچھ اور کہنا تھا

کمائی زندگی بھر کی، اسی کے نام تو کر دی
مجھے کچھ اور کرنا تھا، مجھے کچھ اور کہنا تھا

کہاں اس نے سنی میری، سنی بھی ان سنی کر دی
اسے معلوم تھا اتنا، مجھے کچھ اور کہنا تھا

میرے دل میں جو ڈر آیا، کوئی مجھ میں بھی ڈر آیا
وہیں اک رابطہ ٹوٹا، مجھے کچھ اور کہنا تھا

رواں تھا پیار نس نس میں بہت قربت تھی آپس میں
اسے کچھ اور سننا تھا، مجھے کچھ اور کہنا تھا

urdunovelsblog

غلط فہمی نے باتوں کو بڑھاڈالا یونہی ورنہ

کہا کچھ تھا، وہ کچھ سمجھا، مجھے کچھ اور کہنا تھا

==============

اب واپس آتے ہیں حال کی جانب۔ عمائمہ جب حقیقت سے آشنا ہو گئی تو خاموشی سے لب بھینچ گئی۔ برہان اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔

"شکریہ مجھے حقیقت سے آشنا کرنے کے لیے اور معذرت میرے رویے کے لیے۔"

عمائمہ کہتی ہوئی اٹھنے لگی کہ برہان نے روکا۔

"آپ کا تو آج نکاح تھا؟"

"نکاح تھا۔۔ہے نہیں۔۔۔۔"

برہان اس کی بات پر خاموش ہو گیا تو وہ اپنا بیگ اٹھاتی گاڑی میں آبیٹھی اور ایک لمبی سانس خارج کرتی آفس کو چل دی۔

پورا راستہ اس کے دماغ میں برہان کی باتیں گردش کر رہی تھیں۔ وہ آفس پہنچی اور عائشہ سے کافی کا مگ منگوایا۔

عائشہ جب اسے کافی کا مگ دینے آئی تو اسے پریشان دیکھ کر رہ نہ پائی۔

"عمائمہ آپی آپ نے دل کی نہیں سنی ابھی تک؟"

عائشہ کی بات پر وہ چونکی۔

"میرا دل بغاوت چاہتا ہے۔ میری پچیس سالہ زندگی کے اصولوں سے بغاوت۔"

عمائمہ نے بے بسی سے کہا تھا۔

"اور دل ہمیشہ بغاوت پر ہی مطمئین رہتا ہے۔"

عائشہ کی بات پر وہ متفق تھی۔

"آج اگر میں دل کی سن لوں تو میں پرسکون ہو جاؤں گی؟"

عمائمہ کی بات پر عائشہ مسکرا دی۔

"عمائمہ آپی۔ دیر مت کیجئے گا۔"

عمائمہ نے اس کی بات پر سر ہلایا اور اپنی نشست سے اٹھتی چیزیں سمیٹنے لگی۔
"عائشہ لاہور کی سب سے پہلی فلائٹ بک کروا دو۔"
اتنا تو وہ آج برہان کی بات سے جان گئی تھی کہ برہان لاہور گیا ہے۔
عائشہ نے تیزی سے سر ہلایا اور اپنے ٹیبل کی جانب لپکی اور عمائمہ نے فوراً سے پہلے برہان کو کال ملائی تھی۔
"مجھے عارض کا ایڈریس چاہیے۔"
اس کی بات پر برہان خاموش ہو گیا۔
"اس نے ہمیں اپنے فلیٹ کا ایڈریس نہیں دیا تاکہ ہم وہاں آ نہ سکیں۔۔۔"
اس کی بات پر عمائمہ کے ہاتھ سست پڑے تھے۔ تبھی عائشہ تیزی سے اندر آ کر بولی۔
"بارہ بجے کی فلائٹ ہے۔۔وہ کروا دوں؟"
عائشہ کی آواز دوسری جانب برہان بھی سن چکا تھا تبھی گہری سانس لے کر گویا ہوا۔
"لیکن میں آپ کو اس کے آفس کا ایڈریس دے سکتا ہوں۔"
اس کی بات پر عمائمہ کی اٹکی ہوئی سانس بحال ہوئی تھی اور اسے نے سر کے اشارے سے عائشہ کو فلائٹ بک کرنے کا بول دیا تھا۔ برہان سے ایڈریس نوٹ کرتی وہ ہر بڑی میں ضروری چیزیں سمیٹتی عائشہ کو ساتھ لیے ائیر پورٹ تک پہنچی تھی اور آدھے گھنٹے کے راستے کو پندرہ منٹ میں طے کرتی وہ اپنی فلائٹ کیچ کر چکی تھی۔ عائشہ اس کی گاڑی واپس آفس لے آئی تھی اور رات عائشہ ہی اسے پک کرنے والی تھی کیونکہ عمائمہ نے گھر سختی سے بتانے سے منع کیا تھا۔ ویسے بھی وہ رات نو بجے کی فلائٹ سے واپس آنے والی تھی۔
آج یہ کہانی یا ختم ہو گی یا اس کا نیا آغاز۔

ہم ملیں گے!! کہیں اجنبی شہر کی خواب ہوتی ہوئی شاہراہوں پر اور شاہراہوں پہ پھیلی ہوئی دھوپ میں ایک دن ہم کہیں ساتھ ہوں گے وقت کی آندھیوں سے اٹی ساعتوں پر سے مٹی ہٹاتے ہوئے، ایک ہی جیسے آنسو بہاتے ہوئے۔۔

ہم ملیں گے !! گھنے جنگلوں کی ہری گھاس پر اور کسی شاخِ نازک پہ پڑتے ہوئے گوش کی داستانوں کھو جائیں گے۔ ہم سنوبر کے پیڑوں کے نوکیلے پتوں سے صدیوں سے سوئے ہوئے دیوتاؤں کی آنکھیں چبھو جائیں گے۔۔ میں

ہم ملیں گے !! کہیں برف کے بازوؤں میں گھرے پربتوں پر پانچ قبروں میں لیٹے ہوئے کوہ پیماؤں کی یاد میں نظم کہتے ہوئے جو پہاڑوں کی اولاد تھے اور اُنھیں وقت آنے پر ماں باپ نے اپنی آغوش میں لے لیا۔۔

ہم ملیں گے !! کہیں شاہ سلیمان کے عرس میں، حوض کی سیڑھیوں پر وضو کرنے والوں کے شفاش چہروں کے آگے، سنگ مرمر سے آراستہ فرش پر پیر رکھتے ہوئے آہ بھرتے ہوئے اور درختوں کو منت کے دھاگوں سے آزاد کرتے ہوئے ہم ملیں گے۔۔

ہم ملیں گے !! نارمینڈی کے ساحل پر آتے ہوئے اپنے گم گشتہ راستوں کی خاک سفر سے اٹی وردیوں کے نشان دیکھ کر مراکز سے پلٹے ہوئے ایک جرنائل کی آخری بات پر مسکراتے ہوئے ایک جہان جنگ کی چوٹ کھاتے ہوئے ہم ملیں گے۔۔

ہم ملیں گے !! روس کی دہشتاؤں کی جھوٹی کہانی پر آنکھوں میں حیرت سجائے ہوئے شام، لیبنان، ویروت کی نرگسی چشموروں کی آمد نوحوں پہ ہنستے ہوئے، خونی قزینوں سے مفلوج البانیاں کے پہاڑی علاقوں میں مہمان بن کر ملیں گے۔۔ سے

ہم ملیں گے !! ایک مردہ زمانے کی خوش رنگ تہذیب میں جذب ہونے کے امکان میں ایک پرانی عمارت کے پہلو میں اُجڑے ہوئے لان میں اور اپنے اشیروں کی راہ دیکھتے ہوئے پانچ صدیوں سے ویران زندان میں۔۔

ہم ملیں گے !! تمناؤں کی چھتریوں کے تلے خواہشوں کی ہواؤں کے بے باک بوسوں سے چھلنی بدن سونپنے کے لیے راستوں کو۔۔ ہم ملیں گے زمیں سے نمودار ہوتے ہوئے آٹھویں براعظم اُڑتے ہوئے ایک قالین پر۔۔ میں

ہم ملیں گے !! کسی بار میں اپنی بقایا بچی عمر کی پائمالی کے جام ہاتھ میں لیں گے اور ایک ہی گھونٹ میں ہم یہ سیال اندر اُتاریں گے اور ہوش آنے تلک گیت گائیں گے بچپن کے قصے سناتا ہوا گیت جو آج بھی ہم کو از بر ہے، بیڑی وے بیڑی توں ٹھلدی تاں پائی ہیں پتے پار کیا ہائی؟ پتے پار کیا ہائی؟

ہم ملیں گے !! باغ میں گاؤں میں دھوپ میں چھاؤں میں ریت میں دشت میں، شہر میں سجدوں میں قالیس میں مندر میں مہراب میں چرچ میں موسلا دھار بارش میں، بازار میں، خواب میں، آگ میں، گہرے پانی میں، گلیوں میں جنگل میں، اور آسمانوں میں کون و مکاں سے پرے غیر آباد سیارہ آرزو میں صدیوں سے خالی پڑی بینچ پر جہاں موت بھی ہم سے دست و گریباں ہو گی تو ایک دو دن کی مہمان ہو گی۔۔

لاہور کے ائیر پورٹ پر معمول کے مطابق کافی گہما گہمی تھی۔ گرم ہوا نے اس کا استقبال کیا تھا۔ ستمبر کا وسط تھا لیکن لاہور کی گرمی کا ایک الگ ہی مقام ہوتا ہے۔ معمول سے ہٹ کر موسم آج کچھ زیادہ ہی تپش بھرا تھا۔ اس نے وقت دیکھا تو دو بج رہے تھے۔ آنکھوں پر گوگلز چڑھاتی وہ آگے بڑھ گئی اور کیب بک کرواتی سیدھا اس ہوٹل میں پہنچی جہاں وہ اس رات قیام پزیر تھے۔ وہاں کافی دیر کی مشقت کے بعد سیکورٹی کیمرے چیک کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ عمائمہ نے اپنے کچھ بزنس ریسورسز کا استعمال کرتے ہوئے یہ کام سرانجام دے دیا۔ اور اس کا ہر شک جب حقیقت کا روپ دھار گیا تو اسے رہ رہ کر خود کی بے وقوفی پر غصہ آیا۔ اسے سمجھ نہ آیا کہ وہ کس منہ سے عارض کے سامنے جائے گی۔ بہتان لگا کر اور اتنے سخت رویے کے بعد وہ کس طرح سے معافی مانگ سکتی ہے؟؟

تمام سوچوں کو جھٹک کر اس نے وقت دیکھا تو ساڑھے تین ہو رہے تھے۔ اس نے ہمت جمع کی اور خود کو کمپوز کرتی ہوئی برہان کے بھیجے گئے پتے پر چل دی۔

اس کی غلطی تھی تو اسے معافی مانگنی چاہیے، عارض معاف کرے یا نہ کرے یہ بعد کی بات ہے۔

"میں امید کرتی ہوں تم مجھے معاف کر دو گے حالانکہ کسی کے کردار پر بہتان لگانا قابل معافی جرم نہیں ہے۔ لیکن میں تم سے ہمیشہ اچھے کی امید رکھتی ہوں۔"

لاہور کی سڑکوں پر بہتی ٹریفک کو شیشے کے پار سے دیکھتے ہوئے وہ من ہی من میں اس سے مخاطب تھی۔

قریباً چار بجے وہ عارض کے آفس پہنچی تھی اور سب سے اوپر والے فلور پر پہنچتی وہ ارد گرد نظریں گھما رہی تھی جہاں ہر طرف لوگ کام کاج میں مصروف تھے۔ تبھی عارض کی اسسٹنٹ نے اسے متوجہ کیا تو وہ اس کے ٹیبل تک آ گئی۔

"Good evening mam. How can I help you?"

اس کی اسسٹنٹ نے نہایت شائستہ انداز میں مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا تو وہ ارد گرد سے نظریں ہٹاتی اس پر اپنی امبر رنگ آنکھیں جما گئی۔

"مسٹر عارض سلطان سے ملنا ہے۔"

اس نے مختصر الفاظ میں اپنا مدعا بیان کیا۔

"آپ کی کوئی اپائنٹمنٹ ہے باس کے ساتھ؟"

اس کی بات پر وہ چونکی اور نفی میں سر ہلا گئی۔

"کیا میں آپ کا نام جان سکتی ہوں؟"

اس نے پیشہ ورانہ انداز میں استفسار کیا تو عمائمہ نے جواباً کہا۔

"عمائمہ شایان ملک۔"

اس کی اسسٹنٹ نے جلدی جلدی کی بورڈ پر انگلیاں چلائی تھیں اور پھر سر اٹھا کر اسے سر تا پیر دیکھ کر کہنے لگی۔

"آپ کو انتظار کرنا ہو گا۔ باس کسی کلائنٹ سے میٹنگ کے سلسلے میں آفس میں موجود نہیں ہیں۔ اور ان کے آج واپس آنے کے چانسز بھی کم ہیں کیونکہ ہمیں ان کی جانب سے کوئی واضح اطلاع موصول نہیں ہوئی۔"

اس نے نہایت پیشہ ورانہ انداز میں کہا تھا جس پر عمائمہ کے چہرے کی جوت بجھی تھی۔ وہ خاموش ہو گئی اور زبردستی مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں انتظار کر لیتی ہوں۔"

"جیسا آپ کو مناسب لگے۔ آپ اس طرف ویٹنگ ایریا میں آ جائیں۔"

اس کی اسسٹنٹ نے اسے دوسری جانب کا راستہ دکھایا تو وہ زبردستی مسکراتے ہوئے ویٹنگ ایریا میں آ کر بیٹھ گئی۔

urdunovelsblog

انتظار کو اگر اذیت کہا گیا تھا تو سچ ہی کہا گیا تھا۔ انتظار واقعی اذیت ہے، اس چیز کا اندازہ اسے آج ہو رہا تھا۔ چار سے پانچ اور پانچ سے چھ ہو گئے لیکن عارض کے آنے کی کوئی اطلاع نہ تھی۔ ایک اور گھنٹا انتظار کرنے کے بعد وہ سات بجے کے قریب ویٹنگ ایریا سے نکلتی اس کی اسسٹنٹ کے ٹیبل پر آئی تھی۔

"سوری میم۔ باس سے کوئی رابطہ نہیں ہو پایا۔"

اس کی اسسٹنٹ نے افسوس سے بولا تھا۔ وہ کب سے عمائمہ کو خاموشی سے انتظار کرتا دیکھتی اس کے لیے افسوس ہی کر سکتی تھی۔ اس کی بات پر عمائمہ فقط مسکرادی۔

"میرا خیال ہے قسمت ہمیں ملوانا نہیں چاہتی۔ خیر کیا مجھے ایک پین اور پیپر مل سکتا ہے؟"

عمائمہ نے مسکراتے ہوئے استفسار کیا تو وہ اس کی اسسٹنٹ نے فوراً سر ہلاتے ہوئے ایک صاف کاغذ کے ساتھ قلم اس کے حوالے کر دیا۔ عمائمہ دونوں چیزیں اٹھاتے ہوئے ویٹنگ ایریا میں آگئی اور سامنے موجود ٹیبل پر رکھ کر اس پر کچھ لکھنے لگی۔ کچھ دیر بعد وہ کاغذ اس کی اسسٹنٹ کے حوالے کر کے عارض تک پہنچانے کا کہتی باہر آگئی۔ لاہور کی سڑکیں اور اس کی رونق اس کے لیے بے معنی سی ہو گئیں۔

وہ چلتے ہوئے ایک کیفے میں آگئی اور کچھ دیر وہاں بیٹھ کر کافی پیتے ہوئے وہ کیب بک کرواتی ائیر پورٹ آگئی۔

اس کی فلائٹ نو بجے کی تھی اور ابھی آٹھ بجے تھے۔

وقت صدیاں بن کر گزرنے لگا۔ اس کا دل مرجھا چکا تھا۔ انتظار رائیگاں گیا تھا۔

نہ حریف جاں نہ شریک غم شب انتظار کوئی تو ہو
کسے بزم شوق میں لائیں ہم دل بے قرار کوئی تو ہو

کسے زندگی ہے عزیز اب کسے آرزوئے شب طرب
مگر اے نگار وفا طلب ترا اعتبار کوئی تو ہو

کہیں تار دامن گل ملے تو یہ مان لیں کہ چمن کھلے
کہ نشان فصل بہار کا سر شاخسار کوئی تو ہو

urdunovelsblog

یہ اداس اداس سے بام و در یہ اجاڑ اجاڑ سی رہگزر
چلو ہم نہیں نہ سہی مگر سر کوئے یار کوئی تو ہو

یہ سکون جاں کی گھڑی ڈھلے تو چراغ دل ہی نہ بجھ چلے
وہ بلا سے ہو غم عشق یا غم روزگار کوئی تو ہو

سر مقتل شب آرزو رہے کچھ تو عشق کی آبرو
جو نہیں عدو تو فراز تو کہ نصیب دار کوئی تو ہو

============

وائٹ شرٹ پر وہ بلیک کورٹ اور فارمل پینٹ پہنے ہوئے تھا۔ پورا دن خاصا مصروف گزرا تھا۔ پہلے ایک کلائنٹ کے ساتھ میٹنگ تھی جو کسی ہوٹل میں منعقد تھی اور اس کے بعد اسے اچانک ہی آفس کے کسی کام سے جانا پڑا تھا۔ اب اس کا ارادہ سیدھا گھر جانے کا تھا لیکن گھر جا کر بھی کیا کرتا؟ یہی سوچ کر وہ خاموشی سے آفس چلا آیا تھا۔

آنکھیں ویران تھیں اور وہ خاموشی سے چلتا ہوا لابی سے گزرتا اپنے آفس میں آگیا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد اس کی اسسٹنٹ دروازہ کھولتی اندر داخل ہوئی تھی۔

"باس! یہ فائلز ہیں جنہیں آپ ایک بار پڑھ کر سائن کر دیجیئے گا۔ مسٹر شفیق سے بات ہو گئی تھی وہ پروجیکٹ کے لیے مان گئے ہیں اور اور اور اس کے علاوہ کیا تھا۔۔۔۔"

اس کی اسسٹنٹ نے یاد کرتے ہوئے کہا تھا۔ عارض اس کے بولنے کے انتظار میں تھا جو اچانک کچھ یاد آنے پر پلٹی اور اپنے ٹیبل سے وہ کاغذ اٹھا لائی جو عمائمہ نے اسے پکڑایا تھا۔

"آپ سے کوئی ملنے آیا تھا۔ تین سے چار گھنٹے وہ آپ کا انتظار کرتی رہی تھیں اور پھر آپ نہ آئے تو وہ یہ کاغذ تھما کر چلی گئیں۔"

اس نے کہتے ہوئے کاغذ عارض کے ٹیبل پر دھرا تھا۔ عارض کورٹ اتارتا ہوا ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا آرام سے کرسی پر براجمان ہو گیا۔

"کون تھا؟"

اس نے سرسری سا پوچھا تھا اور لیپ ٹاپ آن کر دیا۔

"تھا نہیں تھیں۔ کیا نام تھا۔۔۔۔"

اس کی اسسٹنٹ نے ہاتھ میں پکڑے آئی پیڈ پر کچھ انگلیاں چلائیں اور ملاقاتی کا نام پڑھ کر بتانے لگی۔

"عمائمہ شایان ملک۔"

اور لمحوں میں عارض کے چہرے پر ہزاروں تاثرات آئے تھے۔ اسے لگا اسے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔ دل کی دھڑکن لمحوں میں تیز ہوئی تھیں۔

"کیا نام لیا ہے؟؟؟"

اس نے ناقابل یقین لہجے میں استفسار کیا تھا۔ جس پر اسے دوبارہ سے نام بتایا گیا۔

"عمائمہ شایان ملک۔"

اس نے سر تیزی سے ہلا دیا اور اسے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے وہاں سے چلی گئی۔

عارض نے پھرتی سے ٹیبل پر پڑا کاغذ اٹھایا اور اسے کھولتا ہوا پڑھنے لگا۔

"میں معافی کی طلب گار ہوں۔ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ جو ہوا اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں تھا۔ میں نہیں جانتی اس سب کے بعد تم میری شکل دیکھنا بھی گوارہ کرو یا نہیں لیکن میں یہاں تک آئی تھی صرف اس امید پر کہ تم مجھے معاف کر دو گے۔ مجھے معاف کر دینا اگر ہو سکے تو! شاید ہماری ملاقات نصیب میں نہیں تھی۔ مجھے اسلام آباد کے لیے نکلنا نہ ہوتا تو مزید انتظار کر لیتی۔ امید کرتی ہوں کہ ہم کبھی ملیں گے، پہلے کی طرح۔

عمائمہ!"

اس نے کانپتے ہاتھوں سے وہ خط ٹیبل پر رکھا تھا اور ایک گہری سانس بھرتا ہوا وہ اٹھا اور ٹیبل سے موبائل، گاڑی کی چابی اور وہ کاغذ پکڑتا، کرسی کے پیچھے لٹکا کورٹ

قریباً کھینچ کر اتارتا ہوا وہ بھاگ کر آفس سے نکلا تھا۔

جیسے ہی وہ گاڑی میں بیٹھا تو برہان کی کال آنے لگی۔ اس نے گاڑی ایئر پورٹ کے راستے پر ڈالی اور برہان کی کال اٹینڈ کی۔

"کہاں تھے تم؟"

برہان نے بے تابی سے پوچھا تھا۔

"برہان بعد میں بات کرتا ہوں۔ ضروری کام سے نکلا ہوں۔"

عارض نے گاڑی کی سپیڈ بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔ بے تابی اور بے چینی اس کے انگ انگ سے ظاہر تھی۔

"اچھا بات سنو۔ عمائمہ سے ملاقات ہوئی؟"

برہان کے سوال پر وہ چونکا۔

"تمہیں کیسے معلوم کہ وہ یہاں ہیں؟"

"مجھ سے ہی تمہارے آفس کا ایڈریس لے کر گئی ہیں۔"

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ وہ آرہی ہیں؟"

عارض نے بے بسی سے گاڑی کی سپیڈ بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

"میں نے تمہیں کالز کی تھیں، تمہارا نمبر بند جا رہا تھا۔"

"ہاں میں میٹنگ میں بزی تھا۔ ڈیم اٹ۔"

اس نے فون کاٹ دیا اور گاڑی کی سپیڈ مزید بڑھا دی۔

ایئر پورٹ پر بیٹھے لوگ آہستہ آہستہ اٹھ کر اب اندر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ وہ بھی گہری سانس بھرتی اپنا بیگ کاندھے پر ڈالتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ لیکن پھر ٹھہر گئی، کسی احساس کے تحت پلٹی اور ارد گرد نظریں دوڑائیں۔ کچھ لمحے بیتے اور وہ سامنے تھا۔ عارض کی بادامی آنکھیں بے چینی سے ادھر ادھر کسی کو تلاش کر رہی تھیں اور عمائمہ اس کی بے تابی دیکھ رہی تھی۔ جب اچانک دونوں کی نظریں ملی تھیں۔ دل ڈوب کر ابھرا تھا۔ ہر چیز سلو موشن میں چلتی ہوئی محسوس ہونے لگی تھی۔ عارض کی تلاش ختم ہو چکی تھی۔ وہ امبر رنگ آنکھیں اسے ہی تک رہی تھیں۔ لمحے دھیرے دھیرے بیتنے

urdunovelsblog

لگے۔اس کے نام کی پکار ائیر پورٹ میں گونجنے لگی تو وہ ہوش میں واپس لوٹی۔عارض کی نظروں کا ارتکاز ٹوٹا تو وہ بھاگتا ہوا اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔کہنے کو لب کھولے لیکن بول نہ پایا۔پھر وہ دونوں ایک ساتھ مسکرادیے۔

پھر عمائمہ نے اپنے لہجے کو مضبوط کرتے ہوئے نرمی سے بولا تھا۔

"کافی دیر کردی تم نے۔"

جس پر وہ بے بسی آنکھوں میں سموئے جواباً کہنے لگا۔

"اب کچھ نہیں ہو سکتا کیا؟"

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی،اس کے نام کی پکار پھر گونجی تھی اور وہ بے بس ہو گئی تھی۔

"کاش ہو پاتا۔"

"کوشش تو کر سکتے ہیں۔"

عارض نے پھر کچھ امید سے کہا تھا۔

"اب وقت نہیں ہے۔"

اس کے ہونٹوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ تھی۔

"مطلب آپ جارہی ہیں؟"

urdunovelsblog

ایک آخری امید۔

"جاناہی پڑے گا۔"

وہ کہتی ہوئی الٹے قدم چلنے لگی۔

"میں روکنا چاہوں تو؟"

عارض بھی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"میں وہی کہوں گی۔"

"کیا؟"

عارض نے استفسار کیا تھا۔اس کے ساتھ ہی دونوں کے قدم تھمے تھے۔

"کافی دیر کر دی تم نے۔"

اس کی بات پر وہ سر جھٹک گیا۔

"مجھے جانا ہو گا۔"

وہ کہتے ہوئے پلٹ گئی۔

"مت جائیں۔"

اس نے ایک امید سے بولا تھا۔

"ہم پھر ملیں گے۔ جب تم چاہو۔"

عمائمہ نے پلٹ کر مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"ہمیں ملنا ہو گا۔"

عارض نے بھی مسکرا کر سر ہلا دیا تھا۔

امبر رنگ آنکھوں نے ان بادامی آنکھوں میں چھپی امید دیکھی تھی۔ اور بادامی آنکھوں نے ان امبر رنگ آنکھوں میں چھپی خاموشی دیکھی تھی۔ کچھ دیر نظروں کا ٹکراؤ ہوا تھا اور پھر وہ پلٹ گئی تھی۔ عارض تب تک وہاں کھڑا رہا جب تک اس کو دیکھنے کی تمام تر امیدیں ختم ہو گئیں۔

ہمارے پسندیدہ شخص کے پاس نہ جانے کونسا جادو ہوتا ہے کہ اس کو صرف دیکھ لینے سے، اس سے بات کر لینے سے ہی ہمیں زندگی میں قوس قزح نظر آنے لگتے ہیں۔ بے رنگ سی زندگی میں رنگ بھر دیے جاتے ہیں۔ یوں جیسے ویران آسمان پر قوس قزح نے اپنی چادر بکھیر دی ہو۔

محبت ہوتی تو بے رنگ ہے لیکن یہ زندگی میں رنگ بھر دیتی ہے۔

کبھی قوس قزح کے رنگ تو کبھی سیاہ و سفید گہرے بادلوں جیسے رنگ۔

اور پھر من چاہا شخص قریب سے بھی گزر جائے تو اسے ملاقات تصور کیا جاتا ہے۔

سزائے موت ہے سالوں کے انتظار کے بعد
صحیح وقت پہ ایک وصل ملتوی ہونا

urdunovelsblog

اور کوئی گرہ بھی نہیں مجھ سے لگ رہی عادل
بڑا کھٹن ہے کہانی میں مرکزی ہونا۔

==============

اکتوبر کا آغاز ہو چکا تھا۔ لاہور کا موسم پہلے کی نسبت اب بہتر ہو رہا تھا۔ گرمی کی شدت کم ہو چکی تھی۔ وہ آج اسلام آباد واپس جا رہا تھا۔ ایک ملاقات جو کافی عرصے سے ملتوی تھی، آج اسے پایا تکمیل تک پہنچانا تھا۔ اس نے برہان سے عمائمہ کا نمبر لیا تھا اور عمائمہ سے رابطہ کیا تھا۔

"کیا ہم مل سکتے ہیں؟"

اس نے میسج ٹائپ کرتے ہوئے بھیج دیا تھا اور پھر سے بیگ میں ضروری سامان ڈالنے لگا تھا۔ جوابی میسج موصول ہونے کی آواز پر اس نے سیکنڈ سے پہلے موبائل پکڑا تھا۔

"کون؟"

عمائمہ کے پوچھنے پر اسے یاد آیا کہ اسے نے تعارف تو اپنا کروایا ہی نہیں۔ کچھ سوچ کر اس نے میسج لکھا اور بھیج دیا۔

"وہی جس سے ملنے آپ لاہور آئی تھیں۔"

اس کا جواب پڑھ کر اپنے آفس میں بیٹھی کام میں مصروف عمائمہ ایک لمحے کے لیے مسکرائی تھی اور پھر جواباً لکھ بھیجا۔

"جب چاہو۔"

"کل شام چار بجے۔"

عارض نے کہتے ہوئے ساتھ ایک لوکیشن بھی بھیجی تھی۔ وہ سر جھٹک کر لوکیشن آن کر گئی تو وہ کسی پارک کی لوکیشن تھی۔ اس نے ڈن کہہ کر موبائل رکھ دیا اور دوبارہ سے کام کی طرف متوجہ ہو گئی۔

عارض بھی اپنی فلائٹ کے لیے نکل چکا تھا۔ لیکن نکلنے سے پہلے وہ اپنے کورٹ میں انگوٹھی رکھنا نہیں بھولا تھا وہی جو اس نے اس رات اپنی جیب میں رکھی ہوئی تھی۔ سجل کے زریعے انہیں عمائمہ اور شاہزیب کے رشتے کی بات معلوم ہو چکی تھی اور کیسے حقیقت سامنے آئی، یہ سب بھی واضح ہو گیا تھا۔ عارض کی رگوں میں یہ سوچ کر ہی سکون اور اطمینان اتر رہا تھا کہ وہ بے گناہ ثابت ہو گیا ہے۔

==========

وہ کچھ دیر پہلے ہی اسلام آباد پہنچا تھا۔اپنے شہر کی فضا کا سکون ہی الگ تھا۔دل آنے والے وقت کے لیے خوش بھی تھا لیکن اندیشے جان نہیں چھوڑ رہے تھے۔وہ سر جھٹکتا ہوا گھر داخل ہوا تھا۔گھر میں اس کی آمد کا کسی کو علم نہیں تھا۔برہان ہی اسے ائیر پورٹ سے گھر لایا تھا۔

جیسے ہی گاڑی گھر میں داخل ہوئی تو لان میں بیٹھے نفوس برہان کی گاڑی دیکھ کر چونکے تھے۔عائزہ بیگم،حاشر اور عمارہ اس کے استقبال کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے لیکن گاڑی کے دوسری جانب سے جب عارض کو نکلتے ہوئے دیکھا تو سب حیرت انگیز نظروں سے دونوں کو دیکھنے لگے۔ساتھ ہی ساتھ بڑی سی مسکراہٹوں نے ان تینوں نفوس کے چہروں کا احاطہ کیا تھا۔عارض باہر نکلتا ہوا سیدھا ان کی جانب بڑھا تھا۔

"سرپرائز!!!"

عارض کے پرجوش لہجے پر حاشر نے آگے بڑھ کر اسے زور سے خود میں بھینچا تھا۔

"میرا شیر!"

وہ ہنستا ہوا حاشر سے گلے مل کر الگ ہوا تو عائزہ بیگم کو گلے لگا گیا جو اس کا ماتھا چومنے لگیں اور اس کے بال سنوارنے لگی تھیں۔

"تم نے بہت اچھا کیا تم آ گئے۔ہم بہت یاد کرتے تھے تمہیں۔"

انہوں نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے خوشی سے بولا تھا۔عمارہ نے آگے بڑھ کر اسے مکا جڑا تھا۔

"آہ بھابھی یہ کیسا استقبال تھا۔"

عارض نے کراہتے ہوئے کہا تھا۔

"ہمیں یہاں پریشان چھوڑ کر چلے گئے تھے۔معلوم بھی ہے ماں جی پیچھے سے کتنی پریشان رہتی تھیں۔"

عمارہ نے اسے گھورتے ہوئے بولا تھا جس پر وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہنس دیا تھا۔

"ہم بھی سوچ رہے تھے کہ برہان کو ہماری یاد کیسے آ گئی۔"

حاشر نے آگے بڑھ کر برہان کو بھی گلے لگایا تھا۔

"تمہارے تو میں کان کھینچتی ہوں ذرا۔ عارض گھر نہ ہو تو کیا تم نے بھی ہمیں منہ نہیں دکھانا۔ ویسے تو بڑا ماں جی ماں جی کہتے ہو۔ عارض کے جانے کے بعد ایک بار بھی پلٹ کر آئے ہو؟"

عائزہ بیگم نے برہان کو آڑے ہاتھوں لیا تھا جو حقیقتاً عارض کے جانے کے بعد وہاں چکر نہیں لگا سکا تھا۔

"آئی۔۔۔ماں جی۔۔درد ہو رہا۔"

برہان نے رونی سے صورت بنائی تو عائزہ بیگم نے گھورتے ہوئے اس کے کان چھوڑ دیے۔

"معافی حضور معافی۔ بس وقت کی قلت کی وجہ سے چکر نہیں لگا سکا۔"

برہان نے صفائی پیش کی تو عائزہ نے اسے گھورا جس پر سب ہنس دیے۔

"میں فریش ہو جاؤں۔ تب تک برہان تم بیٹھو اور چائے پیو۔"

عارض کہتا ہوا اندر فریش ہونے چل دیا۔

"میں تمہارے لیے گرما گرم چائے لاتی ہوں۔"

عمارہ اٹھ کر چائے لانے لگی کہ برہان نے فوراً منع کیا تھا۔

"نہیں بھابھی میں پھر آؤں گا۔ ابھی وقت کم ہے، چلتا ہوں۔"

برہان کہہ کر اٹھا تو حاشر نے اسے کھینچ کر دوبارہ کرسی پر بٹھایا تھا۔

"تم کونسا نئے پاکستان کے نقشے پر کام کر رہے ہو۔ بیٹھو اور چائے پیو ہمارے ساتھ۔"

حاشر کی بات پر وہ ہنس دیا اور ہار مانتا ہوا واپس بیٹھ گیا۔

عارض کچھ دیر بعد فرش ہو کر آیا تو سب نے کافی دیر بیٹھ کر باتیں کی تھیں۔ اس کے بعد برہان واپس گیا تو وہ بھی آرام کرنے کی نیت سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

ابھی اسے لیٹے کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ حاشر اس کے کمرے میں آیا تھا۔۔

"سب کیسا چل رہا تھا وہاں۔"

عارض بھی بستر پر ہی اٹھ بیٹھا۔

"سب سیٹ تھا۔"

urdunovelsblog

حاشر نے اس کے چند الفاظ کے جواب کو سنا اور سر ہلا دیا۔ اس کے بعد کچھ دیر بزنس کی باتیں ہوئیں اور حاشر نے اسے دوبارہ جانے سے منع کر دیا تو اس نے بھی جواباً کہہ دیا کہ وہ سوچ کر بتائے گا۔ حاشر نے جب اس کا کھویا کھویا لہجہ نوٹ کیا تو خود کو کہنے سے نہ روک پایا۔

"کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

حاشر کے سوال پر اس نے لمبی سانس کھینچی اور بات شروع کرنے کے لیے الفاظ تلاش کیے۔

"میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

عارض کی بات پر حاشر چونکا تھا۔ یہ بہت اچانک کی گئی بات تھی۔

"ہمیں کوئی مسئلہ نہیں۔ بلکہ ماں جی تو تمہارے فیصلے سے بہت خوش ہوں گی۔"

حاشر نے مسکراتے ہوئے جواباً کہا تھا تو وہ خاموش ہو گیا۔

"میں ماں جی سے بات کر لوں گا تم فکر نہیں کرو۔"

حاشر کو لگا اسے عائزہ بیگم سے بات کرتے ہوئے مشکل ہو رہی ہے تو گویا ہوا۔

" بھائی۔ مسئلہ یہ نہیں ہے۔"

عارض نے بے بسی سے کہا تھا اور سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔ لیکن بولا کچھ نہیں۔ حاشر نے اسے دیکھا جو بلیک ٹراؤزر شرٹ میں رف سے حلیے میں بھی دلکش لگ رہا تھا۔ اسے عارض میں اپنے باپ کی جھلک نظر آتی تھی۔ ان کے جیسی بادامی آنکھیں اور ان کے جیسا رعب و دبدبہ۔ ان کے جیسا ہی بول چال اور پھر ان کے جیسی ہی دلکش مسکراہٹ۔ اسے اپنے چھوٹے بھائی میں اپنے باپ کی جوانی نظر آ رہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اس کی نظر اتارتا دوبارہ گویا ہوا۔

"اب بول بھی چکو۔ اصل مسئلہ کیا ہے؟"

حاشر نے کچھ گھورتے ہوئے استفسار کیا تھا تو وہ گلا کھنکھار کر گویا ہوا۔

"مسئلہ یہ ہے کہ میں کسی کو پسند کرتا ہوں لیکن ابھی اس کے جواب کا منتظر ہوں۔"

عارض کی بات پر وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ کس کو پسند کرتا ہے لیکن اس بارے میں واضح طور پر کچھ نہ بولا۔

"تم نے اس لڑکی سے اس بارے میں پوچھا ہے؟"

حاشر نے استفسار کیا تھا۔

"ابھی تک تو نہیں۔"

عارض نے کہتے ہوئے اپنا نچلا لب دبایا تھا۔ یہ واضح علامت تھی کہ وہ کنفیوز ہے اور اس سے پوچھتے ہوئے ڈرتا ہے۔

"تو کب پوچھو گے؟ دل کے معاملات میں دیر نہیں کرتے۔"

حاشر نے اسے سمجھایا تھا۔

"میں سمجھتا ہوں۔ بس ہمت نہیں ہو پاتی۔"

عارض کی بات پر حاشر کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"عارض! اس سے صاف اور سیدھے الفاظ میں بات کرو۔ لڑکیوں سے جتنے واضح الفاظ میں پوچھا جائے گا وہ اتنے ہی بہتر طریقے سے جواب دیں گی۔"

حاشر کی بات پر وہ سمجھتے ہوئے سر ہلا گیا تھا تو تبھی دروازے سے اندر داخل ہوتی عمارہ نے حاشر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ کتنی لڑکیوں سے آپ واضح الفاظ میں بات کر چکے ہیں؟"

عمارہ کی بات پر عارض ہنس دیا تھا۔

"یونیورسٹی کی ہزار میں سے تقریباً نو سو لڑکی سے۔"

عارض نے جلتی پر تیل چھڑکا تھا جس پر حاشر نے اسے گھورا تھا اور فوراً گویا ہوا تھا۔

"واضح الفاظ میں بات کرنا بھی ٹیلنٹ ہوتا ہے۔ اب دیکھو تم نے کبھی کسی لڑکی کو پہلے پرپوز کیا ہوتا تو آج یوں ٹینشن میں راتیں نہ جاگ رہے ہوتے۔"

حاشر کی بات پر عارض نے آنکھیں گھمائی تھیں۔

"آپ کے پاس تو خیر یہ ٹیلنٹ بہت موجود ہے۔"

عمارہ کی بات پر وہ مسکرا کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"کونسا ٹیلنٹ؟"

حاشر نے استفسار کیا تو عمارہ بولی۔

"ہر لڑکی سے واضح الفاظ میں بات کرنے والا۔"

"بیگم اب تم مجھ پر شک کر رہی ہو۔"

حاشر نے دہائی دی تھی۔

"حرکتیں ٹھیک کر لیں تو شک کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔"

عمارہ کی بات پر عارض مزید اپنی ہنسی نہ روک سکا اور دل کھول کر ہنس دیا۔

"چلو بیگم۔ کمرے میں جا کر بے عزتی کر لینا۔ چھوٹا ہے وہ مجھ سے۔ اس کے سامنے تو عزت رہنے دو۔"

حاشر نے اسے کھینچتے ہوئے لے جانا ہی بہتر سمجھا تھا۔ پیچھے عارض ہنستا ہوا نفی میں سر ہلا گیا تھا۔

کمرے کی بتیاں گل کر تا وہ بالکنی میں آ گیا تھا اور چاند کو تکنے لگا تھا۔ لیکن اس بار جذبات مختلف تھے۔ کل ہونے والی ملاقات کو سوچ کر وہ مسکرا دیا تھا۔

===========

وہ آفس سے تھکی ہاری گھر لوٹی تھی۔ یونیورسٹی تو ختم ہو چکی تھی تو اب زیادہ تر وہ آفس میں ہوا کرتی تھی۔ کچھ نئے آئیڈیاز پر کام شروع کر رکھا تھا جس کی وجہ سے مصروفیات بڑھ گئی تھی۔ سارا سارا دن وہ نت نئے تجربات کرتی اور نئے ڈیزائنز کے لیے آئیڈیاز سوچتی تھی۔ اس سب میں توانائی سرف ہو رہی تھی تو اس لیے وہ اب اکثر رات کا کھانا کھا کر کافی کا مگ تھامے اپنے کمرے میں آ جاتی تھی۔ ابھی بھی وہ گرم گرم کافی کا مگ تھامے بالکنی میں لگے جھولے پر آ بیٹھی تھی اور چاند کو تکنے لگی تھی۔ کل ہونے والی ملاقات کو سوچ کر وہ مطمئین ہو گئی تھی۔

=========

وہ آج آفس نہیں گئی تھی۔ عائشہ کو ضروری چیزیں میل کرتی وہ اب تیار ہونے چل دی تھی۔

وہ صبح سے لان میں کوئی دو سو چکر کاٹ چکا تھا۔ الفاظ کو ترتیب دینے کی تگ و دو میں مصروف نظر آ رہا تھا۔ پھر گہری سانس ہوا کے سپرد کرتا کپڑے تبدیل کرنے کے ارادے سے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

وہ پیروں میں سینڈل پہنے جب بستر سے اٹھی تو ایک آخری نظر خود کو آئینے میں دیکھا تھا۔ سفید کرتا جس پر جگہ جگہ نیلے پھول بنے تھے، اس کے ساتھ سفید کیپری پہنے، ہم رنگ دوپٹہ کو ایک طرف ڈالے، بال نفاست سے سٹائلش چٹیا میں

باندھے آگے کو دوسرے کاندھے پر ڈال رکھے تھے۔ میک اپ سے پاک چہرہ وہ ایک نظر دیکھتی اب باہر نکل آئی تھی۔
حوا اس وقت آفس ہوا کرتی تھی اور زنیرہ بیگم کو ڈھونڈتی ہوئی وہ ان کے کمرے تک آئی تو وہ آرام کر رہی تھیں۔ اس نے انہیں تنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور گاڑی کی چابیاں اٹھاتی طہ کی گئی جگہ کے لیے نکل گئی۔
دوسری جانب وہ بلیک شرٹ کے ساتھ گرے پینٹ پہنے، پیروں میں جاگرز ڈالے ایک نظر شیشے میں خود کو دیکھتا ہوا باہر نکل آیا تھا۔ حاشر ابھی آفس ہی تھا، عائزہ بیگم اور عمارہ بیٹھی باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔
"میں کچھ دیر میں آجاؤں گا۔"
عائزہ بیگم کو پیچھے سے ہی ہگ کرتے ہوئے اس نے بولا تو وہ اس کا منہ چوم گئیں۔
"دھیان سے جانا۔"
عائزہ بیگم نے نصیحت کی تو وہ ٹھیک ہے کہہ کر جانے لگا جبکہ عمارہ نے اسے انگوٹھا دکھا کر زیر لب بیسٹ آف لک کہا تھا جس پر وہ مسکرا دیا اور چابیاں اٹھاتا باہر نکل گیا۔

========

وہ جب وہاں پہنچی تو ارد گرد نظریں دوڑانے لگی۔ وہ کچھ دور ہی ایک بینچ پر بیٹھا ہوا نظر آیا تھا۔ پارک کے اس حصے میں بچوں کا شور کم تھا اور فیملیز کچھ فاصلے پر گروپس کی صورت میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان سے کچھ فاصلے پر عارض بینچ پر بیٹھا دور کھیلتے بچوں کو کھیلتا دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ عمائمہ نے گلا کنکھار کر اسے اپنی جانب متوجہ کیا تو عارض کے دل نے رفتار پکڑی۔ وہ اٹھا اور مڑ کر اسے دیکھا جو اسی کی منتظر تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیے۔ عارض نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ کہنے لگی۔
"واک کرنا بہتر نہیں ہو گا کیا؟"
اس کی بات پر وہ جگہ چھوڑتا ساتھ چلنے کے لیے تیار تھا۔
"جیسا آپ کو بہتر لگے۔"

urdunovelsblog

اکتوبر کا آغاز اور مدھم سروں میں چلتی ہوا ان کی دھڑکنوں کی اکاسی کر رہی تھی۔ وہ دونوں دھیمے دھیمے قدم اٹھاتے سبزہ زار پر چلنے لگے۔

حال احوال کے تبادلے کے بعد کچھ دیر معنی خیز سی خاموشی چھا گئی۔ پھر عمائمہ نے گلا کھنکھارا اور اسے مخاطب کیا۔

"کیا تم مجھے معاف کر سکتے ہو؟"

عمائمہ نے رک کر ایک امید کے ساتھ اس سے استفسار کیا تھا۔ سوال بے تکا تھا کیونکہ وہ اس کے ساتھ چل رہا تھا، اس سے ملنے آیا تھا اور اس کا انتظار کر رہا تھا تو کیا وہ معافی مانگنے سے پہلے ہی اسے معاف کر چکا تھا؟

"کیا آپ مجھ سے نکاح کریں گی؟"

سوال یکدم تھا کہ عمائمہ بری طرح چونکی تھی۔ وہ قدم روک کر اسے دیکھنے لگی تھی جس کے چہرے پر مزاح کا کوئی شبہ نہیں تھا۔

"تم۔۔ کیا کہہ رہے ہو؟ میں تم سے معافی کا پوچھ رہی ہوں۔"

عمائمہ نے جیسے اسے ہوش دلانا چاہا تھا لیکن محبت کے سمندر میں غرق ہوا انسان صرف ڈوبنا جانتا ہے تیرنا نہیں۔

"اور میں آپ سے ساری زندگی کے ساتھ کا پوچھ رہا ہوں۔"

عارض نے نرم مسکراہٹ سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ وہ چپ ہو گئی۔ پھر کچھ لمحوں کے توقف کے بعد بولی۔

"میری زندگی میں شادی کا لفظ نہیں ہے۔"

عمائمہ کی آواز بہت مدھم تھی۔ وہ چلتی ہوئی پاس موجود بینچ پر آ بیٹھی۔ عارض نے اس کی پشت کو دیکھا تھا اور پھر خود بھی بینچ کے دوسرے کونے پر جا بیٹھا۔ مدھم سروں میں ہوا چل رہی تھی۔

"آپ کو میرے کردار پر بھروسہ ہے؟"

عارض نے سر جھکائے ہوئے گھاس کو نظروں میں رکھے استفسار کیا تھا۔

"ہاں۔"

جواب بغیر کسی دیر کے آیا تھا۔

"نہیں! آگر آپ کو میرے کردار پر بھروسہ ہوتا تو آپ انکار نہ کرتیں۔"

عارض کی بات وہ اپنی امبر رنگ آنکھیں اس پر جما گئی۔
"میں نے انکار تو نہیں کیا۔"
اس کی بات پر وہ مسکرا کر نظریں اٹھائے اسے دیکھنے لگا۔
"آپ نے اقرار بھی تو نہیں کیا۔"
عارض کی بات پر کچھ دیر فضا میں معنی خیز سی خاموشی چھائی رہی۔
"دیکھیں عمائمہ۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو صرف اذیت دے رہے ہیں۔ میں آپ کو پسند کرتا ہوں اور آپ کو اپنا محرم بنانے کا خواہشمند ہوں۔ آپ بھی کہیں نا کہیں مجھ پر اعتبار کرتی ہیں جو کہ آپ عام طور پر کسی مرد پر نہیں کرتیں۔"
عمائمہ اس کی بات سے متفق تھی۔ وہ سانس روکے اسے سن رہی تھی۔
"آپ مجھ سے معافی مانگ رہی ہیں لیکن میں آپ کا شکر گزار ہوں کیونکہ اس وقت میں مجھ پر کچھ باتیں آشکار ہوئی ہیں۔ کچھ احساسات۔ محبت کسے کہتے ہیں۔ وہ سب معلوم ہوا ہے۔ تو مجھے اس خوبصورت جذبے سے روشناس کروانے کا شکریہ۔"
عارض نے کہتے ہوئے گھاس سے نظریں ہٹائیں اور اس کی امبر رنگ آنکھوں میں دیکھا جو دم سادھے اسے سن رہی تھی۔
اس نے کچھ دیر ان آنکھوں میں دیکھا تھا جہاں کئی جذبات تھے۔ لمحے سرکنے لگے اور پھر وہ نظریں پھیر گیا۔ عمائمہ نے بھی اپنی نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔
"آج رات تک اس بارے میں سوچ لیجئے گا۔ کل رشتہ بھیج دوں گا۔ ہاں کر دیں گی تو کسی کو اس کی محبت مل جائے گی اور انکار کر دیں گی تو خاموشی سے آپ کی زندگی سے چلا جاؤں گا۔"
وہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ فضا میں معنی خیز سی خاموشی تھی۔ وہ اس کے کسی جواب کا منتظر تھا لیکن وہ خاموش تھی اور پھر وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔
"میں سوچ کر بتاؤں گی۔"

urdunovelsblog

عارض نے مشکور نظروں سے اسے دیکھا تھا اور پھر وہ دونوں ایک ساتھ پارک سے نکل آئے تھے۔ لمبے سایہ دار درخت پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کی باتیں سنتے پودے اب انہیں دور جاتا دیکھ رہے تھے۔

============

وہ گھر آ کر سیدھا حوا کے کمرے میں گئی تھی جو ابھی آفس سے آئی تھی اور عبایہ اتار رہی تھی۔ نقاب کھول کر ایک طرف رکھتی اب وہ سکارف کی پنز ڈھیلی کر رہی تھی۔

"حوا۔ مجھے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔"

عمائمہ نے ہاتھوں کو باہم مسلتے ہوئے کہا۔ وہ بغیر دروازہ ناک کیے اندر آ چکی تھی اور ایسا صرف وہی کر سکتی تھی۔ حوا کا کمرہ ہلکے رنگوں کی امتزاج میں سجا تھا۔ جس سے کمرے کا ماحول اور ہر چیز ہلکا ہلکا اور پر سکون ہونے کا تاثر پیش کر رہی تھی بالکل حوا کی ذات کی طرح۔

"ٹھنڈ رکھ بہن۔"

حوا نے اس آفت کی پڑیا کو دیکھا تھا جو آج کنفیوز دکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا کوئی ضروری بات ہے؟"

حوا کے استفسار کرنے پر وہ خاموشی سے سر ہلا گئی۔

"تم چلو میں فریش ہو کر کافی کے دو مگ لے کر آتی ہوں۔"

حوا کے کہنے پر وہ گہرہ سانس بھرتی اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ حوا کا کمرہ عمائمہ کے کمرے کے عین سامنے تھا۔ وہ اپنے کمرے میں جاتی فریش ہوئی اور ہلکے پھلکے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس بالکنی میں آ کھڑی ہوئی۔ مغرب کے بعد اندھیرا پھیل چکا تھا اور اب فضا میں دھیرے دھیرے سکوت پھیل رہا تھا۔ اکتوبر کے آغاز کے ساتھ ہی فضا رات کے وقت سرد ہونا شروع ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ مکمل بازوؤں والی شرٹ پہنے ہوئے تھی۔ وہ ہمیشہ کھلے کھلے لباس پہننے کو ترجیح دیتی تھی۔ کبھی پینٹ بھی پہنے تو کارگو پینٹ پہنتی یا پھر فلیپر۔ شرٹس بھی اس کی عام طور پر اس کے سائز سے دگنی ہی ہوتی تھیں۔ وہ بالکنی پر موجود جھولے پر بیٹھی خاموشی سے عارض کے کہے الفاظ کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اس کے سامنے اس کا عکس نمایا ہوا۔ ایک ہیولہ جو دیکھتے ہی دیکھتے اس کی شکل اختیار کر گیا۔

urdunovelsblog

"وہ تمہیں پسند کرتا ہے عمائمہ۔ تمہیں یہ بات معلوم تھی شروع سے۔تو تم حیران کس چیز پر ہوئی تھی؟"
اس کے ہیولے نے اس سے سوال پوچھا تھا۔ عمائمہ نے اس ہیولے کی امبر رنگ آنکھیں دیکھی تھیں۔
"بعض اوقات ہمیں بہت سی چیزوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ ہم نے خود محسوس کی ہوتی ہیں لیکن ہم ان کو حقیقت نہیں مانتے اور جھٹلا دیتے ہیں۔ پھر جب وہ چیزیں حقیقت میں رونما ہوتی ہیں تو انسان کی حیرت قدرتی فعل ہوتا ہے۔"
عمائمہ اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے بول رہی تھی جو ریلنگ سے ٹیک لگائے اسے سن رہا تھا۔
"تم اس سے ملنے لاہور کیوں گئی تھی؟ تم چاہتی تو اس کے یہاں آنے کے انتظار کر سکتی تھی!"
اس کا ہیولہ اس سے جواب طلب تھا۔
"میں اس ہوٹل میں جا کر خود سے ساری حقیقت جاننا چاہتی تھی۔"
اس نے اس ہیولے کو صفائی دی تھی جبکہ وہ دونوں ہی جانتے تھے کہ کیا سچ ہے۔
"عمائمہ!!"
حوا کی آواز پر ماحول میں چھایا سکوت ختم ہوا تھا۔اس کا ہیولہ غائب ہو چکا تھا اور عمائمہ اس گہری ہوتی شام میں اکیلی بیٹھی تھی جبکہ حوا بالکنی کا دروازہ عبور کرتی اس کے ہاتھوں میں کافی کا مگ تھماتی اس کے عین سامنے ریلنگ کے ساتھ جا کھڑی ہوئی تھی جہاں کچھ لمحے پہلے اس کا عکس موجود تھا۔
"کیا بات کرنی تھی تم نے؟"
حوا کی بات پر اس نے اپنے ہاتھوں میں تھامے مگ کو دیکھا تھا جس میں اس کی پسندیدہ کافی موجود تھی اور پھر نظریں اٹھا کر چاند کو تلاش کیا تھا جو وہاں موجود نہیں تھا۔ آسمان پر ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے اور چاند کہیں ان کی اوٹ میں چھپا بیٹھا تھا۔ شاید پسندیدہ ہونا تھکا دینے والا کام ہے۔
"میں کچھ دن پہلے لاہور گئی تھی۔"
عمائمہ نے بولنا شروع کیا تو حوا چونکی۔
"کب؟ کیوں؟ بتایا بھی نہیں!!"

حوا کی شکوہ کناں نظروں سے دیکھنے پر وہ ہنس دی۔

"یار بات تو سن لو۔ میں تمہارے لاہور کے اس عشق کو لے کر بہت تنگ ہوں قسمے۔"

حوا نے اسے گھورا تھا جس پر وہ مسکرا دی۔

"تسلی سے میری بات سنو اور درمیان میں بولنا مت۔"

عائمہ کے کہنے پر وہ سر ہلا گئی اور پھر عائمہ نے اسے لاہور جانے سے لے کر اب تک کی ساری بات بتا دی۔

"مطلب وہ اس سب کے باوجود بھی تمہیں شادی کے لیے پرپوز کر چکا ہے۔ واؤ عائمہ۔"

حوا سب کچھ سن کر پرجوش سی بولی تھی جس پر عائمہ اپنا سر پیٹ کر رہ گئی تھی۔

"اففف خدایا۔"

عائمہ رو دینے کو تھی۔ وہ اسے اپنی کنفیوژن بتا رہی تھی اور حوا میڈم پرپوزل کو لے کر پرجوش ہو رہی تھی۔

"عائمہ میری بات سنو! تم آخر کس چیز کو لے کر پریشان ہو؟"

حوا کی بات پر عائمہ نے اسے گھورا تھا۔

"میں کیسے شادی کر سکتی ہوں اس سے؟"

عائمہ نے بے تکی سی بات بولی تھی۔

"جیسے تم شاہزیب سے شادی کرنے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔"

حوا کی بات پر وہ چپ ہو گئی۔

"وہ ایک جذباتی فیصلہ تھا۔"

"جذبات کا استعمال تمہیں یہاں کرنا چاہیے۔ تم یہ حقیقت تسلیم کر لو کہ تم عارض کو پسند کرتی ہو۔"

حوا نے دوٹوک لہجے میں کہا تھا جس پر وہ چڑ گئی۔

"حوا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"مطلب تم عارض کو پسند نہیں کرتی؟"

"اب میں نے ایسا بھی نہیں کہا۔"

عائمہ بے بس ہوئی تھی۔اس کے جواب پر حوا ہنس دی تھی۔

"اچھا چھوڑو پسندیدگی کو۔عارض تمہارے لیے باقی سب سے الگ ہے۔ہے ناں؟"

حوا نے استفسار کیا تو عائمہ سوچ میں پڑ گئی۔

اسے وہ لمحہ یاد آیا جب عائمہ نے اس پر گن تانی تھی اور وہ پھر بھی اسے رات کے اندھیرے میں محفوظ چھوڑ کر گیا تھا۔ اسے وہ پل یاد آیا جب عارض عمارہ کے ساتھ ان کے گھر آیا تھا۔پھر وہ لمحہ بھی آنکھوں کے پردے پر لہرایا جب وہ اسے نیلے گلابوں کے بارے میں بتا رہا تھا۔اس کے ساتھ ہی وہ لمحہ جب وہ قصر سلطان میں داخل ہوئی تھی اور وہ وہاں کھڑا اسی کا انتظار کر رہا تھا۔پھر اس کی وہ نظریں یاد آئیں جو نہ جانے کیا کچھ کہنا چاہتی تھیں۔پھر وہ پل جب عائمہ نے شایان کے سامنے اسے اپنا منگیتر کہا تھا اور اس نے عائمہ کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔اور آخری بار جب عائمہ نے اس پر اعتبار نہیں کیا تھا تو اس کی آنکھوں میں رقم وہ اذیت بھی یاد آئی تھی۔پھر وہ وقت جب وہ پھولے تنفسر کے ساتھ ائیرپورٹ پر آیا تھا اور امید بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے ان کے درمیان کبھی کچھ برا ہوا ہی نہ ہو۔اس کی بادامی آنکھوں کی وہ چمک جو عائمہ کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں اتر آتی تھی،وہ کیسے جھٹلا سکتی تھی؟سہی کہتے ہیں۔۔چاہے جانے کا احساس بہت خوبصورت ہوتا ہے۔

"عائمہ!!!"

وہ حوا کی آواز پر چونکی تھی۔

"کہاں کھو گئی؟"

"وہ۔۔وہ کچھ نہیں۔"

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"حوا۔میں نے کبھی کسی مرد سے محبت،پسندیدگی یا چاہت کی توقع نہیں رکھی لیکن اب یہ احساس دل کو بھلا لگنے لگا ہے کہ میں کسی کی پسند ہوں۔"

عائمہ نے مدھم لہجے میں کافی کے کپ پر انگلی پھیرتے ہوئے سر جھکائے کہا تھا۔حوا اس کی بات پر مسکرا دی۔

"تم عارض سے شادی کر لو۔"

urdunovelsblog

حوا نے اسے تمام مسائل کا واحد حل بتایا تھا۔

"ڈرتی ہوں کہ ہمارا رشتہ بابا اور نورے ماما کے جیسا ہوا تو؟"

عائمہ کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔اس کی بات پر حوا کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔

"حوا ہم بہت چھوٹے تھے۔ تمہیں یاد نہیں ہوں گی کافی چیزیں لیکن مجھے ہر چیز یاد ہے۔"

اس کے لہجے میں نمی گھل گئی تھی۔ حوا چلتی ہوئی اس تک آئی تھی اور اس کے عین سامنے فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھی تھی۔کافی کا مگ سائیڈ پر رکھتی وہ عائمہ کے ہاتھوں سے بھی کافی کا مگ لے چکی تھی۔اسے بھی نیچے زمین پر رکھتی وہ عائمہ کے دونوں ہاتھ تھام گئی تھی۔

"دیکھو عائمہ۔نورے ماما اور بابا کے رشتے میں بے شک بابا غلط تھے۔میں مانتی ہوں انہوں نے ہمیں توجہ نہیں دی۔میں مانتی ہوں انہوں نے نورے ماما کے ساتھ بہت غلط کیا۔لیکن ہر مرد ایک سا تو نہیں ہوتا نا؟اب دیکھو، ہمارے نانا بھی تو ایک مرد تھے۔انہوں نے اپنی حیات میں کبھی نورے ماما اور نانو پر آنچ نہیں آنے دی بلکہ اپنے مرنے کے بعد بھی وہ اتنا سب چھوڑ کر گئے ہیں کہ نانو ساری عمر گھر بیٹھے اچھا کھا پی سکتی ہیں۔انہوں نے اپنے مرنے کے بعد بھی اپنی بیوی کے خیال کا سوچ رکھا تھا۔سو ثابت ہوا ہر مرد ایک سا نہیں ہوتا۔اس لیے یہ حقیقت تسلیم کرو۔شادی تو ہمیں کبھی نا کبھی کرنی ہو گی تو کیوں نا ایک ایسے انسان سے کر لیں جو ہمیں چاہتا ہے اور ہمیں ہمارے سارے زخموں اور ان سیکیوریٹیز کے ساتھ قبول کر رہا ہے۔"

حوا کی باتیں اس کے دل پر اثر چھوڑ رہی تھیں۔اس کے دل کا ایک کونا نرم پڑا تھا اور بس تبھی اس دل کے کونے میں عارض کی چاہت نے ہلکی سی دستک دے دی تھی۔

"اگر تمہارا دل عارض کے لیے مطمئن ہے تو ہاں کر دینا۔"

حوا کہتے ہوئے اپنا مگ اٹھا چکی تھی۔

"لیکن عارض کے بغیر جتنا وقت تم نے گزارا ہے وہ اداس ہی گزارا ہے اس لیے یہ تسلیم کر لو کہ وہ ہمیشہ کے لیے تمہاری زندگی سے چلا گیا تو تمہاری زندگی واپس اسی موڑ پر آ جائے گی جہاں پہلے ہوا کرتی تھی۔تمہاری زندگی میں کئی مرد آئیں گے لیکن ان میں سے کوئی عارض سلطان نہیں ہو گا جو تمہیں تمہاری ان سیکیورٹیز کے ساتھ قبول کر سکے۔ل"

وہ کہتے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھی۔ وہ جتنا کر سکتی تھی وہ کر چکی تھی۔ باقی اب عمائمہ کا خود کا فیصلہ تھا۔

عمائمہ کا دل ہر طرح سے عارض کے معاملے میں نرم پڑ چکا تھا۔ وہ اسے اس کی تمام خامیوں سمیت قبول کر رہا تھا تو کیا وہ اسے اس کی چاہت سمیت قبول نہیں کر سکتی تھی؟

حقیقت یہ ہے کہ جسے کبھی محبتیں نہ ملی ہوں اور ایک وقت میں اسے محبت، توجہ اور چاہت ملنا شروع ہو جائے تو اسے ان محبتوں سے بھی ڈر لگنے لگتا ہے۔ کیونکہ وہ محبت، وہ چاہت اور وہ توجہ اس کے معمول کے خلاف ہوتی ہے اور معمول کے خلاف چیزوں کو قبول کرنے میں وقت درکار ہوتا ہے۔

===========

وہ گھر جا کر فریش ہوا تھا اور رات کے کھانے پر جب سب موجود تھے تو گلا کھنکھار کر کہنے لگا۔

"ماں جی۔ مجھے ضروری بات کرنی ہے۔"

عارض کے سنجیدہ لہجے پر باقی تینوں نفوس بھی چونکے تھے۔

"ہاں میرا بیٹا بولو۔"

عائزہ بیگم نے کھانے سے ہاتھ روک کر اپنے چھوٹے سپوت کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اس نے ایک نظر حاشر اور عمارہ کو دیکھا جو منتظر تھے۔ اور حاشر کو اچانک یاد آیا تھا کہ وہ کیا بات کرنے والا ہے۔

"آپ کو یاد ہے آپ نے نورے خالہ کی بیٹی کے رشتے کی بات کی تھی مجھ سے؟"

عارض نے کنفیوز ہوتے ہوئے استفسار کیا تھا۔ اس کے انداز پر حاشر اور عمارہ ہنس دیے تھے۔

"بات کیوں گھما رہے ہو عارض۔ مدعے پر آؤ۔"

حاشر نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تھا۔ البتہ عائزہ اس کے مزید بولنے کی منتظر تھیں۔

"میں ان سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

عارض نے مدھم لہجے میں کہا تو عائزہ پورے دل سے مسکرا دی تھیں۔ جبکہ حاشر کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"حوا کی بات کر رہے ہو نا عارض؟"

عمارہ نے جان بوجھ کر اسے تنگ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں بھابھی۔ میں عمائمہ سے نکاح کا خواہشمند ہوں۔"

عارض نے جلے کٹے لہجے میں حاشر اور عمارہ کو گھورتے ہوئے کہا تو عمارہ اس کے کان کھینچ گئی۔

"میں تو بہت خوش ہوں تمہارے فیصلے سے۔"

عائزہ نے خوش ہوتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"لیکن ماں جی۔ میں کل ہی رشتہ بھیجنا چاہتا ہوں۔"

اس بار اس کا لہجہ اٹل تھا۔

"مجھے پھوپھو سے بات تو کرنے دو۔"

عائزہ نے اتنی جلدی مچانے پر اعتراض اٹھایا تھا۔۔

"ان کو فون پر بتا دیجیے گا کہ ہم کیوں آرہے ہیں۔ اور ہر طرح کے جواب کے لیے تیار رہیے گا۔"

عارض کی بات پر وہ تینوں خاموش ہو گئے۔

"سب تمہاری خواہش کے مطابق ہو گا میرا چاند۔"

عائزہ نے محبت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اٹھ کر اس کا ماتھا بھی چوم دیا تھا۔ وہ اس کے فیصلے سے بہت خوش تھیں کیونکہ انہیں عمائمہ پسند تھی۔

"اس چاند پر لگا گرہن بھی دیکھ لیں۔"

حاشر نے جلے کٹے لہجے میں کہا تو سب اس کے جلنے پر ہنس دیے۔ عائزہ بیگم جا کر زنیرہ بیگم کو کل آنے کی اطلاع دے چکی تھیں اور آنے کا مقصد بھی بتا چکی تھیں۔ جس پر زنیرہ بیگم نے وقت مانگا تھا لیکن عائزہ نے کہہ دیا تھا کہ عمائمہ کا کل جو بھی فیصلہ ہو گا ہمیں قبول ہو گا، جس پر وہ خاموش ہو گئی تھیں۔

============

اگلے روز نور منزل میں ہر طرف گہما گہمی تھی۔ وہ رات کو کافی دیر سے سوئی تھی جس کے عوض آج دیر سے آنکھ کھلی تھی۔ سر کچھ بھاری ہونے کی وجہ سے وہ گھر سے ہی کام کر رہی تھی۔ فریش ہوتی ہوئی وہ بالکنی میں آ بیٹھی تھی اور تازہ ہوا میں سانس کھینچتی اپنا آئی پیڈ لیے وہ کام میں مشغول ہو گئی تھی۔ اکتوبر کے آغاز کے ساتھ ساتھ پاکستان میں شادی سیزن

کا آغاز بھی ہوا چلا تھا۔ عمائمہ چونکہ عروسی جوڑے ڈیزائن کرتی تھی تو اس کا کام بھی بڑھ چکا تھا۔ ہر ایک کی فرمائش ایک یونیک اور کامدار جوڑے کی ہوا کرتی تھی۔ شادی کا ایک ہی دن ہوتا ہے اور اس میں دلہنیں اپنے جوڑے کو خوبصورت سے خوبصورت دیکھنا چاہتی تھیں۔ ایسے میں عمائمہ اور اس کی ٹیم کام میں کافی حد تک مصروف رہتے تھے۔ ابھی بھی اس نے دو دن سے چھوڑا ہوا ڈیزائن مکمل کیا تھا۔ کچھ چیزیں اندر مزید ایڈ کرتی وہ اسے مکمل کر رہی تھی۔ جیسے ہی وہ مکمل ہوا اس نے ایک نظر اسے دیکھا اور خود کو سراہا تھا۔ وہ بلاشبہ بہت خوبصورت ڈیزائن تھا۔ اس سب میں اسے بارہ بج چکے تھے۔ وہ فارغ ہوتی ہوئی نہانے کی غرض سے واشروم جانے لگی کہ یونہی موبائل پر آئے میسج پر نظر پڑ گئی۔

"ہم کچھ دیر میں نکل رہے ہیں۔ آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔"

وہ چونکی تھی اور ہڑبڑا کر میسج کا ٹائم دیکھا تھا جو آدھے گھنٹے پہلے کا تھا۔

"اُفف عارض اتنی بھی کیا جلدی تھی۔ واقعی آج ہی آ گئے تم تو۔"

عمائمہ کہتے ہوئے نیچے بھاگی تھی اور ہر طرف ہوتی تیاریاں دیکھ رہی تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی زنیرہ بیگم کے پاس پہنچی تھی جو اپنی نگرانی میں کھانا تیار کروا رہی تھیں۔

"نانو۔ کون آ رہا ہے؟"

اسنے دھڑکتے دل سے پوچھا تھا۔ زنیرہ بیگم اسے دیکھ کر چونکی تھیں اور پھر مسکرا کر اسے ساتھ لیتیں اپنے کمرے میں آ گئی تھیں۔

"عمائمہ! عائزہ لوگ آ رہے ہیں۔ عارض کے لیے تمہارا ہاتھ مانگنے۔"

نانو کی بات پر وہ خاموش ہو گئی۔ تو وہ واقعی آج ہی آ رہا تھا۔ اتنی بھی کیا جلدی تھی۔ افففف۔ وہ جھنجھلائی تھی۔

"فیصلہ وہی ہو گا جو تمہارا ہے لیکن میں دل سے اس رشتے پر راضی ہوں۔ عارض سے بہتر بہت ہوں گے لیکن میری نظر میں وہ تمہارے لیے بہترین ہے۔ باقی فیصلہ تمہارا اپنا ہے۔"

زنیرہ بیگم محبت سے کہتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے بالوں پر پھیر گئی تھیں اور پھر کوئی جواب نہ پا کر اٹھ کر کمرے سے جانے لگی تھیں کہ عمائمہ گویا ہوئی۔

"مجھے اس رشتے سے کوئی مسلئہ نہیں ہے نانو۔ بس میری خواہش ہے کہ رخصتی سادگی سے ہو۔"

عمائمہ کی بات پر وہ پلٹی تھیں اور آنکھوں میں نمی لیے مسکرائی تھیں۔

"تم راضی ہوں نا؟"

زنیرہ بیگم کی نم آواز پر وہ مسکرائی تھی اور چلتی ہوئی ان تک آتی ان کے جھڑیوں زدہ ہاتھ تھام گئی تھی۔

"جی نانو میں پورے دل سے راضی ہوں۔"

اس کی بات پر زنیرہ بیگم نے اس کا ماتھا چوما تھا اور اسے گلے لگایا تھا۔

"صدا خوش رہو۔اور جاؤ اب جلدی سے اچھا سا تیار ہو جاؤ۔"

نانو نے کہتے ہوئے اسے کمرے سے باہر بھیجا تھا تو وہ مسکراتی ہوئی اپنے کمرے میں تیار ہونے چل دی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ ہلکے آسمانی رنگ کی شلوار قمیض کے ساتھ ہم رنگ دوپٹہ گلے میں ڈالے، بالوں کو ادھ کھلا چھوڑے، ہلکے سے میک اپ میں وہ تیار کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی۔ کچھ دیر پہلے ہی مہمان آئے تھے۔ حوا اسے آکر اطلاع دے گئی تھی اور اسے نیچے آنے کا کہہ گئی تھی۔ وہ کنفیوز ہوتی خود کو آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ پھر گہری سانس بھرتی باہر نکل آئی تھی۔

لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر سامنے صوفے پر بیٹھے عارض پر پڑی تھی جو زنیرہ بیگم کی کسی بات پر دل کھول کر ہنس رہا تھا اور پھر ساتھ ہی ساتھ ان سے کوئی بات کر رہا تھا۔ وہ چلتی ہوئی اندر داخل ہوئی اور پھر سب کی توجہ کا مرکز بن گئی۔ عارض پلک جھپکے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے گھورنے پر وہ مسکراتا ہوا نظریں پھیر گیا تھا۔

کافی دیر باتوں کے بعد جب عائزہ نے اپنے آنے کا مدعہ دوبارہ پیش کیا تو باقی سب کے ساتھ ساتھ حوا بھی اس کے جواب کی منتظر تھی۔ حوا نے سوالیہ نظروں سے اسے اشارہ کیا تھا۔ حوا کی نقاب میں لپٹی آنکھوں میں انکار سننے کا اندیشہ تھا۔

سب عمائمہ کے جواب کے ہی منتظر تھے۔ اس نے گہری سانس بھری اور کہنے لگی۔

"مجھے رشتہ منظور ہے۔"

اس نے کہتے ہوئے نظریں عارض پر جمائی تھیں اور عارض کی آنکھوں میں ناچتے خوشی کے جگنو دیکھتی وہ نظریں پھیر گئی تھی۔ سب نے مبارک باد کا شور بلند کیا تھا جب وہ دوبارہ گویا ہوئی۔

"لیکن میں رخصتی سادگی سے چاہتی ہوں۔"

urdunovelsblog

اس کی بات پر کسی کو خاص اعتراض نہ ہوا تھا لیکن حاشر نے اپنا اعتراض پیش کیا تھا۔

"میرا اکلوتا بھائی ہے اور ہے بھی لاڈلہ تو میں تو سب دھوم دھام سے کرنا چاہتا ہوں۔"

حاشر کی بات پر حوا نے جواباً کہا تھا۔

"آپ ولیمہ دھوم دھام سے کر لیجیے گا۔ وہ بس رخصتی سادگی سے چاہتی ہے۔"

حوا کی بات پر عمائمہ نے مشکور کن نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ اس سے پہلے کہ حاشر دوبارہ کچھ کہتا عارض گویا ہوا تھا۔

"ہمیں منظور ہے۔ کیوں ماں جی؟"

عارض نے کہتے ہوئے عائزہ کی رائے مانگی تھی جس پر وہ کہنے لگیں۔

"جیسا عمائمہ چاہے۔"

ان کی بات پر عارض نے عمارہ کو نظروں میں کوئی اشارہ کیا تھا تو عمارہ سمجھتے ہوئے حاشر کو لیے باہر چلی گئی اور اسے سمجھا بجھا کر واپس آ گئی۔

"ٹھیک ہے ہمیں منظور ہے۔"

حاشر کی بات پر سب مسکرا دیے اور پھر باتوں ہی باتوں میں شادی کی تاریخ طہ ہو گئی جو کہ یکم نومبر تھی۔ شادی میں ایک ماہ تھا لیکن لڑکی والوں کیلئے لیے وہ بھی کم ہی ہوتا ہے۔

عائزہ نے ہر قسم کے جہیز سے انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے عمارہ کی بار بھی کسی قسم کا کوئی جہیز قبول نہیں کیا تھا۔

اچھے ماحول میں کھانا کھایا گیا اور پھر قصر سلطان کے مکین اپنے گھر کو لوٹ گئے۔ اس کے بعد عمائمہ کو صرف ایک میسج موصول ہوا تھا۔

"مجھ پر اعتبار کرنے کا شکریہ۔ آپ کا اعتبار رائیگاں نہیں جائے گا۔ انشاءاللہ!"

عمائمہ نے میسج پڑھ کر جواباً 'انشاءاللہ' کہا تھا اور پھر دونوں شادی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

عمائمہ کو کسی قسم کی فضول رسومات میں دلچسپی نہیں تھی۔ نہ وہ مہندی چاہتی تھی نا ڈھولک اور نہ ہی سنگیت۔ وہ سادگی سے نکاح کے حق میں تھی۔ اس نے اپنا عروسی جوڑا بھی خود ڈیزائن کیا تھا اور اسے سادگی کے ساتھ ساتھ خوبصورت بھی بنایا تھا۔ اس کے کوئی ایسے خاص رشتہ دار نہیں تھے۔ اگر تھے بھی تو عمائمہ انہیں بلانے کے بالکل حق میں نہیں

تھی۔اس کا کہنا تھا کہ جو برے وقت میں ساتھ نہ نبھا سکا،ان کے ساتھ کی اچھے وقت میں بھی ضرورت نہیں ہے۔وہ تیاریوں کے ساتھ ساتھ کوشش کرتی تھی کہ حوا اور زنیرہ بیگم کے ساتھ بھی زیادہ سے زیادہ وقت گزار سکے اور اسی لیے وہ روز شام کو تینوں لان میں بیٹھ کر گھنٹوں باتیں کیا کرتے تھے۔

دوسری جانب عارض، برہان اور حاشر مکمل طور پر عمارہ اور عائزہ کے ہاتھ آچکے تھے۔روز بروز بازاروں اور مارکیٹوں کے چکر لگا کر وہ کملا گئے تھے۔عائزہ اپنی بہو جیسی بیٹی کے لیے بڑھ چڑھ کر خریداری کر رہی تھی جبکہ عمارہ اس سب میں ان کا بھرپور ساتھ دے رہی تھی۔اس کے علاوہ عارض اور برہان مسلسل ان کے ساتھ تیاریوں میں مصروف تھے اور حاشر آفس کا بہانہ لگا کر کم کم ہی ان کے ہاتھ آتا تھا۔

=============

ابھی بھی وہ تینوں نور منزل کے لان میں شالیں کاندھوں پر اوڑھے ہوئے بیٹھی باتوں میں مصروف تھیں کہ زنیرہ بیگم نے کہا تھا۔

"عمائمہ۔میری ایک آخری خواہش پوری کرو گی تم؟"

عمائمہ نے کافی کا مگ ٹیبل پر رکھ کر ان کے ہاتھ تھامے تھے اور اپنے لبوں سے لگائے تھے۔

"نانو آپ حکم کیا کریں۔"

"میں چاہتی ہوں تمہارے نکاح کے گواہوں میں تمہارا باپ بھی شامل ہو۔"

عمائمہ کی ان کے ہاتھوں پر گرفت کمزور ہوئی تھی۔حوا بھی ایک لمحے کو خاموش ہوئی تھی۔

"میری آخری خواہش سمجھ کر پوری کر دو۔"

زنیرہ بیگم نے اس کے ہاتھوں پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن وہ میرے نکاح کے بعد یہاں سے چلے جائیں گے۔اوکے؟"

اس نے نرمی سے ان کے ہاتھوں کی پشت چومتے ہوئے کہا تو زنیرہ بیگم نے اسے محبت سے گلے لگا لیا۔

"مجھے کیوں اگنور کر دیتی ہیں آپ نانو۔"

حوا اٹھ کر ان دونوں کے گلے لگتے ہوئے بولی تھی۔جس وہ دونوں ہنس دی تھیں۔

==========

تیاریوں میں وقت تیزی سے گزرنے لگا تھا۔ چار دن بعد جمعہ کے روز ان کا نکاح تھا اور عمائمہ بری طرح کام میں پھنسی ہوئی تھی۔ عائشہ اندر آئی تھی اور اس کے سامنے کافی رکھتے ہوئے بولی۔

"عمائمہ آپی۔ آپ کو اس وقت گھر ہونا چاہیے۔ یہ سب میں اور ٹیم مل کر سنبھال سکتے ہیں۔ آپ بس ضروری کام نبٹائیں اور گھر والوں کے ساتھ وقت گزاریں۔"

عائشہ نے اسے سمجھایا تو وہ سر ہلا گئی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔ لیکن کام اتنا ہے اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ میں آفس کب آ پاؤں گی تو کیسے ہوگا سب کچھ۔"

عمائمہ جھنجھلاتے ہوئے بولی تھی۔

"سب کچھ ہو جائے گا۔ ریلیکس کریں۔ آپ بس یہ ڈیزائن کمپلیٹ کر دیں اور ان فائلز پر سائن کر دیں۔ اور اپنا برائیڈل ڈریس ٹرائی کر لیں۔"

عائشہ کی بات پر وہ سر جھٹک کر کام میں مصروف ہو گئی اور جلدی سے سارا کام نبٹاتی اپنا عروسی جوڑا منگواتی چینجنگ روم میں چلی گئی۔ جوڑا پہن کر دیکھتی سب ڈن کرتی وہ آفس سے نکلنے کے لیے اٹھی تھی۔

"عائشہ۔ سٹاف کو کہہ دو کل کا لنچ میری طرف سے ہے۔ لوکیشن بھیج دوں گی تو ٹائم سے پہنچ جائیں سب۔"

عمائمہ کی بات پر عائشہ کھلے دل سے مسکرائی تھی۔

"آپ میرے ساتھ چل کر خود کیوں نہیں کہہ دیتیں؟ قسم سے بہت دعائیں ملیں گی۔"

عائشہ کی بات پر وہ ہنستی ہوئی سر ہلا کر اس کے ساتھ ہی باہر آ کر سارے سٹاف کو بتا گئی جس پر سب نے بھرپور خوشی کا اظہار کیا۔

"یہ اتنے خوش کیوں ہو رہے ہیں؟"

عمائمہ نے واپس اپنے کیبن میں آتے ہوئے عائشہ سے پوچھا تو وہ دانتوں کی نمائش کر گئی۔

"اصل میں ہم سب نے شرط لگائی تھی کہ باس ہمیں اپنے نکاح کہ خوشی میں ٹریٹ دیں گی تو ان سے دو دن کی چھٹی مانگیں گے اور اگر باس ٹریٹ نہیں دیتیں تو ان سے ٹریٹ مانگ لیں گے لیکن پھر چھٹی کینسل سمجھنا ہو گی۔"

عائشہ نے آنکھیں مٹک مٹک کر معصومیت سے بات کی تو وہ اس کے انداز اور اس کی بات پر دل کھول کر ہنس دی۔

"توبہ ہے توبہ بھئی۔اتنا کام ہے اور تم لوگوں کو چھٹی چاہیے۔"

عمائمہ نے ذرا رعب دار سے لہجے میں کہا تو عائشہ کا منہ لٹک گیا۔

"مان جائیں نا باس۔بس دو چھٹیاں دے دیں۔جمعہ اور ہفتہ کی۔"

عائشہ نے اسے معصومیت سے دیکھتے ہوئے کہا تو عمائمہ نے بامشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

"دو چھٹیاں یہ اور پھر اگلے دن اتوار کی چھٹی۔اکٹھی تین چھٹیاں۔"

عمائمہ نے جیسے باور کرواتے لہجے میں کہا تھا۔

"امی کافی عرصے سے آبائی گاؤں جانے کا کہہ رہی ہیں اور کام کے بوجھ کے عوض جا ہی نہیں پا رہی۔اب کام کا بوجھ ہلکا ہوا ہے تو سوچا ان تین چھٹیوں میں امی کو لے چلوں گی۔"

عائشہ کی بات پر وہ مسکرا دی تھی۔

"اس کا مطلب تم میرے نکاح پر نہیں آؤ گی؟"

عمائمہ نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا جس پر وہ دانتوں کی نمائش کر گئی تھی۔

"آپ نے ہی تو کہا تھا کہ ماں سے بڑھ کر دنیا میں کچھ نہیں ہوتا۔"

urdunovelsblog

عائشہ کی بات پر وہ آسودگی سے مسکرا دی تھی۔

"ہاں ماں سے بڑھ کر واقعی کچھ نہیں ہوتا۔"

اس کی آنکھوں میں نورے کا مسکراتا ہوا چہرہ آیا تھا۔

"خیر تم لوگ چھٹیاں انجوائے کرنا اور کل لنچ پر ملاقات ہوتی ہے۔"

عمائمہ کہتے ہوئے سربراہی کرسی سے اٹھ کر اپنی جیکٹ اٹھاتی نکلنے کے لیے تیار تھی جبکہ عائشہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی۔

"مطلب ہماری چھٹیاں کنفرم؟"

عائشہ کی بات پر اس نے مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا اور آنکھوں میں آئی نمی کو چھپانے کے لیے گاگلز چڑھاتی آفس سے باہر نکل آئی۔ پیچھے سب چھٹیوں کی نوید سن کر خوشی سے پاگل ہونے کو تھے۔ اتنے کام کے بعد اتنی چھٹیاں مانگنا تو ان کا حق بنتا تھا۔

عمائمہ گاڑی میں بیٹھتی آنکھوں سے چشمے اتارے، آنکھوں میں اتری نمی صاف کر گئی تھی۔ سٹرینگ پر سر ٹکائے وہ رو دینے کو تھی۔ اس کو شدت سے نورے کی کمی محسوس ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ رونے کا شغل فرماتی۔ کسی نے اس کی گاڑی کا شیشہ بجایا تھا۔ عمائمہ نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ باہر کھڑا تھا۔ عارض کو وہاں دیکھتی وہ چونکی تھی۔ اس نے فوراً سے آنکھیں پونچھیں تھیں اور خود کو کمپوز کرتی شیشہ نیچے کر گئی۔ یہ اس دن کے بعد ان کی پہلی ملاقات تھی۔

"تم یہاں؟ خیریت؟"

عارض نے اسکی آواز میں گھلی نمی محسوس کر لی تھی لیکن اسے شرمندگی سے بچانے کے لیے کچھ نہ پوچھا۔

"ماں جی کی کال نہیں آئی آپ کو؟"

عارض کنفیوز ہوتا ہوا شیشے پر جھکے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔"

"شاید بھول گئی ہیں۔"

عارض کہتے ہوئے گاڑی سے پیچھے ہٹا اور بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسکی گاڑی کو گزرنے کا راستہ دے گیا۔ تبھی عمائمہ کے موبائل پر کال آئی تھی۔ نانو کا نام دیکھتی وہ کال اٹھا گئی تھی۔

"عمائمہ۔ عارض کچھ دیر میں تمہارے پاس آ رہا ہے تو اس کے ساتھ جا کر اپنے ولیمے کا جوڑا لے آؤ۔"

اس سے پہلے کہ عمائمہ احتجاج کرتی، زنیرہ بیگم فون کاٹ چکی تھیں۔ عمائمہ نے بے بسی سے فون کو دیکھا تھا اور پھر باہر کھڑے عارض کو جو اسی کا منتظر تھا۔ وہ دوسری سیٹ سے اپنی جیکٹ پکڑتی باہر نکلی تھی۔

"میں عائشہ کو گاڑی کی چابیاں دے آؤں۔ پھر چلتے ہیں۔"

عارض نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔ عمائمہ سر جھٹکتی عائشہ کو گاڑی گھر پہنچانے کا کہتی اس کے ساتھ چل دی تھی۔

urdunovelsblog

کچھ دیر بعد ہی وہ دونوں مال میں گھوم پھر کر ولیمے کا جوڑا پسند کر رہے تھے۔ کافی دیر کی مشقت کے بعد عمائمہ کو جوڑا پسند آیا تھا۔ چونکہ وہ خود ڈیزائنر تھی تو وہ ہر چیز کو دیکھ پرکھ رہی تھی۔ انہوں نے پہلے آگاہ کیا ہوتا تو ولیمے کا جوڑا بھی وہ خود ہی بنا لیتی۔ اس کے بعد عارض اسے لیے جوتوں والے پورشن میں آگیا اور جوڑے کے ساتھ میچنگ جوتا لینے کے بعد اب وہ جیولری پر سر کھپا رہے تھے۔

"اس کا نیکلس اچھا لگ رہا ہے لیکن اس کے جھمکے بہت ہیوی ہیں۔ اس ڈریس کے ساتھ جھمکے اتنے ہیوی سوٹ نہیں کریں گے۔"

عمائمہ نے نیکلس اور جھمکے اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا تھا۔

"تو آپ کوئی اور پسند کر لیں۔"

عارض نے کھلے دل سے آفر کروائی تھی۔

"باقی سب کے ساتھ نیکلس ہیوی ہیں۔"

عمائمہ نے منہ بسورے کہا تھا۔

"عمائمہ آپ کو ایگزیکٹلی چاہیے کیسا؟"

عارض کے سوال پر وہ اسے سمجھانے لگی۔

"بالکل باریک سا نیکلس، اس کے ساتھ ہلکے پھلکے سے بندے اور یہ بندیا وغیرہ نہیں پسند مجھے۔"

عارض نے اس کی بات سنی تھی اور گویا ہوا۔

"آپ کے جوڑے کے دامن پر کام زیادہ ہے اور گلے پر ہلکا پھلکا ہے تو آپ نیکلس تھوڑا سا ہیوی کر لیں۔"

عمائمہ نے اس کی بات پر نفی میں سر ہلایا تھا۔

"پہلے ہی جوڑا بہت زیادہ ہیوی ہے۔ مجھے تو سمجھ نہیں آ رہی میں کیری کیسے کروں گی۔"

عمائمہ نے پریشانی سے کہا تھا جس پر وہ ہنس دیا۔

"اور مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ ہم نے جس رنگ کا آپ کا جوڑا لیا ہے اس رنگ کا میرا کورٹ مجھ پر کیسا لگے گا۔"

عمائمہ اس کی بار پر چونکی تھی۔

urdunovelsblog

"تم سکائے بلیو پینٹ کورٹ پہنو گے؟"

"جی۔"

"پینٹ کورٹ نکاح پر پہن لینا۔ ولیمے پر سفید شلوار قمیض کے ساتھ سکائے بلیو واسکورٹ پہن لو۔"

عمائمہ کی بات پر اس نے اسے گھورا تھا۔

"نکاح جمعہ کی نماز کے بعد ہو گا تو مجھے کوئی شوق نہیں ہے جمعے کی نماز پینٹ کورٹ میں ادا کرنے کا۔"

اس کی بات پر عمائمہ ہنس دی اور وہ اس کی ہنسی میں کہیں کھو گیا تھا۔ شاید پہلی بار اس نے اسے یوں کھل کر ہنستے دیکھا تھا۔ وہ آج بھی سیاہ کارگو پینٹ پر سیاہ شرٹ پہنے ہوئے تھی۔ گلے میں ایک سفید رنگ کا لاکٹ جگمگا رہا تھا جس پر دو دل وقفے وقفے سے بنے تھے۔ وہ لاکٹ کبھی گلے میں پہنے سکارف کی وجہ سے ڈھک جاتا تو کبھی واضح ہو جاتا۔ مال میں گھما گھمی تھی، جس کہ وجہ سے اسے سردی محسوس نہ ہوئی تو اس نے جیکٹ بازوؤں پر ڈال رکھی تھی لیکن عارض نے اس کے ہاتھ سے وہ جیکٹ تھام لی تھی جس پر وہ کچھ بول بھی نہ پائی تھی۔ وہ بالوں کو فرنچ بریڈ میں باندھے ہوئے تھی۔ عمائمہ نے اسے خود میں کھوئے پایا تو اس کا کاندھا ہلایا تھا۔ وہ جیولری کے ڈبے سامنے رکھے جیولر کی شاپ پر بیٹھے تھے۔ عمائمہ کے ہلانے پر وہ چونکا تھا اور ہوش میں واپس لوٹا تھا۔

"ہم چلتے ہیں۔ آپ کو جیسی جیولری چاہیے وہ آپ انہیں بتا دیں، یہ آرڈر پر بنا دیں گے۔ میں پھر لے جاؤں گا آکر۔"

عارض کے کہنے پر وہ مسکرا دی تھی۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے لگتا ہے مجھے نیکلس ہیوی کر لینا چاہیے تو یہ والا ڈن کر دیتے ہیں۔"

عمائمہ نے کہتے ہوئے عارض کی جانب پڑے ڈبے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"آر یو شیور؟"

عارض نے پوچھا تو وہ سر ہلا گئی۔

"مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔"

عارض نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا تو عمائمہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

"کافی دیر ہو گئی ہے، مجھے لگتا ہے اب ہمیں چلنا چاہیے۔ پھر تم گھر جا کر کھانا کھاہیں ما۔"

عمائمہ کی بات پر وہ سر پیٹ کر رہ گیا تھا لیکن چار و ناچار گاڑی میں بیٹھتا اسے گھر چھوڑتا وہ واپس قصر سلطان آ گیا تھا۔
بس چار دن ہی تو تھے۔

کوئی فریاد ترے دل میں دبی ہو جیسے
تو نے آنکھوں سے کوئی بات کہی ہو جیسے

جاگتے جاگتے اک عمر کٹی ہو جیسے
جان باقی ہے مگر سانس رکی ہو جیسے

ہر ملاقات پہ محسوس یہی ہوتا ہے
مجھ سے کچھ تیری نظر پوچھ رہی ہو جیسے

راہ چلتے ہوئے اکثر یہ گماں ہوتا ہے
وہ نظر چھپ کے مجھے دیکھ رہی ہو جیسے

اس طرح پہروں تجھے سوچتا رہتا ہوں میں
میری ہر سانس ترے نام لکھی ہو جیسے

ایک لمحے میں سمٹ آیا ہے صدیوں کا سفر
زندگی تیز بہت تیز چلی ہو جیسے

==============

وہ آفس سے کام نبٹاتی اب اپنی ٹیم کے ساتھ مونال آئی تھی۔ جہاں وہ آج کھانا کھانے کا ارادہ کیے ہوئے تھے۔ ماحول کافی خوشگوار تھا۔ اور آسمان پر بادل چھا رہے تھے۔ وہ اس کے بیرونی ایریا میں بیٹھے اب کھانے کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ سب قریباً چودہ سے سولہ لوگ تھا جو ایک لمبی سی ٹیبل پر بیٹھے تھے اور عمائمہ سربراہی کرسی پر براجمان تھی۔ وہ عائشہ سے مسکراتے ہوئے کوئی بات کر رہی تھی کہ اس کی نظر سامنے اٹھی تھی جہاں نظریں ٹھہر گئی تھیں۔ وہ سامنے کھڑا کسی سے

ہاتھ ملا رہا تھا اور پیشہ ورانہ مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا رکھی تھی۔اس کے بعد وہ سامنے والے کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے اب خود بھی بیٹھ چکا تھا اور پیشہ ورانہ انداز میں بات چیت کر رہا تھا۔عمائمہ لوگوں کا کھانا آچکا تھا اس لیے سب کھانے میں مصروف ہو گئے لیکن اس کی نگاہیں بھٹک بھٹک کر اس طرف جا رہی تھیں جہاں اب وہ بات کرتے ہوئے کافی بھی پی رہا تھا۔

عمائمہ نے کھانے سے ہاتھ روکا اور معذرت کرتی وہاں سے اٹھ کر واشروم کی طرف آ گئی۔اور تبھی عارض کی نظر اس پر پڑی تھی جو بے نیازی سے چلتی ہوئی اس کے ٹیبل کے پاس سے گزری تھی۔وہ اس کی پشت ہی دیکھ سکتا تھا اور اس کی پشت دیکھ کر ہی وہ پہچان گیا تھا۔اس نے سر تا پیر اسے دیکھا تھا جو آج سفید رنگ کی کارگو پینٹ کے ساتھ سفید شرٹ پر پرپل کلر کی لمبی جیکٹ پہنے ہوئے تھی۔اور تبھی اس نے مڑ کر اسے دیکھا تھا۔دونوں کی نظریں ملی تھیں اور عارض نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا تھا۔

عارض سر جھٹک کر سامنے والے کی بات کی طرف متوجہ ہوا تھا اور بات ختم کرتا ہوا سامنے والے کو الوداع کرتا ہوا نا محسوس انداز میں اس کا انتظار کرنے لگا تھا۔جب وہ فون کان سے لگائے کسی سے بات کرتی چلتی ہوئی آئی تھی۔ہمیشہ کی طرح آج بھی پاؤں میں جوگرز مقید تھے۔عارض اسے دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تو اس کو کھڑا ہوتا دیکھ کر اس کے قدم بھی منجمد ہوئے تھے۔

"ٹھیک ہے حوا۔میں آج لیتے ہوئے آؤں گی۔"

اس نے کہتے ہوئے کال کاٹی تھی۔عارض نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"میں اپنے سٹاف کے ساتھ ہوں لنچ پر۔تم جوائن کرو ہمیں۔"

عمائمہ نے کہتے ہوئے اسے باہر کے ٹیبل کی جانب اشارہ کیا تھا۔

"پھر کبھی سہی۔"

عارض نے ٹالنا چاہا تھا۔

"لنچ میری طرف سے ہے۔تم جوائن کرو گے تو مجھے خوشی ہو گی۔"

عارض نے ایک نظر اسے دیکھا تھا اور پھر سر ہلا گیا تھا۔عمائمہ مسکراتے ہوئے آگے چل دی اور ٹیبل پر جا کر سب کو متوجہ کروایا تھا۔

urdunovelsblog

"سو لیڈیز اینڈ جینٹل مین، ہمیں عارض سلطان جوائن کر چکے ہیں۔"

عارض نے مسکرا کر اپنا تعارف کروایا تھا۔ سب کھانے سے ہاتھ روکے دلچسپی سے عارض کو دیکھنے لگے تھے جو وائٹ شرٹ کے ساتھ نیوی بلیو ڈریس پینٹ پہنے، بالوں کو نفاست سے سجائے، عمائمہ کے ساتھ کھڑا بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ وہ مسکرایا تو اس کے گال میں گڑھا ابھرا تھا جو اسے دلکش بنا رہا تھا۔ سب نے خوش دلی سے اس کا استقبال کیا تھا اور عائشہ کی بدولت سب ہی جان چکے تھے کہ عارض ہی کے ساتھ اس کی شادی ہونے والی تھی۔ عائشہ نے سٹاف سے ایک چیئر منگوا کر عمائمہ کی کرسی کے بالکل ساتھ رکھی تھی اور پھر دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ عمائمہ نے عائشہ کو گھورا تو وہ دانتوں کی نمائش کر گئی۔

"ویسے یہ لنچ کس خوشی میں ہے؟"

عارض نے عمائمہ کے لیے کرسی کھینچی اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے استفسار کیا تھا۔ سٹاف کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹیں رینگ گئی تھیں۔

"باس کے نکاح کی خوشی میں۔ بلکہ یہی نہیں، ہمیں تو دو دن کی چھٹی بھی ملی ہے۔"

عائشہ نے چہکتے ہوئے بتایا تھا جس پر عمائمہ اپنا سر پیٹ کر رہ گئی تھی۔

عارض نے مسکراتے ہوئے جگہ سنبھالی تھی اور رخ موڑ کر عمائمہ کو مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

"اتنی خوشی شادی کی۔"

عارض کی بات پر عمائمہ نے ٹیبل کے نیچے سے اپنے بھاری جاگرز اس کے پاؤں پر مارے تھے جس پر وہ درد برداشت کرتا پھر مسکرا دیا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ اس مرتبہ ہماری ٹیم نے بہت پراگریس کی ہے اور پچھلے دو ماہ سے بہت کام بھی کیا ہے تو ایک اچھا لنچ اور کچھ چھٹیاں تو ان کا حق تھا۔ ٹھیک کہا نا عائشہ؟"

عمائمہ نے کہتے ہوئے آخر میں دانت پیس کر عائشہ کو مخاطب کیا تھا جس پر وہ گڑبڑائی تھی۔

"جی بالکل ٹھیک کہا۔ اتنا تو ہماری ٹیم کا حق بنتا تھا۔"

عائشہ نے مسکراتے ہوئے کھانا کھانا شروع کر دیا تھا۔

"ویسے تم یہاں کیا کر رہے تھے؟"

عائمہ نے کباب اس کے سامنے پیش کرتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

"کچھ دن سے کام حاشر بھائی سنبھال رہے تھے لیکن آج وہ ماں جی اور عمارہ بھابھی کے ہتھے چڑھ گئے تو مجھے آنا پڑا کلائنٹ سے ملنے کے لیے۔"

عارض نے پلیٹ میں دو کباب نکالتے ہوئے اسے تفصیلاً بتایا تھا۔

"اچھا۔۔۔"

عائمہ نے سر ہلا دیا تھا۔

"آپ کی تیاریاں مکمل ہو گئیں؟"

عارض نے چاولوں کا چمچ منہ میں رکھتے ہوئے بولا تھا۔

"ہاں بس ضروری کام رہ گئے ہیں۔"

عائمہ نے کباب کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے بولا تھا۔

"کل ماں جی آ رہی ہیں آپ کی مہندی کا جوڑا دینے۔"

"لیکن ہم تو مہندی نہیں کر رہے۔"

عائمہ نے جیسے حیرت کا اظہار کیا تھا۔

"لیکن وہ یہ سب رسومات سے منہ نہیں موڑنا چاہتیں۔"

عارض کی بات پر وہ سر ہلا گئی تھی۔

"ویسے شادی زندگی میں ایک ہی بار ہوتی ہے تو میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ کو کم از کم اپنے قریبی لوگوں کو مدعو کر کے مہندی کی رسم ادا کر لینی چاہیے۔"

عارض کی بات پر وہ رخ موڑ کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"میں اس بارے میں سوچوں گی۔"

"ضرور۔"

عارض اپنی بادامی آنکھوں سے مسکرادیا تھا۔ عمائمہ نے نظریں پھیر لی تھیں۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں اپنے اپنے گھر کو چل دیے تھے۔

نصیب آزمانے کے دن آرہے ہیں
قریب ان کے آنے کے دن آرہے ہیں

جو دل سے کہا ہے جو دل سے سنا ہے
سب ان کو سنانے کے دن آرہے ہیں

ابھی سے دل و جاں سر راہ رکھ دو
کہ لٹنے لٹانے کے دن آرہے ہیں

ٹپکنے لگی ان نگاہوں سے مستی
نگاہیں چرانے کے دن آرہے ہیں

صبا پھر ہمیں پوچھتی پھر رہی ہے
چمن کو سجانے کے دن آرہے ہیں

چلو فیض پھر سے کہیں دل لگائیں
سنا ہے ٹھکانے کے دن آرہے ہیں

=============

آج وہ تینوں لان میں بیٹھنے کی بجائے لاؤنج میں ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ کیونکہ اکتوبر اپنے اختتام کو تھا تو فضا میں سردی زیادہ ہو جایا کرتی تھی۔ حوا اور زنیرہ بیگم کافی دیر سے اسے دیکھ رہے تھے جو کسی گہری سوچ میں مبتلا تھی۔

"کیا ہوا ہے عمائمہ۔"

زنیرہ بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ چونکی تھی۔

"نہیں کچھ نہیں۔"

وہ کہتے ہوئے زبردستی مسکرادی تھی۔

"بتاؤنا۔"

حوانے زور دیا تو وہ ہاتھ میں تھامے کپ پر انگلیاں پھیرتی کہنے لگی۔

"میں سوچ رہی تھی چھوٹی سی مہندی ہم بھی کر لیتے ہیں۔"

عمائمہ کی بات پر زنیرہ بیگم نے بخوشی حامی بھری تھی جبکہ حوا اپنی مسکراہٹ ضبط کر گئی تھی۔اس نے کل ہی ابھی عارض کو فون کر کے کہا تھا کہ وہ کسی طرح عمائمہ کو مہندی کی رسم کے لیے راضی کر لے کیونکہ وہ اپنی اکلوتی بہن کی شادی پر ہر چاؤ پورا کرنا چاہتی تھی۔عارض نے منانے کا وعدہ تو نہیں کیا تھا لیکن بات کرنے کی حامی بھر لی تھی۔

"ہاں ضرور کیوں نہیں۔"

زنیرہ بیگم نے اسے گلے لگا کر محبت سے کہا تھا۔

"میں تو پہلے بھی یہی چاہتی تھی۔"

حوانے مسکراتے ہوئے آنکھیں مٹکائی تھیں۔

"لیکن ہمارے تو جاننے والے ہی نہیں ہیں زیادہ تو آئے گا کون؟"

urdunovelsblog

عمائمہ نے اپنی پریشانی بتائی تھی۔

"ارے اس کی فکر نہ کرو تم۔نانو نے ابھی فون اٹھایا تو کم سے کم بھی دو سو لوگ جان پہچان والے نکل آئیں گے۔"

حوا کی بات پر زنیرہ بیگم نے اسے ایک چپت رسید کی تھی اور ساتھ ہی ہنس بھی دی تھیں۔

"ویسے عمائمہ۔کل تمہارے سسرال والے آرہے ہیں تمہارے شگن کا جوڑا لے کر تو خوب رونق ہو گی۔کل ہی کر لیں تمہاری مہندی؟"

حوا کی بات پر زنیرہ بیگم نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"کل اس کی ابٹن ہو گی اور ابٹن کی دلہن مہندی کا جوڑا کیسے پہنے گی؟"

"پرسوں ہی ہو گی عمائمہ کی مہندی۔"

زنیرہ بیگم نے جیسے فیصلہ کیا تھا۔

"یوں کرنا عمائمہ تم اپنی دوستوں کو بلا لینا اور حوا تم بھی۔ باقی میں اپنے کچھ جاننے والوں کو بلا لوں گی۔"

زنیرہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"فنکشن زیادہ بڑا نہیں کرنا مجھے۔ بس گھر میں ہی کر لیں گے نانو۔"

عمائمہ نے کہا تو زنیرہ بیگم نے سر ہلا دیا۔

"لان میں کر لیں گے۔"

زنیرہ بیگم نے کہا تو حوا نے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے سردی میں مرنے کا بالکل بھی شوق نہیں ہے۔ رات کے وقت باہر کتنی سردی ہو جاتی ہے آپ کو بھی علم ہے۔ ہمارے اتنے کوئی رشتے دار وغیرہ ہیں نہیں نا جان پہچان والے تو ہم لاؤنج میں ہی کر لیں گے۔ یہ سارے صوفے وغیرہ باہر نکلوا دیں تو اچھی خاصی جگہ بنتی ہے۔ ادھر ہی کر لیں گے۔ کیسا رہے گا؟"

حوا نے اپنا آئیڈیا پیش کیا تو زنیرہ بیگم نے انکار کر دیا جبکہ عمائمہ نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں اور سامان کو آگے پیچھے سوچتے ہوئے کہنے لگی۔

"نانو حوا ٹھیک کہہ رہی ہے۔ لاؤنج بہتر رہے گا۔ میں اتنا بڑا فنکشن چاہتی بھی نہیں ہوں بس تھوڑی بہت رسمیں ہوں گی اور پھر کچھ دیر میں فنکشن ختم، تو یہی بہتر رہے گا۔"

عمائمہ کی بات پر حوا نے فخریہ انداز میں اپنے کاندھوں پر ناموجود گرد جھاڑی تھی۔

"ٹھیک ہے بھئی۔ جیسا تم لوگوں کو بہتر لگے کر لو۔ میں ذرا مدعو کر لوں کچھ لوگوں کو۔"

بیگم اپنا کپ میز پر رکھتیں، فون اٹھاتیں اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔

پیچھے حوا اور عمائمہ رہ گئی تھیں۔

"ہم بھی پھر فون ہی کر لیں؟"

عمائمہ نے بول کر فون اٹھانا چاہا تو حوا نے فوراً سے فون جھپٹا تھا۔

"ابھی اس سے بھی زیادہ ضروری کام ہے۔"

urdunovelsblog

حوا کے گھورنے پر وہ کھڑی ہوئی تھی۔

"اور وہ کیا ہے؟"

عمائمہ نے استفسار کیا تھا۔

"سجاوٹ! شادی والا گھر ہے تو سجاوٹ تو ہونی چاہیے نا۔"

"کوئی ضرورت نہیں ان فضول کے چونچلوں کی۔"

عمائمہ نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"میں نا تمہارا اب منہ توڑ دوں گی کوئی بات کی تو۔ چپ چاپ چلو ساتھ۔ تمہیں شوق نا ہو اپنی شادی کا لیکن مجھے بہت شوق ہے تمہیں اچھے سے رخصت کرنے کا۔"

عمائمہ چاروناچار انہی کپڑوں پر کورٹ لیتی اس کے ساتھ باہر چل دی تھی۔ جبکہ حوا عبایہ کے ساتھ حجاب اور نقاب اوڑھ چکی تھی۔

حوا گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی اور وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی گوگل میپ سے اسے رستہ بتا رہی تھی۔ وہ ایک ایونٹ مینجر کے پاس جا رہی تھیں۔ اور کچھ ہی دیر میں اس کے آفس میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ حوا نے ساری چیزیں اسے اچھے سے سمجھا دی تھیں۔ پہلے تو وہ اتنی جلدی کام کرنے پر راضی نہ ہوئے تھے لیکن پھر جیسے تیسے کر کے وہ اسے منا چکے تھے۔ اس کے بعد حوا نا جانے کہاں کہاں اسے گھماتے ہوئے ڈھولک اٹھا لائی تھی جس پر عمائمہ بس سر پیٹ کر رہ گئی تھی۔

اسی طرح تیاریاں اپنے اختتام کو پہنچ گئی تھیں۔ دو دن پہلے ہی حوا اور زنیرہ بیگم عارض کے گھر اس کی مہندی کا جوڑا اور رسم کے مطابق باقی چیزیں دے کر آئے تھے۔

========

قصر سلطان میں خوب رونق کا سماں تھا۔ آج وہ عمائمہ کی طرف جانے کی تیاریوں میں تھے اور عارض بس خاموشی سے سب کو ادھر ادھر بھاگتا دیکھ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے گاڑی کی چابی اٹھاتا گھر سے نکل گیا تھا۔

============

وہ سیاہ لمبی قمیض کے ساتھ جینز پہنے ہوئے بالوں کو جوڑے میں باندھے حوا کے ساتھ لان میں کھڑی تھی۔اندر مہندی اور ڈھولک کی مناسبت سے سجاوٹ کے لیے ٹیم آچکی تھی۔ عمائمہ کے کہنے پر سجاوٹ کو سادہ مگر خوبصورت رکھا گیا تھا۔ ابھی بھی وہ حوا کے ساتھ لان میں کھڑی نکاح کے دن ہونے والی سجاوٹ کے متعلق بات کر رہی تھی اور کچھ سمجھا رہی تھی۔ نکاح چونکہ لان میں منعقد تھا تو انہیں زیادہ مسلئہ نہیں ہونے والا تھا۔اپنے گھر سے رخصت ہونے کی خواہش بھی عمائمہ کی خود کی تھی۔

زنیرہ بیگم اندر کچن کا کام سب کو سمجھا رہی تھیں اور آنے والے مہمانوں کے لیے مکمل طور پر کھانے کا بندوست کروا چکی تھیں۔ وہ باہر نکلیں اور لان میں کھڑی عمائمہ کو آواز دی تھی۔

"جی نانو آتی ہوں۔"

عمائمہ نے جواباً کہا اور اپنی بات مکمل کرتی اندر آگئی۔ حوا بھی اندر داخل ہوتی چہرے پر نقاب چڑھا گئی کیونکہ مینجمنٹ ٹیم میں کچھ مرد بھی شامل تھے۔ وہ سجاوٹ دیکھتی جلدی جلدی سب نبٹانے کا کہتی شام کے لیے کپڑے نکالنے چلی گئی۔

"تم خوش تو ہو نا؟"

زنیرہ بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا جو ان کے ساتھ بستر پر بیٹھی تھی۔

"میں بس مطمئن ہوں۔"

عمائمہ نے سچ بولا تھا۔ وہ خوش ہو یا نہ ہو، وہ مطمئن ضرور تھی۔

"عمائمہ ! شادی ایک بہت بڑی زمہ داری بھی ہوتی ہے۔ میں جانتی ہوں تمہیں کبھی ماں کا پیار نہیں ملا۔"

عمائمہ نے زنیرہ بیگم کی بات کاٹی تھی۔

"ایسے تو مت کہیں نانو۔ آپ نے ہمیں نورے ماما کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔"

"ماں کی کمی کوئی پوری نہیں کر سکتا میرا بچہ۔"

عمائمہ زنیرہ بیگم کی بات پر نم آنکھوں سے مسکرا دی تھی۔

"تمہیں اس گھر میں ماں کے روپ میں عائزہ ملے گی۔ میں اسے اچھے سے جانتی ہوں وہ تمہیں بہو کی طرح نہیں بیٹی کی طرح رکھے گی، اس لیے اس کی قدر کرنا۔"

عمائمہ نے نم آنکھوں سے سر ہلا دیا تھا۔ آنسو پلکوں کی دہلیز پر چمک رہے تھے۔

"تمہیں بھائی کے رشتے کا علم نہیں ہے۔ حاشر کو بڑا بھائی سمجھنا اور قدر کرنا۔"

عمائمہ نے پھر سے سر ہلا دیا تھا۔

"عمارہ تمہاری بڑی بہن جیسی ہو گی۔ حوا کی کمی محسوس نہیں ہونے دے گی۔ اس کی بھی قدر کرنا۔"

عمائمہ نے پھر سے سر ہلا دیا تھا۔ آنکھوں میں چمکتے آنسو کسی بھی پل گرنے کو بے تاب تھے۔

"عارض نے تمہیں تمہاری تمام تر بے اعتباری کے ساتھ قبول کیا ہے تو اس کا ساتھ کبھی مت چھوڑنا۔ اس کی قدر کرنا عمائمہ۔"

اب کی بار آنسو پلکوں کی حد کو توڑ کر چہرے کی زینت بن چکے تھے۔

"لیکن اگر تمہاری کوئی قدر نہ کرے تو پھر خود کو بے مول مت ہونے دینا۔"

عمائمہ نے آنسو صاف کیے اور ان کے تھامے ہوئے ہاتھ چوم گئی۔

"خوش رہو۔ آنے والا وقت تمہارے دامن کو خوشیوں سے بھر دے۔"

عمائمہ نے زیر لب آمین کہا تھا۔

"چلو جاؤ اور تیار ہو جاؤ۔ مایوں کا جوڑا پہن لو۔ تمہارے سسرال والے آتے ہی ہوں گے۔"

عمائمہ نے ٹھیک ہے کہہ کر سر ہلا دیا اور اٹھ کر زنیرہ بیگم کو گلے لگا گئی۔ تبھی زنیرہ بیگم کا موبائل بجا تھا تو عمائمہ نے ٹیبل سے پکڑ کر انہیں پکڑایا لیکن اوپر جگمگاتا نام پڑھ کر اس کے ہاتھ تھمے تھے۔

اس کے باپ کا فون تھا۔ وہ خاموشی سے فون پکڑا کر جانے لگی کہ زنیرہ بیگم کی آواز پر پلٹی تھی۔

"میں ڈرائیور کو بھیج دوں گی، تم فلائٹ کے پہنچنے کا وقت بتا دو۔"

زنیرہ بیگم فون پر گفتگو میں مصروف تھیں۔ وہ وہیں کھڑی رہی۔

"ٹھیک ہے۔ خیریت سے آؤ۔"

زنیرہ بیگم نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔

"کب آ رہے ہیں؟"

"آج رات کو پہنچ جائے گا۔"

زنیرہ بیگم کی بات پر وہ سر ہلا کر کمرے سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔اسے ان کے آنے یا نا آنے سے فرق نہیں پڑتا تھا۔وہ ان کے لیے دل سرد کر چکی تھی۔وہ باہر آئی تو لاؤنج کو دیکھ کر دھنگ رہ گئی۔وہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ٹیم اپنا کام مکمل کر چکی تھی اور حوا ان کو الوداع کر رہی تھی۔

لاؤنج کو نہایت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ مسکرا دی۔

پنکھے کو فانوس کی شکل دی گئی تھی اور اس پر ہر طرف سے گیندے کے پھولوں کی لڑیاں نکل رہی تھیں۔دو لڑیوں کے درمیان فیری لائٹس کی ایک ایک لڑی لٹکی ہوئی تھی۔ایک طرف صوفہ پڑا تھا جس کو دلہن کے بیٹھنے کے لیے خوبصورتی سے سجایا گیا تھا اور اس کے پیچھے رنگا رنگ چمکیلے کپڑے لٹکے تھے جن پر خوبصورتی سے پھول سجے تھے اور ایک بورڈ لگا تھا۔جس پر بڑے بڑے حروف میں 'عمائمہ کی مہندی' لکھا تھا۔

وہ متاثر کن تاثرات سے ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھی۔لاؤنج سے سامان نکال دیا گیا تھا۔نیچے چادر ڈالی گئی تھی اور بیٹھنے کے لیے جگہ نرم کی گئی تھی۔شوخ رنگ کشنز وہاں ترتیب سے سیٹ تھے۔

"کیسا لگا تمہیں؟"

حوا نے اسے پیچھے سے ہگ کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"خوبصورت ہے۔"

عمائمہ نے مسکرا کر اسے آگے کھینچا تھا۔

"مجھے خوشی ہوئی کہ تمہیں پسند آیا۔"

حوا نے مسکرا کر ارد گرد نظریں گھمائی تھیں۔

"اچھا عمائمہ پیارا سا تیار ہو جاؤ جا کر۔میری دوست آ رہی ہے جو کہ تمہارا شوٹ کرے گی۔یقین جانو وہ بہت خوبصورت تصاویر لیتی ہے۔"

حوا نے اسے مسکرا کر بتایا تھا جس پر اس نے ابرو اچکائے تھے۔

urdunovelsblog

"چلواب جاؤ تیار ہو جاؤ۔ تمہارا جوڑا میں نے تمہارے بستر پر رکھ دیا تھا نکال کر۔اس کے ساتھ موجود چھوٹی موٹی جیولری بھی۔"

عمائمہ مسکرا کر سر ہلاتی اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ سیڑھیوں کو مختلف رنگ کے خوبصورت پھولوں سے لپیٹا گیا تھا جس پر فیری لائٹس لگی تھیں۔ عمائمہ نے دیکھ کر نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"افف کتنی آفت آئی ہوئی ہے اس لڑکی کو۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے میں چلی گئی تھی۔ بستر پر اس کا جوڑا پڑا تھا۔اس نے وقت دیکھا تو تین کے قریب تھا۔وہ کپڑے اٹھا کر غسل خانے میں گھس گئی تھی۔

بالوں کو اس نے خوبصورت سی چٹیا میں باندھا تھا جس پر وہ سفید اور گلابی رنگ کے پھول لگا چکی تھی۔ شارٹ کرتی کے ساتھ کھلا سا غرارہ پہنے دوپٹہ کو اس نے اچھے سے سیٹ کر لیا تھا۔ بالوں کی چٹیا ایک کاندھے پر ڈال رکھی۔ ہاتھوں میں اس نے آرٹیفشل گجرے پہن رکھے تھے اور پاؤں کھسے میں مقید تھے۔ میک اپ کے نام پر اس نے ہلکی سی گلابی لپ اسٹک لگائی تھی اور خود کو آئینہ میں دیکھا تھا۔ تبھی حوا اندر داخل ہوئی تھی۔

"لگتا ہے سارا وقت بالوں پر خرچ کر دیا۔ منہ پر کچھ لگانے کو وقت نہیں بچا۔"

حوا کی بات پر اس نے خود کو شیشے میں دیکھا تھا۔امبر رنگ آنکھوں میں کوئی الگ ہی تاثر تھا۔

"یار حوا۔ابٹن ہی لگنا ہے منہ پر۔ایسے ہی ٹھیک ہے۔"

حوا اس کی بات پر مسکرا کر سر ہلا گئی۔

"جیسی تمہاری مرضی۔ چلو اب نیچے آجاؤ۔ تمہارے سسرالی کب سے انتظار کر رہے ہیں۔"

حوا نے شرارت سے کہا تھا۔

"ہیں! وہ کب آئے۔"

عمائمہ نے وقت دیکھا تو ساڑھے چار بج رہے تھے۔اسے واقعی بال بنانے میں وقت لگا تھا۔

"چلو چلیں۔"

urdunovelsblog

حوا اسے ساتھ لیے نیچے چل دی تھی۔ وہ نیچے آتے ہی سب سے ملی تھی اور پھر باتوں کے بعد سب نے اسے ابٹن لگایا تھا۔
دلہے کی طرف سے سب آئے تھے سوائے دلہے کے۔ رسومات کے بعد ڈھولک کا آغاز ہوا تھا۔
"تم نے ابھی تک مہندی نہیں لگوائی عمائمہ بیٹا؟"
عائزہ بیگم کے پوچھنے پر عمائمہ نے ایک نظر حوا کو دیکھا تھا جس نے کاندھے اچکا دیے تھے۔
"میں نے تو آج تک مہندی نہیں لگائی خالہ۔"
عمائمہ نے کچھ گڑبڑا کر بولا تھا۔ اسے نہیں یاد کہ اس نے کبھی زندگی میں مہندی لگائی تھی۔ ایسے شوق تو بچپن میں پیدا ہوتے ہیں اور اس کا بچپن ایسا نہیں گزرا تھا کہ وہ کوئی شوق پال سکتی۔
"مہندی تو دلہن کا زیور ہوتی ہے۔ تھال میں مہندی بھی موجود ہے۔ تم ضرور لگوانا۔ مجھے خوشی ہو گی۔"
عائزہ نے مسکرا کر کہا تو وہ بھی مسکرا کر سر ہلا گئی۔
"چلو لڑکیوں۔ دلہن کو مہندی لگاؤ۔"
زنیرہ بیگم نے مسکرا کر حکم دیا تھا تو سجل جو دلہے کی طرف سے آئی تھی، وہ سر اٹھا کر مسکرائی تھی۔
"میں لگاؤں گی دلہن کو مہندی۔"
سجل کی بات پر سب نے سر ہلا دیا تو وہ دلہے کی طرف سے آئے تھال میں سے مہندی نکال کر اس کے سامنے آ بیٹھی۔
عمائمہ نے ہاتھ اپنے پیچھے چھپائے تھے۔
"ایک شرط پر لگانے دوں گی۔"
"اور وہ کیا ہے؟"
سجل بھی مسکرا کر گویا ہوئی تھی۔ وہ آج لائٹ پنک کلر کی شلوار قمیص میں ملبوس تھی جس پر اس نے ہیوی سا دوپٹہ لے رکھا تھا۔
"تم کل میری مہندی پر آؤ گی۔ عارض کی نہیں۔"
"ہیں ہیں ہیں۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا بھائی۔ عارض بھائی تو مجھے عاق کر دیں گے۔"
اس نے زور سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"میری کوئی دوست نہیں ہے سجل، اس وجہ سے میں مہندی کرنے کے حق میں نہیں تھی۔ لیکن اب چاہ رہی ہوں کہ تم ضرور آؤ۔"

عائمہ نے اسے نرمی سے کہا تھا۔ چہرے پر ایک آسودہ مسکراہٹ تھی۔ باقی سب ڈھولک کی تھاپ پر روایتی ٹپے گانے میں مصروف تھے جبکہ زنیرہ بیگم اور عائزہ بیگم بیٹھیں سب مسکرا کر دیکھ رہی تھیں۔

"ایسا کروں گی کہ عاصم اور میں پہلے عارض بھائی کی طرف چلے جائیں گے اور پھر جلد ہی آپ کی طرف آجائیں گے۔"

سجل نے مسکرا کر اسے کہا تھا۔

"ہاں یہ بہتر رہے گا۔"

عائمہ نے ہنس کر سر ہلا دیا تھا۔

"لائیں اب ہاتھ آگے کریں۔"

سجل کے کہنے پر اس نے اپنے ہاتھ اس کے آگے کر دیے تھے۔ سجل خوبصورتی سے اس پر مہندی کے ڈیزائن ڈالنے لگی تھی۔

"میں نے پچیس سالہ زندگی میں کبھی مہندی نہیں لگائی۔"

عائمہ نے مسکرا کر اسے بتایا تھا جس وہ حیرت سے چور ہوتی اسے دیکھنے لگی تھی۔

"چوڑیاں؟"

سجل نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔ جس پر عائمہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اس کے پاس چوڑیوں کا ایک جوڑا بھی نہیں تھا۔

"نہیں۔"

سجل نے حیرت سے آنکھیں پھیلائی تھیں۔

"گجرے؟"

سجل کی بات پر وہ پھر نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں۔"

سجل تو مانو بے ہوش ہونے کو تھی۔ وہ کیسے یقین کر لیتی کہ ایک لڑکی ہونے کے باجود عمائمہ نے کبھی یہ کام نہیں کیے تھے۔

"لیکن کیوں؟"

سجل نے پوچھا تو وہ خاموش ہو گئی۔

"شاید میں جلدی بڑی ہو گئی۔"

اور یہ کہتے ہوئے عمائمہ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ اسے شدت سے اپنی ماں کی کمی محسوس ہوئی تھی۔ سجل نے اسے گلے لگایا تھا اور پھر بات کا رخ پلٹتی وہ اس کے ہاتھ مہندی کے رنگ سے رنگنے لگی تھی۔

ڈھولک کی تھاپ، مہندی اور پھولوں کی خوشبو، روایتی گیتوں کے سر اور ہنستے مسکراتے چہرے، عمائمہ شاید زندگی میں پہلی بار یہ سب محسوس کر رہی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے سجل سے باتیں کر رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ گیت سن رہی تھی۔ کھانے کا دور چلا تو حوا عمائمہ کی تصاویر کھینچوانے لگی۔ کچھ تصاویر کے بعد ہی عمائمہ نے ہاتھ کھڑے کر دیے تھے۔

اچھا وقت بتانے کے بعد اب سب اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے۔ اور عمائمہ تھکی ہاری حوا اور زنیرہ بیگم سے ملتی اپنے کمرے میں آئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ بستر پر بیٹھتی اسے مین گیٹ پر ہارن کی آواز آئی تھی۔

اسنے خود کو ایک نظر دیکھا اور بستر پر جا بیٹھی۔ لیکن پھر کسی احساس کے تحت وہ آنے والے کو دیکھنے کے لیے باہر گئی تھی اور اس کے قدم منجمند ہوئے تھے۔ سیڑھیوں پر کھڑی وہ بس کھڑی ہی رہ گئی تھی۔ اسے معلوم تھا وہ آنے والے ہیں لیکن وہ شاید بھول گئی تھی۔

شایان پینٹ پر لمبا سا کورٹ پہنے ہوئے تھے اور لاؤنج میں کھڑے اب حوا سے مل رہے تھے جبکہ زنیرہ بیگم اس سے مل چکی تھیں۔

لاؤنج کے اس حصے میں سیڑھیوں کا منظر بالکل واضح تھا۔ شایان کی متلاشی نگاہیں عمائمہ کی تلاش میں تھیں اور عمائمہ کو سیڑھیوں پر کھڑا پا کر وہ فوراً اس کی جانب بڑھے تھے۔

"عمائمہ۔"

شایان سیڑھیوں کے دہانے پر کھڑے اسے دیکھتے ہوئے پکار بیٹھے تھے۔ وہ مایوں کی دلہن بنی ہوئی تھی۔ ابٹن ابھی بھی اس کے ہاتھ پاؤں اور منہ پر لگا تھا لیکن وہ اب سوکھ چکا تھا۔ عمائمہ کو سجا سنورا دیکھ کر وہ نم آنکھوں سے مسکرا دیے تھے۔

"اتنی جلدی بڑی ہو گئی ناتم۔"

وہ وہاں کھڑے اس کے نیچے آنے کے منتظر تھے لیکن وہ تو جیسے ملنے سے انکاری تھی۔

"آپ ساتھ ہوتے تو معلوم ہوتا کہ کون کب بڑا ہوا۔"

آج شاید پہلی بار عمائمہ کی لبوں سے شکوہ ادا ہوا تھا۔ شایان کی آنکھیں مزید نم ہوئی تھیں۔

حوا اور زنیرہ بیگم پیچھے کھڑی دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"عمائمہ کیا سب کچھ ٹھیک نہیں ہو سکتا؟ کیا ہم نارمل طریقے سے باپ بیٹی کی طرح بات نہیں کر سکتے؟"

انہوں نے بھی آج چپ کا روزہ توڑا تھا۔

"باپ اور بیٹی کا رشتہ کیسا ہے، میں نا جانتی ہوں اور نا جاننے میں مجھے اب دلچسپی رہی ہے۔ شادی میں شراکت کرنے کا شکریہ۔ آرام کرنے جا رہی ہوں۔ آپ بھی آرام کیجئے۔"

عمائمہ سنجیدگی سے کہتے ہوئے تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ اسے نورے کا اذیت بھرا چہرہ یاد آیا تھا۔ وہ ایک بار پھر غیر آرام دہ ہوئی تھی۔ پھر سے سوال کرنے لگی تھی خود سے کہ وہ عارض کے ساتھ رہ پائے گی؟ یا عارض اس کے ساتھ رہ پائے گا؟ زندگی بھر کا ساتھ کیا واقعی کوئی نبھاتا ہے؟

وہ ہر چیز کو ذہن سے جھٹکتی پھولوں کا زیور اتارتی، بال کھولتی آرام دہ کپڑے لیتی غسل خانے میں گھس گئی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ جائے نماز پر بیٹھی دعا مانگ رہی تھی۔

"اللہ تعالیٰ آپ کو معلوم ہے نا میں سب جان بوجھ کر نہیں کرتی۔ میں جب بھی بابا کو دیکھتی ہوں تو مجھے ہمیشہ اپنی ماما کا اذیت بھرا چہرہ یاد آتا ہے۔ میرے دل کو اتنا بڑا کر دیں کہ میں ان سے صحیح طریقہ سے پیش آسکوں۔ مجھے بابا سے محبت نہیں ہے یا شاید مجھے دنیا میں کسی سے محبت نہیں ہے لیکن میں چاہتی ہوں میں جانوں کہ محبت کیا ہوتی ہے کیونکہ سن رکھا ہے کہ کائنات کی ہر چیز میں محبت موجود ہے اور محبت زیر کرنا جانتی ہے۔ مجھے انتظار رہے گا کہ کب میرے دل میں محبت قیام کرے اور میرا دل نرم ہو جائے۔ ہر اس شخص کے لیے جس نے مجھے دکھ دیے ہیں۔"

urdunovelsblog

وہ اب آنکھیں صاف کرتی جائے نماز سمیٹ رہی تھی۔

اب وہ مطمئین تھی۔اب دل کو راحت محسوس ہوئی تھی۔وہ لیٹنے سے پہلے بالکنی میں آئی تھی اور سردی کی شدت دیکھ کر اندر جانے میں ہی عافیت جانی تھی۔جب سے اس نے مہندی دھوئی تھی اسے عجیب سی جلن اپنے ہاتھوں پر محسوس ہو رہی تھی۔اس نے اندر والی سائیڈ پر سادہ سی مہندی لگوائی تھی لیکن سجل نے ضد کر کے باہر والی سائیڈ کو خوب باریک باریک ڈیزائنز سے رنگا تھا۔وہ ہاتھ مسلسل مسل رہی تھی لیکن کوئی فرق نہ پا کر اس نے لوشن ہاتھوں پر ملا اور اس کے بعد جلن کے ساتھ درد بھی ہونے لگی تھی۔عمائمہ اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی اور پھر کچھ ہی وقت میں وہ سرخ ہو چکے تھے۔ وہ گھبراہٹ سے اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی تھی۔وہ فوراً اپنے کمرے سے نکلتی سامنے موجود حوا کے کمرے میں پہنچی تھی۔حوا ابھی شایان کو کھانا دے کر انہیں کمرے میں بھیج کر اب فریش ہوئی تھی کہ عمائمہ کو گھبراتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔

"کیا ہوا عمائمہ سب خیریت ہے ؟؟"

حوا فوراً سے بستر سے اترتی اس تک پہنچی تھی جو نم آنکھوں سے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔

"دیکھو حوا میرے ہاتھوں کو کیا ہو رہا ہے ؟؟"

اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر حوا پریشان ہوئی تھی کیونکہ عمائمہ رونے والوں میں سے تو بالکل نہیں تھی۔

"ریلیکس عمائمہ۔تم میرے ساتھ آؤ۔"

حوا نے بستر پر پڑا دوپٹہ اٹھایا تھا اور اسے ساتھ لیتی زنیرہ بیگم کے کمرے میں آئی تھی جہاں شایان زنیرہ بیگم سے کوئی بات کر رہے تھے۔انہیں اچانک آتا دیکھ کر وہ حیران ہوئے تھے۔

"خیریت ؟"

زنیرہ بیگم نے دونوں کو اکٹھا داخل ہوتے دیکھا تو بول اٹھیں۔

"نانو وہ ٹیوب کدھر ہے جو آپ نے مجھے دی تھی جب میرا ہاتھ جلا تھا؟"

حوا نے آگے بڑھ کر ان کے دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکالا تھا۔عمائمہ کے ہاتھ پر جلن مزید بڑھ گئی تھی اور اب چھوٹے چھوٹے نشان کئی جگہوں پر نمودار ہو گئے تھے۔

"ہوا کیا ہے؟؟؟"

زنیرہ بیگم نے پریشانی سے استفسار کیا تھا اور تبھی حوا کو وہ ٹیوب مل گئی تھی۔۔

"ادھر بیٹھو۔"

حوا نے اسے زنیرہ بیگم کے ساتھ بستر پر بٹھایا تھا اور تبھی زنیرہ بیگم کے ساتھ ساتھ صوفے پر بیٹھے شایان کی نظر بھی عمائمہ کے سرخ ہوتے ہاتھوں پر پڑی تھی۔

"یہ کیا ہوا ہے؟؟"

زنیرہ بیگم بستر پر سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولی تھیں۔

حوا نے اس کے ہاتھوں پر نرمی سے ٹیوب لگائی تھی جس پر وہ سسک کر رہ گئی تھی۔

"مجھے لگتا ہے مہندی میں موجود کیمیکلز ری ایکٹ کر گئے ہیں۔"

حوا نے ٹیوب لگاتے ہوئے بولا تھا۔ عمائمہ کے ہاتھوں پر جلن کی شدت بڑھتی جا رہی تھی۔

"اسے ہاسپٹل لے کر چلتے ہیں۔"

شایان نے بے چین ہوتے ہوئے بولا تھا تو عمائمہ نے اپنی نم آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا تھا جن کے چہرے پر بے چینی صاف واضح تھی۔

"اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ یہ کافی موثر ثابت ہو گی۔ کچھ دیر میں فرق محسوس نہ ہوا تو پھر ہاسپٹل چلیں گے۔"

حوا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھی اس کے ہاتھوں پر مرہم لگا رہی تھی۔

"پہلے کبھی ایسا ہوا ہے؟"

شایان نے پریشانی سے سوال کیا تھا۔

"پہلے کبھی میں نے مہندی نہیں لگائی۔"

عمائمہ نے لب بھینچ کر جواب دیا تھا۔

"کیوں؟"

urdunovelsblog

شایان نے حیرت سے پوچھا تھا جس پر عمائمہ نے سرد نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔ وہ اپنے ہی سوال پر چپ ہو گئے تھے۔

زنیرہ بیگم بار بار اسے پڑھ کر پھونک رہی تھیں۔

"اللہ تمہیں اپنے حفظ وامان میں رکھے۔"

زنیرہ بیگم نے اسے گلے لگاتے ہوئے ماتھا چوما تھا۔

کچھ دیر وہ چاروں وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے اور پھر جب عمائمہ کے ہاتھوں کی سرخی کم ہونے لگی اور زخموں پر جلن میں بہتری محسوس ہوئی تو وہ آرام کرنے کا کہہ کر اٹھ گئی۔

"یہ ساتھ لے جاؤ حوا۔ اسے ایک بار پھر سونے سے پہلے لگا دو اور کل بھی دو سے تین بار لگا دینا۔"

زنیرہ بیگم نے ٹیبل پر پڑی ٹیوب حوا کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

عمائمہ ہاتھوں پر ٹیوب اچھے سے لگوا کر سونے کے لیے چل دی تھی۔

ہر ایک بات کو چپ چاپ کیوں سنا جائے
کبھی تو حوصلہ کر کے نہیں کہا جائے

تمہارا گھر بھی اسی شہر کے حصار میں ہے
لگی ہے آگ کہاں کیوں پتہ کیا جائے

جدا ہے ہیر سے رانجھا کئی زمانوں سے
نئے سرے سے کہانی کو پھر لکھا جائے

کہا گیا ہے ستاروں کو چھونا مشکل ہے
یہ کتنا سچ ہے کبھی تجربہ کیا جائے

کتابیں یوں تو بہت سی ہیں میرے بارے میں
کبھی اکیلے میں خود کو بھی پڑھ لیا جائے

urdunovelsblog

==============

وہ بیٹھا عمارہ اور سجل سے پورے فنکشن کے قصے سن رہا تھا۔ قصر سلطان کے ہال میں اس وقت سب موجود تھے۔ سجل عمارہ لوگوں کے ساتھ قصر سلطان ہی آئی تھی کیونکہ برہان اور اس کا اکلوتا شوہر عاصم وہیں بیٹھے تھے اور عارض کی ٹانگ کھینچنے میں مصروف تھے۔ اب وہ سب بیٹھے چائے اور موسمی سوغات سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ سجل اور عمارہ مسلسل بولتے ہوئے ایک کے بعد ایک بات بتا رہی تھیں۔

"آپ کو معلوم ہے عارض بھائی۔"

سجل نے یاد آتے ہی بولا تھا۔

"نہیں بالکل نہیں سجلے۔ جب تک بتاؤ گی نہیں تب تک کیسے معلوم ہو گا۔"

عارض نے بھی اسے تنگ کیا تھا کیونکہ وہ بھی خاموش ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"عمائمہ آپی نے آج زندگی میں پہلی بار مہندی لگائی ہے۔ مطلب پچیس سال کی زندگی میں پہلی بار۔ نہ ہی کبھی گجرے پہنے ہیں اور نہ ہی چوڑیاں۔"

سجل کی بات پر وہ خاموش ہو گیا تھا۔ کہے بھی تو کیا کہے۔

"ایسے شوق بچیوں کو چھوٹی عمر میں ہوتے ہیں اور پھر اس عمر میں آ کر وہ شوق بڑھ جاتے ہیں لیکن عمائمہ نے بہت کچھ دیکھا ہے زندگی میں۔ ماں کو چھوٹی سی عمر میں کھو دیا، باپ نے انہیں لاوارثوں کی طرح چھوڑ دیا اور رشتے داروں نے منہ موڑ لیے۔ انہیں صرف پھوپھو (زنیرہ بیگم) کا سہارا تھا۔ لوگوں کا بچپن یادگار ہوتا ہے۔ اس کا اور حوا کا بچپن پریشانوں میں کٹا تھا۔"

عائزہ بیگم چائے کے مگ کو ہاتھوں میں تھامے دھیرے دھیرے بول رہی تھیں اور سب انہیں سن رہے تھے۔

"عارض تم اس کو زندگی میں شامل کر رہے ہو تو اس کو سمجھنے کی بھرپور کوشش کرنا۔ اس کا اعتبار جیتنا اور اسے وقت دینا۔"

عائزہ بیگم نے عارض کو سمجھایا تھا جس پر وہ مسکرا کر سر ہلا گیا تھا۔

"آپ فکر مت کریں۔ میں ان کا بہت خیال رکھوں گا۔"

عائزہ بیگم کو اس کی بات پر مکمل اعتبار تھا۔

"چلو اب ہمیں چلنا چاہیے سجل۔ کافی رات ہو گئی ہے۔"

عاصم نے چائے کا مگ ٹیبل پر جماتے ہوئے کہا تھا۔

"جی چلیں چلتے ہیں۔"

سجل بھی چائے کا خالی مگ ٹیبل پر دھرتے ہوئے سیدھی ہوئی تھی۔

"پھر میں بھی نکلتا ہوں۔"

برہان نے وقت دیکھتے ہوئے کہا تو عارض نے اسے دبوچا تھا۔

"تو کدھر جا رہا۔ تو ادھر ہی رکے گا آج رات۔"

عارض نے اس کی گردن اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لے رکھی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے سانس تو لینے دے۔"

برہان نے اس کے حلقے سے نکلتے ہوئے گردن چھڑوائی تھی۔ ان کی حرکتوں پر عائزہ، سجل، حاشر، عاصم اور عمارہ ہنس دیے تھے۔

پھر سجل اور عاصم کے جانے کے بعد باقی سب بھی اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔

"تو دفع ہو جاتا آج وہاں تو مجھے تصویریں ہی مل جاتیں۔"

عارض نے بستر پر لیٹے برہان کو کھسکھاتے ہوئے بولا تھا۔

"ابھی منگوا لیتے ہیں بھابھی جی کی تصاویر۔"

برہان نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

"سجل نے تو قسم کھائی ہے نا بھیجنے کی۔"

عارض کی بات پر برہان نے آنکھیں بے زاری سے گھمائی تھیں۔

"یہ جب سے اس سجلے کی شادی ہوئی ہے نا یہ بہت بدل گئی ہے۔ لگتا ہی نہیں کبھی ہماری ٹیم میں تھی۔"

برہان کی بات پر عارض ہنس دیا تھا۔

"شکر ہے وہ اپنے گھر میں خوش ہے۔"
عارض کی بات پر برہان نے مسکرا کر شکر ادا کیا تھا۔
"مجھے تو بہت نیند آرہی ہے۔میں چلا سونے۔"
برہان کہتے ہوئے اٹھا اور شوز اتارتا عارض کے بستر پر براجمان ہو چکا تھا۔
"اے ے ے ے ے ے ے ے۔۔ایک طرف ہو کر سو۔میرے لیے بھی جگہ چھوڑ۔اور برہان تو نے مجھے سوتے میں بستر سے نیچے پھینکا تو تیرا کل دنیا میں آخری دن ہو گا میں بتا رہا ہوں۔"
عارض نے اسے وارن کرتے ہوئے انگلی دکھائی تھی۔ برہان اٹھ بیٹھا اور اس کی انگلی تھام گیا۔
"جان پیار سے بولو نا۔"
برہان نے ٹھرکی بننے کی بھرپور کوشش کی تھی۔
"برہان کے بچے۔بیوی نہ بنا کر۔"
عارض نے اسے بستر پر دھکا دیا تھا جس پر وہ زور سے قہقہہ لگا گیا تھا۔
"ہائے عارض! اب تو بھی بیوی والا ہو جائے گا تو میں یہ ٹھرکیاں کس کے ساتھ ماروں گا۔"
برہان نے اپنے نقلی آنسو صاف کرتے ہوئے دہائی دی تھی جس پر عارض نفی میں سر ہلا کر رہ گیا تھا۔
"تیرا کچھ نہیں ہو سکتا۔"
عارض جیسے ہار مانتا ہوا موبائل اٹھائے بالکنی میں آ گیا تھا۔
وہ بلیک ٹراؤزر کے ساتھ بلیو شرٹ پہنے ہوئے تھا۔ بالکنی میں سرد ہوا کا احساس ہوا تھا لیکن وہ مزے سے کھڑا تھا۔
تبھی اس کا فون میسج کے نوٹیفکیشن پر تھرتھرایا تھا۔ سکرین پر 'عمارہ بھابی' کا نام پڑھ کر وہ میسج کھول گیا۔ وہاں ایک چھوٹی سی سات سکینڈ کی کلپ تھی جس کے نیچے لکھا تھا۔
".Thanks me later"
اس نے اچنبے سے کلپ کھولی تو وہ آج کی تھی۔

urdunovelsblog

ویڈیو میں ہنستی ہوئی عمائمہ تھی جو سجل سے مہندی لگوا رہی تھی اور ساتھ ہی وہ سجل کی کسی بات پر کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ ڈھولک اور باتوں کا بے پناہ شور تھا لیکن اس کے باجود عارض کو صرف عمائمہ کی کھلکھلاتی ہنسی کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے ایک بات پھر ویڈیو لگائی تھی اور پھر کئی بار یہی عمل دہرایا تھا۔

اس کی کھلکھلاتی ہنسی اس کے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ وہ سادہ سے چہرے کے ساتھ پیلے جوڑے میں خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر جگہ جگہ ابٹن لگا تھا اور اس کے ایک ہاتھ پر مہندی لگ چکی تھی جبکہ دوسرے ہاتھ پر سجل مہندی لگا رہی تھی اور ساتھ ساتھ بات کر رہی تھی۔

عارض نے کئی بار وہ ویڈیو دیکھی تھی اور پھر لاتعداد بار بھی جب اس کا دل نہ بھرا تو وہ خود کی ہی کیفیت پر ہنس دیا تھا۔

آسمان کی طرف سر اٹھا کر وہ خدا کا شکر ادا کرنے لگا تھا۔ اس کی محبت اسے ملنے جا رہی تھی۔ وہ کیسے شکر ادا نہ کرتا۔

میں نے اسے اتنا دیکھا جتنا دیکھا جا سکتا تھا

لیکن پھر بھی دو آنکھوں سے کتنا دیکھا جا سکتا تھا

===============

اگلے روز قصر سلطان میں پورا دن مہندی کی تیاریاں جاری و ساری رہی تھیں۔ ساتھ تیاریوں کے مکمل ہونے کے بعد وہ تیار ہونے چل دیا تھا۔ برہان بھی صبح سے اس کے ساتھ تھا، اب تیار ہونے کے لیے گھر گیا تھا اور پھر اپنے والدین کے ساتھ وہ آنے والا تھا۔

وہ آئینے میں کھڑا خود کو دیکھنے لگا تھا۔ وہ سفید شلوار قمیض پر گہری ہری واسکورٹ پہنے ہوئے تھا۔ بالوں کو نفاست سے سجایا ہوا تھا اور بادامی آنکھوں کی چمک واضح تھی۔ تمام مہمانوں کے آتے ہی رسمیں ادا ہوئی تھیں اور کھانا کھل گیا تھا۔

اسے برہان کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ سجل اور عاصم نے رسم کے بعد عمائمہ کی طرف جانا ہے تو وہ سب سے معذرت کرتا ہوا اٹھا تھا اور سجل تک آیا تھا۔

"تم عمائمہ کی طرف جا رہی ہو؟"

"جی عارض بھائی۔ کیا ہوا کوئی پیغام پہنچانا ہے؟"

سجل نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ عاصم بھی پاس کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"ہاں زرا کچھ دیر رک جاؤ میں ابھی آتا ہوں۔ پھر چلی جانا۔"

عارض کہتے ہوئے باہر کی جانب بھاگا تھا۔ مہندی کا فنکشن قصر سلطان کے لان میں ہی منعقد تھا۔

"کہاں بھاگ رہے ہو دلہے میاں؟"

برہان نے اسے پیچھے سے روکا تھا۔

"برہان ذرا دس سے پندرہ منٹ کے لیے سب سنبھال لے یہاں۔ میں زرا آتا ہوں۔"

عارض کہتا ہوا گاڑی نکالتا باہر چل دیا تھا۔ پیچھے برہان پوچھتا رہ گیا تھا کہ جا کدھر رہے ہو لیکن سننے والا کون تھا۔

وہ کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک سیاہ گ کا شاپنگ بیگ تھا۔

"یہ عمائمہ کو دے دینا اور خبر دار جو تم نے زبان کھولی سجلے۔"

عارض کی بات پر وہ ہنس دی تھی۔

"ٹینشن نہیں لیں برادر۔ آپ کا کام ہو جائے گا۔"

عارض نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا تھا۔

"خوش رہو۔"

سجل اور عاصم وہاں سے چلے گئے تھے اور عارض واپس سٹیج پر آ چکا تھا۔ یوں ہی یہ شام اختتام پذیر ہوئی تھی۔

urdunovelsblog

============

دوسری جانب حوا کی کچھ دوستیں آچکی تھیں اور ان کے ساتھ ساتھ شایان اور زنیرہ بیگم کے کچھ جاننے والے بھی آ گئے تھے۔ حوا پیروں تک آتی پنک فراک پر گہرے گلابی رنگ کا نقاب اوڑھے ہوئے تھی۔ وہ ادھر ادھر گھومتی مہانوں کی خاطر تواضع کر رہی تھی جبکہ عمائمہ ابھی اپنے کمرے میں ہی تھی۔ سجل جیسے ہی اس کے کمرے میں آئی تو اس دیکھ کر ماشاءاللہ بول گئی۔

وہ گہرے سبز رنگ کی لہنگا چولی پر بھاری کا مدار ہم رنگ کرتی پہنے ہوئے تھی۔ اس کے بال دونوں اطراف میں گر رہے تھے جنہیں سٹریٹ کیا گیا تھا۔ درمیان میں ماتھا پٹی لگی تھی جو اس پر بہت جچ رہی تھی۔ مہندی کی مناسبت سے کیا گیا ہلکا پھلکا میک اپ اس پر سوٹ کر رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی نفاست سے سجا دوپٹہ۔ وہ اچھی لگ رہی تھی۔ یہ عمائمہ کا الگ ہی

روپ تھا۔اس نے عمائمہ کی کلائیوں میں گجرے دیکھے جو کل کی طرح نقلی تھی۔اس نے آگے بڑھ کر اسے عارض کا دیا پارسل پہنچایا تھا۔

"یہ کیا ہے؟"

عمائمہ نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"نہیں معلوم۔عارض بھائی نے بجھوایا ہے۔"

سجل کی بات پر عمائمہ نے مزید حیرت کا مظاہرہ کیا تھا۔حوا کے بلانے پر سجل نیچے چلی گئی تھی۔عمائمہ نے اسے کھولا تو اندر دو خوبصورت گجرے اس کے سامنے آئے تھے۔

اسے بہت حیرت ہوئی تھی۔اس کے اندر ایک نوٹ تھا۔عمائمہ نے وہ کاغذ نکالا تو اس پر لکھے الفاظ اسے مسکرانے پر مجبور کر گئے تھے۔

"آپ کے ہاتھوں میں نقلی گجرے زیب نہیں دیتے۔"

اس نے مسکرا کر اپنی کلائیوں سے نقلی گجرے اتارے تھے اور پھر عارض کے بھیجے گجرے پہن لیے تھے۔وہ گلابوں سے بنے تھے لیکن اس کے اوپر موتیے کی ایک لڑی تھی جو کلائیوں سے ہوتی ہوئی انگلیوں میں ڈلتی تھی۔گجروں کی وجہ سے اس کے ہاتھوں کے زخم چھپ گئے تھے۔

کچھ دیر بعد حوا اور سجل اندر آئی تھیں اور پھر اسے ساتھ لیے نیچے چل دی تھیں جس کے بعد باقی تمام رسومات کی ادائیگی ہوئی تھی۔جیسے تیسے کر کے یہ دن بھی گزر گیا تھا۔

فنکشن کے بعد وہ تھکی ہاری فریش ہوتے ہوئے اپنے بستر پر لیٹی ہی تھی کہ اس کے کمرے کا دروازہ بجا تھا۔وہ اٹھ بیٹھی اور آنے والے کو اندر آنے کی اجازت دی تھی۔

"حوا کہہ رہی تھی وہ تھک گئی ہے تو میں لگا دوں یہ؟"

شایان نے دروازے میں کھڑے ہی اسے ٹیوب دکھائی تھی۔عمائمہ نے گہرا سانس بھرا تھا اور اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

شایان کھلے دل سے مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے تھے۔۔ عمائمہ نے کچھ سائیڈ پر ہو کر انہیں بستر پر بیٹھنے کی جگہ دی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ بستر پر آبیٹھے تو عمائمہ نے اپنے ہاتھ ان کے آگے کر دیے۔ زخم پہلے سے بہتر تھے لیکن نشانات ابھی بھی موجود تھے۔

شایان نے نرمی سے اس کے ہاتھوں پر مرہم لگائی تھی۔ عمائمہ انہیں غور سے دیکھ رہی تھی، شاید پہلی بار۔ اس کی امبر رنگ آنکھیں اپنے باپ پر تھیں۔ بالوں کا رنگ بھی ان کے جیسا تھا اور نین نقش بھی بہت حد تک ملتے جلتے تھے۔ عمائمہ نے نظریں پھیر دی تھیں۔ انہوں نے مرہم لگا کر سر اٹھایا تھا تو عمائمہ کو بالکنی کی جانب متوجہ دیکھا تھا۔

"بالکنی کا دروازہ بند کر دیتی۔ سردی آرہی ہے۔"

شایان نے اٹھ کر بالکنی کا دروازہ بند کیا تھا۔

"جب اندر سرد ہو چکا ہو تو باہر کی سردی بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔"

عمائمہ نے مدھم لہجے میں جواب دیا تھا جس پر شایان سرد آہ بھر کر رہ گئے تھے۔

"میں بہت شرمندہ ہوں عمائمہ۔ مجھے معاف کر دو۔"

وہ بالکنی کے دروازے کو بند کیے اب وہیں کھڑے اس سے مخاطب تھے۔

"مجھے نور کو اس حالت میں اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ بیٹیاں رحمت ہوتی ہیں مجھے اس بات کا احساس بہت دیر سے ہوا تھا۔ مجھ سے بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں۔ مجھے معاف کر دو۔"

عمائمہ نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا جو اپنا سر جھکائے ہوئے تھے۔

"آپ کی ایک غلطی کی وجہ سے میں نے بہت کچھ فیس کیا ہے۔ میرا بچپن اجڑ گیا۔ میں اعتبار کے معاملے میں اتنی بری ہو گئی کہ کبھی دوست نہیں بنا سکی۔ میں رشتوں کو لے کر ان سکیور ہونے لگی۔ میں لفظ محبت سے محروم رہی۔ آپ کا تو کچھ بھی نہیں بگڑا بابا۔ کچھ بھی نہیں۔ میری ماں بھری جوانی میں مر گئی۔ میرا باپ ہونے کے باوجود بھی مجھے کہنا پڑتا کہ میں یتیم ہوں۔ حوا کا دل بہت بڑا کے اس نے آپ کو معاف کر دیا۔ لیکن میں پتھر دل ہو چکی ہوں بابا۔ پتھر دل۔ اگر آپ مجھے میرا بچپن لٹا سکتے ہیں۔ میرا اعتبار لٹا سکتے ہیں یا میری ماں لٹا سکتے ہیں تو میں آپ کو معاف کر دوں گی ورنہ مجھ سے تو بالکل بھی امید مت رکھیے گا کہ میں کبھی آپ کا کیا بھول جاؤں گی۔"

عمائمہ بولتے بولتے رو دی تھی۔ شایان اس کے منہ سے بابا کا لفظ سن کر ساکت ہو گئے تھے لیکن اس کے الفاظ دل پر چھڑیوں کی مانند لگے تھے۔ غلط تو نہیں کہہ رہی تھی وہ۔ اس کی ایک غلطی سے کتنا کچھ برباد ہوا تھا۔ وہ شرمندگی سے سر جھکا گیے تھے۔ آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔

"پلیز یہاں سے چلے جائیں۔"

وہ اپنی آنکھیں بے دردی سے صاف کرتی ہوئی بولی تھی اور خود بھی اٹھ کر واشروم میں گھس گئی تھی۔ شایان جھکے سر کے ساتھ کمرے سے نکل گئے تھے۔ حوا جوان کے انتظار میں باہر ہی چکر کاٹ رہی تھی وہ فوراً ان کے سامنے آئے تھی اور نظروں سے ہی پوچھا تھا کہ کیا بنا۔ جس پر وہ نفی میں سر ہلاتے سیڑھیاں اتر کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ حوا نے بے بسی سے سر جھٹکا تھا اور دل ہی دل میں دعا کی تھی کہ عمائمہ کا دل اس کے خود کے باپ کے لیے نرم ہو جائے۔

جبکہ عمائمہ واشروم سے وضو کرتی نکلی تھی اور جائے نماز بچھا کر عشاء کی نماز ادا کرنے لگی تھی۔ نماز کے بعد اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے۔

"میرے دل کو نرم کر دیں اللہ تعالیٰ۔ کل نکاح ہے میرا، عارض اگر میرے حق میں بہتر ہے تو اسے مزید بہتر فرما دیں اور اگر وہ میرے حق میں بہتر نہیں ہے تو اسے میرے حق میں بہتر فرما دیں۔"

عمائمہ نے اپنی نم آنکھیں صاف کی تھیں اور پھر تھکاوٹ کے باعث اسے نیند محسوس ہوئی تو وہ جائے نماز سمیٹتی بستر پر جا لیٹی تھی۔

===============

وہ فنکشن سے فارغ ہوتا اپنے کمرے میں آیا تھا۔ فریش ہو کر نماز ادا کرتا جائے نماز پر بیٹھا اللہ رب العزت کے حضور آنے والی زندگی کے لیے دعا گو تھا۔

"یا اللہ مجھے اتنی ہمت دینا کہ میں ان کی ہر خواہش کو پورا کر سکوں۔ میں ان کا اعتبار جیت سکوں اور انہیں ایک بہتر زندگی دے سکوں۔"

وہ ابھی جائے نماز پر ہی بیٹھا تھا جب دروازہ کھٹکا تھا۔ اس نے جائے نماز اٹھا کر آنے والے کو اجازت دی تھی۔

"سو تو نہیں رہے تھے۔"

عائزہ نے اندر داخل ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"نہیں ماں جی۔آئیں۔"

وہ مسکرا کرانہیں لیے بستر پر آ بیٹھا تھا۔

"عارض۔"

عائزہ نے اسے پکارا تو وہ مسکرا دیا تھا۔

"جی ماں جی۔ میں سن رہا ہوں۔"

وہ ان کی گود میں سر رکھے لیٹ گیا تھا۔

"خوش رکھو گے نا اسے؟"

عارض پھر سے مسکرا دیا تھا۔

"جی ماں جی۔"

"دیکھو وہ بہت مضبوط بچی ہے۔ لیکن اندر سے اتنی ہی حساس ہو گی۔ تم اس کی زندگی میں آئے پہلے مرد ہو گے تو وہ تم سے امیدیں وابستہ کرے گی۔ ابھی شاید نہیں۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ۔ تم اس کی امیدوں پر پورا اترو گے ں ا؟"

عائزہ نے اس کے سر میں انگلیاں چلاتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

"میں اپنی پوری کوشش کروں گا ماں جی۔"

عارض نے ان کے ہاتھ پکڑ کر چومے تھے۔

"خوش رہو۔ سو جاؤ۔ کل تمہارا نکاح ہے۔"

عائزہ بیگم اس کا سر سرہانے پر رکھتے ہوئے بستر سے اٹھی تھیں۔

"آپ بھی آرام کریں۔"

وہ مسکرا کر کہتا ہوا سر ہلا گیا تھا۔ عائزہ نے کمرے کی بتی گل کر دی تھی اور خود اپنے کمرے میں آ گئی تھیں۔

==============

urdunovelsblog

نور منزل کے لان کو خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ سٹیج پر دو صوفے موجود تھے اور درمیان میں پھولوں کی سیج تھی۔ پیچھے پھولوں کے گلدستے اس طرح سجائے گئے تھے کہ وہ وہ ہر طرف گھیرا کیے ہوئے تھے۔

معمول سے ہٹ کر آج دھوپ کافی گہری تھی لیکن موسم سرما کی دھوپ کسے خوشگوار نہیں لگتی؟ ماحول خواب ناک سا تھا۔۔ عمائمہ نے بالکنی میں کھڑے ہوئے لان کا سارا منظر دیکھا تھا۔ حواٹی پنک جوڑے میں ملبوس تھی جس پر اس نے ہم رنگ نقاب اوڑھ رکھا تھا۔ مرد حضرات جمعہ کی نماز ادا کرنے گئے تھے تو اس کے بعد ہی ان کا نکاح تھا۔ وہ اپنا غرارہ سنبھالتی دوبارہ بستر پر آبیٹھی تھی۔ سجل اور عمارہ کوئی بات کر رہی تھیں جب عمائمہ کو چپ چپ دیکھا تو دونوں اس کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔

"پریشان نہیں ہو۔ عارض تمہارا خیال رکھے گا۔"

عمارہ نے اس کے پاس آتے ہوئے اسے تسلی دی تھی۔

"مجھے پریشانی اس بات کی ہے کہ کیا میں اس کا خیال رکھ پاؤں گی۔ رشتہ دونوں جانب سے نبھایا جاتا ہے تو کیسے اس کے حقوق پورے کر پاؤں گی۔"

عمائمہ نے عمارہ کے ہاتھ تھامے پریشانی سے بولا تھا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔"

عمارہ نے اسے سمجھایا تو وہ مسکرا کر اثبات میں سر ہلا گئی تھی۔ تبھی دروازہ کھولے شایان اندر آیا تھا۔ عمائمہ نے انہیں دیکھا تھا جو آج اسے بوڑھے بوڑھے لگے تھے۔

شایان نے دروازے میں کھڑے ہوئے اسے دیکھا تھا اور پھر چلتے ہوئے اس تک آئے تھے۔ سجل کی بدولت سب کو ان کی آمد کا معلوم ہو چکا تھا۔

نکاح کے لباس میں ملبوس اسے دیکھ کر ان کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ وہ آگے بڑھے اور اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ گئے تھے اور ایک آنسو عمائمہ کی گال پر نشان چھوڑ گیا تھا۔ اس شفقت بھرے ہاتھ کے لیے وہ کتنی عمر ترستی رہی تھی۔

"خوش رہو۔"

شایان نم لہجے میں کہتے ہوئے کمرے سے نکل گئے تھے۔ پھر پھولوں کی سیج تلے عمائمہ کو لایا گیا تھا اور ایک طرف بٹھا دیا گیا تھا۔ مولوی صاحب نے نکاح پڑھانا شروع کیا تھا۔

عمائمہ کی ایک جانب زنیرہ بیگم، شایان اور حاشر کھڑے ہوئے تھے تو دوسری جانب عمارہ، عائزہ، حوا اور سجل آ کھڑی ہوئی تھی۔ تھوڑے بہت مہمان پہلے سے آ چکے تھے تو مولوی صاحب نے نکاح پڑھانا شروع کیا تھا۔ کچھ دیر بعد اس کے کانوں میں آواز گونجی تھی۔

"عمائمہ شایان بنت شایان ملک! آپ کا نکاح عارض سلطان ولد سلطان رضا سے بعوض ایک لاکھ حق مہر سقہ رائج الوقت طہ پایا ہے۔ کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

مولوی صاحب نے استفسار کیا تو وہ جھکے سر کے ساتھ تین بار قبول ہے بول گئی اور ساتھ ہی سائن بھی کر گئی۔ آنکھوں کی نمی تیز ہونے لگی تھی۔

اب دوسری جانب نکاح کے بول بولے جا رہے تھے۔

"عارض سلطان ولد سلطان رضا! آپ کا نکاح عمائمہ شایان بنت شایان ملک سے بعوض ایک لاکھ حق مہر سقہ رائج الوقت طہ پایا ہے۔ کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

عارض نے فوراً ہی تین بار قبول ہے بولا تھا اور سائن کرنے کے بعد سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے۔

"یا اللہ عارض کو میرے حق میں بہتر فرمانا اور ہر گرم و سرد میں اس کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمانا۔"

عمائمہ نے دعا کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیرے تھے۔

"یا اللہ مجھے عمائمہ کا محرم تو بنا دیا ہے اب ان کے ہر درد کی مرہم بننا نصیب کرنا اور ہمارے رشتے کو محبت کے ذریعے مضبوط فرمانا۔"

عارض نے دعا کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیرے تھے۔ فضا میں مبارکباد کا شور بلند ہوا تھا۔ پھولوں کی سیج کو ہٹایا گیا تھا اور عارض اٹھ کر عمائمہ کے سامنے آیا تھا۔ عمائمہ کے چہرے پر لال جالی دار دوپٹہ تھا جس پر 'عارض کی دلہن' تلے سے لکھا گیا تھا اور اس کے بارڈر پر آیت الکرسی رقم تھی۔ عارض نے آگے بڑھ کر اس کا دوپٹہ اٹھایا تھا تو حوا نے وہ دوپٹہ اتار کر اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔ عارض کچھ پل کے لیے مبہوت رہ گیا تھا۔ وہ گولڈن کلر کی شارٹ کرتی کے ساتھ ہم رنگ

کامدار غرارے میں ملبوس تھی۔ بالوں کو جوڑے کی شکل میں باندھا گیا تھا اور سر پر گولڈن دوپٹہ تھا جس کے اوپر لال دوپٹہ دے رکھا تھا جواب نہیں تھا۔ نکاح کی مناسبت سے کیا گیا میک اپ اور اس پر ناک میں ڈالی نتھ اس پر بہت جچ رہی تھی۔ وہ کچھ پل اسے مبہوت ہوتا دیکھتا رہا تھا جو نظریں جھکائے ہوئے تھی۔ پھر وہ گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا تھا جس پر ہر طرف ہوٹنگ شروع ہوئی تھی۔ عمائمہ اس کے یوں سامنے بیٹھنے پر ہڑبڑائی تھی اور نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا جواب اس کا شوہر تھا۔ اس کا دل الگ ہی انداز میں دھڑکا تھا۔ عارض کی بادامی آنکھوں میں نمی تھی۔ اس نے عمائمہ کے ہاتھوں کو تھاما تھا اور ان کی پشت چوم گیا تھا۔ نم ہوتی آنکھوں کے ساتھ وہ مسکرادی تھی۔ ہر طرف ہوٹنگ ہوئی تھی اور اس لمحے کو کیمرے میں محفوظ کیا گیا تھا۔

وہ عمائمہ کے گھورنے پر اٹھ کھڑا ہوا تھا اور پھر دونوں کا کافی شوٹ ہوا تھا جس کے ساتھ ہی کھانا بھی کھل چکا تھا۔ آج عارض کو اس کی محبت مل گئی تھی اور عمائمہ ؟؟ وہ مطمئن تھی۔ اور اس کے لیے اتنا کافی تھا۔

کچھ دیر کی رسومات کے بعد رخصتی کا شور بلند ہوا تھا اور عمائمہ نم آنکھوں سے حوا اور زنیرہ بیگم کے گلے لگی تھی۔ اس کے بعد شایان نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر پیار دیا تھا جس پر وہ کچھ نہیں بولی تھی۔ عارض گاڑی خود ڈرائیو کر رہا تھا اور عمائمہ خاموشی سے فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی۔

"مجھے محبت سکھانے کا شکریہ۔"

عارض نے یکدم بولا تھا۔ عمائمہ اسے چونک کر دیکھنے لگی تھی اور پھر مدھم سا مسکرادی تھی۔ عارض نے اسے مسکراتا ہوا دیکھا تو گویا ہوا۔

"اب ایسے مسکرائیں گی تو میں گاڑی کیسے چلا پاؤں گا۔"

عارض نے اسے چھیڑا تھا جس پر وہ سرخ ہوئی تھی اور عارض کا قہقہہ گونجا تھا۔

"بیگم۔ یہ آپ کا کونسا روپ ہے۔"

عارض نے اسے پھر سے چھیڑتے ہوئے کہا تھا۔

"آگے دیکھ کر گاڑی چلاؤ۔ مجھے شادی کے پہلے ہی دن مرنے کا شوق نہیں ہے۔"

عمائمہ نے اسے انگلی دکھاتے ہوئے کہا تھا اور تبھی عارض کی نظر اس کے ہاتھوں کی پشت پر پڑی تھی۔اس نے یکدم ہی گاڑی سڑک کے ایک جانب روکی تھی۔جس پر عمائمہ پریشان ہوئی تھی۔

"کیا ہوا؟"

اس نے حیرت سے پوچھا تھا۔باقی تمام گاڑیاں آگے نکل چکی تھیں۔مغرب جلدی ہونے کی وجہ سے ہر طرف اندھیرا تھا۔

"پہلے آپ بتائیں یہ کیا ہوا ہے؟"

عارض نے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر انہیں غور سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔۔

"یہ مہندی کا ری ایکشن ہو گیا تھا۔"

عمائمہ نے اسے لاپرواہی سے بتایا تھا۔

"کیا؟؟افف عمائمہ۔آپ نے بتایا کیوں نہیں۔ابھی ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔"

عارض نے کہتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کرنی چاہی تھی۔عمائمہ نے اسے روکا تھا۔

"عارض یہ پرسوں شام کے ہیں۔اب تو بہتر ہو چکے ہیں۔"

عمائمہ نے اسے ریلیکس کرتے ہوئے بتایا تھا کیونکہ وہ یکدم پریشان ہو چکا تھا۔

"درد تو نہیں ہو رہی؟"

اس نے ہاتھوں کو نرمی سے چھوتے ہوئے کہا تو عمائمہ ہنس دی تھی۔

"بالکل نہیں۔یہ نشان بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔"

عمائمہ نے اسے تسلی دی تھی۔

"پکی بات ہے؟"

عارض نے شکی لہجے میں پوچھا تو عمائمہ ناچاہتے ہوئے بھی پھر ہنس دی۔

"ہاں۔"

عارض نے نرمی سے اس کے ہاتھ آزاد کیے تھے اور ایک فکر مند نظر ان پر ڈالی تھی۔

urdunovelsblog

"آپ کو مہندی نہیں لگانی چاہیے تھی۔"

"میں انکار نہیں کر سکی عائزہ خالہ کو۔"

عمائمہ کی بات پر اس نے افسوس سے سر ہلا دیا تھا اور گاڑی دوبارہ سٹارٹ کی تھی اور پھر باقی سفر وہ تھوڑی بہت باتیں کرتے آئے تھے۔

گھر آنے کے بعد سب نے عارض کو خوب تنگ کیا تھا اور پھر رات زیادہ ہونے کی وجہ سے سب لوٹ گئے تھے۔ عمارہ عمائمہ کو عارض کے کمرے میں چھوڑ آئی تھی۔ تو کچھ دیر بعد عارض بھی آ گیا تھا۔

"میری اٹھائیس سال کی زندگی میں آپ سب سے قیمتی تحفہ ہیں جو میرے رب نے مجھے عطا کیا ہے۔"

وہ اس کے سامنے بیٹھا اسے بتا رہا تھا کہ وہ کتنی انمول ہے اس کے لیے اور وہ خاموشی سے ہر بات پر اپنا ایمان لا رہی تھی۔

"پیار و یار سب فرضی باتیں ہیں۔"

عمائمہ نے جیسے احتجاج کیا تھا۔

"اس کے علاوہ سب فرضی ہے۔"

"مجھے ان چیزوں پر اعتبار نہیں۔"

اس نے پھر احتجاج کیا تھا۔

"میں دلا دوں گا۔"

"مجھے محبت کرنا نہیں آتی۔"

عمائمہ نے جیسے ہار مانی تھی۔

"میں سکھا دوں گا۔"

وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔

"میں کبھی کسی کی محبت کی حقدار نہیں رہی۔"

عمائمہ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

"میری بقیہ زندگی کی تمام محبتوں کی حقدار صرف آپ ہیں۔"

عارض نے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

"کیا مجھ سے مخلص رہو گے؟"

وہ سوال کر رہی تھی یا اپنا اندیشہ ظاہر۔ وہ سمجھ نہ سکا۔

"یقین کریں آپ مجھ سے زیادہ کسی کو اپنا مخلص نہیں پائیں گی۔"

وہ مسکرا کر بولا تو عمائمہ کی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکا تھا جسے عارض نے نرمی سے صاف کر دیا تھا۔ اس نے عمائمہ کے ہاتھ کو بڑی نرمی سے تھام رکھا تھا۔ عارض کو اندیشہ تھا کہ کہیں اسکے زخم درد نہ کریں۔

"یہ چھوٹا سا تحفہ قبول کریں۔"

عمائمہ نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ میں سے ڈبیا اٹھائی تھی جس میں ایک خوبصورت سی انگوٹھی جگمگا رہی تھی۔ اس نے وہ عارض کی جانب بڑھا دی تو عارض نے مسکرا کر وہ اس کی انگلیوں میں پہنا دی تھی۔

"شکریہ۔"

عمائمہ نے کس چیز کے لیے اس کا شکریہ ادا کیا تھا وہ سمجھ نہ سکا لیکن مسکرا دیا۔

"آپ جانتی ہیں یہ انگوٹھی کب سے میرے پاس ہے؟"

عارض نے مسکرا کر کہا تھا جس پر عمائمہ نے سوالیہ انداز میں ابرو اچکائے تھے۔

"اس رات لاہور میں، میں آپ کو پرپوز کرنے والا تھا۔"

اس کی بات سنتی وہ حیران ہوئی تھی۔ لیکن وہ ہنس دیا تھا۔

"آپ فریش ہو کر ریسٹ کر لیں۔ کافی تھکی ہوئی لگ رہی ہیں۔ کل پھر فنکشن ہے۔"

عمائمہ نے ایک نظر اسے دیکھا تھا جو ابھی تک سفید شلوار سوٹ میں ملبوس تھا۔

"مجھے مدد چاہیئے ہو گی۔ ان بالوں کو کھولنے میں۔"

عمائمہ نے مدھم سے لہجے میں کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"جو حکم آپ کا۔"

اس نے تابعداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تھا جس پر وہ مسکرادی تھی۔ وہ بستر سے اٹھ کر ڈریسنگ کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا سنگھار ابھی بھی مکمل تھا۔ عارض چلتا ہوا اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں ساتھ کھڑے خوبصورت لگ رہے تھے۔ اس نے سر جھٹک کر دوپٹہ سے پنز اتاری تھیں اور آخری پن اترنے پر دوپٹہ زمین بوس ہوا تھا۔ عارض نے جھک کر دوپٹہ اٹھایا تھا اور بستر پر رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد وہ دونوں مل کر سر سے پنز اتارنے لگے تھے۔ عارض نے احتیاط کے ساتھ آرام آرام سے اس کے بال آزاد کیے تھے۔ پھر عارض فریش ہونے چلا گیا تھا جس کے بعد وہ بھی آرام دہ کپڑے لیتی واشروم میں گھسی تھی۔ جب وہ فریش ہو کر باہر آئی تو عارض کو جائے نماز پر بیٹھا پایا تھا۔ وہ نم آنکھوں سے دعا میں مشغول تھا۔ عمائمہ بستر پر بیٹھی غور سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ تھکاوٹ کے باعث نا جانے اس کی کب آنکھ لگی تھی لیکن جب اس کی آنکھ کھلی تو خود پر کمبل اچھے سے پھیلا دیکھ کر وہ ایک نظر عارض پر ڈال گئی تھی جو نیند میں نہایت پرسکون دکھائی دے رہا تھا۔

وہ مسکرادی اور دوبارہ آنکھیں موند گئی۔

بے گھروں کے لیے میدان بہت ہوتا ہے

دیکھ لینا بھی میری جان بہت ہوتا ہے

urdunovelsblog

اول اول تو ضروری ہے محبت لیکن

عزتِ نفس کا نقصان بہت ہوتا ہے

پاس رہنے کی حقیقت سے بھی ہم واقف ہیں

چھوڑ جانے کا امکان بہت ہوتا ہے

یہ الگ بات ہے تجھ سے نہیں کرتا شکوہ

ورنہ باتوں پر تیری دھیان بہت ہوتا ہے

آنکھ کا پردہ کریں کس لیے ہم جانتے ہیں

دل پر فائز کیا دربان بہت ہوتا ہے

زخم کھانے کے لیے خوشیاں منانے کے لیے

سچ کہوں ایک انسان ہی بہت ہوتا ہے

===============

باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز پر اس کی آنکھ کھلی تھی اور اس نے دھیرے سے ذہن کو ہوش دلانا چاہا تھا۔ جگہ کچھ نئی نئی لگی تو دھیرے دھیرے ذہن بیدار ہونا شروع ہوا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اپنے بغل میں دیکھنے لگی جہاں بستر خالی تھا اور واشروم سے پانی گرنے کی آواز عارض کی موجودگی کا پتہ بتا رہی تھی۔ اس نے اٹھ کر وقت دیکھا تو گھڑی نو بجا رہی تھی۔ وہ اتنی گہری نیند بہت عرصے بعد سوئی تھی، وہ بھی نیند کی گولیوں کے بغیر۔ اتنے روز کی تھکاوٹ کے باعث آج اس کو سکون بھری نیند آئی تھی۔ وہ بالکل فریش سی اٹھی تھی اور عارض کے واشروم سے نکلنے تک اپنے لیے اچھا سا جوڑا نکال چکی تھی۔

وہ بالوں میں تولیا رگڑتا ہوا واشروم سے نکلا تو عمائمہ کو اپنے سامان کے ساتھ الجھتے پایا جو سنگھار میز پر اپنے تیار ہونے کا سارا سامان بکھیرے اس میں سے کچھ تلاش کر رہی تھی۔ عارض خاموشی سے اس کی کاروائی دیکھنے لگا جب وہ ہاتھ میں پکڑے موبائل سے کسی کو کال ملانے لگی۔

"یار حوا! یہ سب اتنے ہیوی جھمکے کس خوشی میں رکھے ہیں تم نے۔ میرے کان لٹک گئے تو میں تمہارے کان مڑوڑ دوں گی۔"

دوسری جانب سے کال اٹھائی گئی تو عمائمہ نے بغیر کوئی حال احوال دریافت کیے اسے سنا ڈالی تھیں جو اس کی بات سنتی ہنس دی تھی۔

"کوئی ہیوی نہیں ہے۔ ہلکے پھلکے ہیں۔ شادی شدہ ہو اب تم تو اتنا تو چلتا ہے۔"

حوا نے مکمل طور پر دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا تھا جیسے وہ اس کے سامنے موجود ہو۔

"اس چیز کا اللہ تعالیٰ تم سے الگ حساب لیں گے۔ دیکھ لینا۔"

عمائمہ نے غصے سے کہا تھا اور سارے بندے جیولری باکس میں واپس ڈالتی پلٹی تھی جب عارض کو کھڑا پایا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرا دیا تھا تو وہ بھی کچھ شرمندہ ہوتی مسکرا دی تھی۔ اسے اپنی ٹینشن میں معلوم ہی نا ہو سکا کہ عارض کب باہر آیا۔

"اچھا جلدی سے تیار ہو جاؤ اب۔ ہم تمارا ناشتہ لے کر آرہے ہیں۔"

حوا نے کہہ کر دوسری جانب سے فون کاٹ دیا تھا۔ جبکہ عمائمہ حیران ہوئی تھی۔

"یہ لوگ کیوں ناشتہ لائیں گے ؟"

عمائمہ نے حیرت سے عارض سے پوچھا تھا جو سفید شلوار قمیض میں بہت خوبرو لگ رہا تھا۔

"یہ بھی ایک رسم ہوتی ہے۔ ہم نے منع کیا تھا لیکن زنیرہ دادو نے بولا کہ ہمیں رسومات مکمل کرنی ہیں۔ اس لیے پھر ہم نے کچھ نہیں بولا۔"

عارض کہتا ہوا ٹاول ایک طرف رکھتا سنگھار میز کی جانب آیا تھا۔

"ویسے کتنی عجیب رسم ہے نا۔"

عمائمہ اچنبے سے کہتی ہوئی کپڑے اٹھاتی واشروم میں گھس گئی تھی۔ عارض مسکراتا ہوا بال سنوارنے لگا تھا اور خود پر پرفیوم چھڑکتا وہ اب تیار تھا۔ لیکن اسے عمائمہ کو ساتھ لے کر نیچے جانا تھا، اس لیے اس کا انتظار کرنے لگا۔

اس نے ایک نگاہ بستر پر ڈالی جو عمائمہ سیٹ کر چکی تھی۔ وہ مسکرا دیا تھا۔ وہ موبائل اٹھا کر بالکنی میں آگیا تھا اور برہان کو کال کرتا ولیمے کے فنکشن کے متعلق بات کرنے لگا تھا۔ نومبر کے انداز کے ساتھ ہی پت جھڑ کا موسم بھی شروع ہونے کو تھا۔ ماحول میں خنکی تھی اور ہوا سرد تھی۔ ابھی دھوپ کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔

عمائمہ اب سنگھار میز کے سامنے کھڑی اپنے بالوں کو سکھا رہی تھی اور ایک نظر اٹھا کر بالکنی میں کھڑے عارض کی پشت کو بھی دیکھ لیتی تھی۔ بال سکھانے کے بعد جب اس کا دھیان سنگھار میز پر گیا تو وہاں ایک جھمکوں کی جوڑی سجی ہوئی تھی۔ اس نے حیرت سے عارض کی پشت کو دیکھا تھا۔ وہ سر جھٹکتی ہلکا پھلکا تیار ہوئی تھی۔ عارض کی پہنائی گئی انگوٹھی اس کی انگلی میں چمک رہی تھی۔ گلے میں ایک چین پہنتی وہ اب کانوں میں جھمکے ڈال رہی تھی۔ پھر تیار ہوتی وہ جوتے پہننے لگی۔ تبھی عارض کمرے میں داخل ہوا تھا اور اسے سر تا پاؤں دیکھنے لگا جو مہرون ہلکے سے کام دار جوڑے میں ہم رنگ کیپری اور

urdunovelsblog

دوپٹا لیے، بالوں کو آدھا باندھے، ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ کانوں میں سلور رنگ کے جھمکے اس کے لباس کو مکمل کر رہے تھے۔ عارض مسکرا دیا۔۔

"مجھے امید نہیں تھی کہ یہ جھمکے اتنے زیادہ اچھے لگیں گے اس ڈریس کے ساتھ۔"

عارض کی بات پر اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا تھا۔

"ہاں تمہاری چوائس کافی اچھی ہے۔"

عمائمہ مسکرا کر گویا ہوئی۔

"وہ تو میں مانتا ہوں۔"

عارض اس کے عین پیچھے کھڑا ہوتا، شیشے میں نظر آتے اس کے عکس کو دیکھتے ہوئے بولا تھا جس پر اس نے اسے گھورا تھا۔

"چلیں؟"

عمائمہ کی بات پر وہ سر ہلا کر اسے گزرنے کا رستہ دے گیا تھا۔ عمائمہ ابھی دروازے تک پہنچی تھی کہ عارض نے اس کی خالی کلائیاں تھامی تھیں اور اسے واپس کھینچا تھا۔

"اب کیا؟"

عمائمہ نے خود کو گرنے سے بچاتے ہوئے سوالیہ انداز میں بولا۔ عارض اسے لیتا ہوا سنگھار میز پر آیا تھا جہاں ایک طرف چوڑیوں کا سٹینڈ سجا تھا جس میں قریبا ہر رنگ کی چوڑیاں موجود تھیں۔ عارض نے آگے بڑھ کر اس میں سے مہرون کی شیڈ کی سرخ چوڑیاں چنی تھیں اور اس کے ہاتھوں کو آگے کرنے کا اشارہ کیا تھا۔ جس پر وہ جھجکی تھی۔

"میں نے کبھی پہنی نہیں ہیں تو عجیب لگیں گی۔"

عمائمہ نے سر جھکاتے ہوئے کہا تھا۔ عارض نے ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کا سر اونچا کیا تھا۔ دونوں کی نظریں ملی تھیں۔

"آپ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں ہوگا۔ لیکن کبھی کبھی نئی چیزوں کو زندگی میں جگہ دینی چاہیے۔"

عارض نے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔ جس پر عارض مسکراتا ہوا اس کی کلائیوں میں نرمی سے چوڑیاں بھر گیا۔

پھر دونوں ہاتھوں کو نرمی سے چومتے ہوئے وہ چھوڑ گیا۔ عمائمہ کے لباس کا رنگ اس کے رخسار پر نمایاں ہونے لگا۔ جس پر عارض ہنس دیا اور اسکا ہاتھ تھامے نیچے چل دیا۔

ہاتھوں میں ہاتھ لے کے یہاں سے گزر چلیں

قدموں میں پل صراط سہی راستا تو ہے

==========

ناشتے کے ٹیبل پر خوش گوار ماحول میں ناشتہ جاری تھا۔ کھانے کے ساتھ ساتھ باتیں بھی جاری تھیں اور وقفے وقفے سے قصر سلطان میں قہقہے گونج رہے تھے۔ حوا ناشتہ کر آئی تھی اور اب وہ عمارہ کے ساتھ ٹیبل پر لوازمات وقفے وقفے سے پورے کر رہی تھیں کیونکہ عمارہ بھی جلدی ناشتہ کر چکی تھی۔

"آج سردی کچھ زیادہ ہے یا مجھے محسوس ہو رہی ہے؟"

عمائمہ نے ٹھٹرتے ہوئے کہا تھا اور ہاتھوں کو باہم رگڑا تھا۔۔

"تمہیں محسوس ہو رہی ہے۔ ورنہ موسم میں خنکی تو قدرتی فعل ہے۔"

حوا نے اسے تنگ کرنے کی غرض سے کہا تھا ورنہ آج معمول سے ہٹ کر واقعی سردی زیادہ تھی۔ عمائمہ نے اسے گھوری سے نوازا تھا۔ تبھی عارض نے اس کے دونوں ہاتھ جو اس کی گود میں دھرے تھے، وہ پکڑے تھے اور اپنے ہاتھوں کی گرمائش سے اسکے سرد پڑتے ہاتھوں کو حرارت بخشی تھی۔ عمائمہ نے نظریں اٹھا کر عارض کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ نظریں ملنے پر وہ مسکرا دیا جس پر عمائمہ نے اپنی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

اسی لمحے شایان نے اس کی جانب ٹیوب بڑھائی تھی۔

"یہ لگا لینا ہاتھوں پر، نشان ختم ہو جائیں گے۔"

عمائمہ نے ہاتھوں کو جھولی میں گرایا ہوا تھا، اس کی مسکراہٹ سمٹی تھی اور وہ لب بھینچ گئی تھی۔ لیکن پھر بناوٹی مسکراہٹ چہرے پر سجائے کہنے لگی۔

"بیرونی زخم نشان چھوڑ جائیں تو آہستہ آہستہ مندمل ہو جاتے ہیں لیکن زخم اگر اندرونی ہوں تو وہ تاحیات تازہ رہتے ہیں۔"

عمائمہ نے کہا تو ٹیبل پر یکدم خاموشی چھا گئی۔ ماحول میں تناؤ سا پھیلنے لگا۔

"عارض تم عمائمہ اور عمارہ کو پارلر ڈراپ کر دینا۔ میں وینیو پر چلا جاؤں گا۔"

حاشر نے ٹیبل کا ماحول واپس بحال کرنے کی کوشش کی تھی۔

"نہیں! میں ماں جی کے ساتھ گھر کو اور مہمانوں کو دیکھ لوں گی۔ عمائمہ کے ساتھ سجل نے جانے کا بولا تھا۔ وہ پارلر ہی آ جائے گی۔"

عمارہ انہیں کچھ وقت اکیلا دینا چاہتی تھی اور وہ واقعی عائزہ بیگم کو مہمانوں کے ساتھ اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔

اس کی بات پر عارض نے سر ہلا دیا اور ہاتھ بڑھا کر شایان کے سامنے پڑی ٹیوب کو اٹھا لیا۔

"خالہ میں کمرے میں چلی جاؤں؟ سردی زیادہ محسوس ہو رہی ہے، طبیعت ناساز ہے کچھ۔"

عمائمہ نے عائزہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں ہاں ضرور۔ آرام کر لو کچھ دیر۔ پھر عارض تمہیں پارلر چھوڑ آئے گا۔ لیکن دوائی لے لینا بیٹا۔"

عائزہ نے نرمی اور محبت سے اسے کہا تو عمائمہ نے سر ہلاتے ہوئے عارض کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ آزاد کروائے تھے اور کرسی گھسیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"شام میں ملاقات ہوتی ہے۔"

وہ حوا سے گلے مل کر ایک نظر شایان کو دیکھ کر اپنے کمرے میں چل دی تھی۔ ناشتے کا سامان لے کر نور منزل سے شایان اور حوا ہی آئے تھے۔ زنیرہ بیگم کل سے کچھ بہتر محسوس نہیں کر رہی تھیں، اس لیے وہ گھر پر ہی موجود تھیں۔

urdunovelsblog

==============

عارض کچھ دیر بعد کمرے میں آیا تو وہ بستر پر ایک طرف سمٹ کر بیٹھی تھی۔ گھٹنوں پر سر ٹکائے شاید رونے کا شغل فرمایا جا رہا تھا۔ عارض قدم قدم چلتا ہوا اس تک آیا تھا اور پھر فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس کے بازو چہرے سے الگ کیے تھے تو وہ ٹانگیں لٹکائے بیٹھ گئی۔ نم آنکھیں رونے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ اس نے عمائمہ کے ہاتھ اپنے سامنے کیے تھے اور نرمی سے ان پر ٹیوب لگانے لگا تھا۔ عمائمہ نم آنکھوں سے اسے گھٹنوں کے بل بیٹھے دیکھ رہی تھی جو شلوار قمیض میں بہت وجیہہ دکھ رہا تھا۔ ماتھے ہر بال بکھرے ہوئے تھے جو جھکنے کی وجہ سے مزید نیچے گرے ہوئے تھے۔ بادامی آنکھیں اس کے ہاتھوں پر ٹکی تھیں۔

"جو چیزیں بولتے ہوئے خود آپ کو بھی اذیت ہوتی ہے، وہ کیوں بولتی ہیں؟"

عارض کی بات پر اس کی آنکھوں سے آنسو بہے تھے جسے اس نے بڑی عقیدت سے اپنے ہاتھوں پر چنا تھا۔ عمائمہ جواباً خاموش رہی تھی۔

"یہ کھالیں اور تھوڑی دیر آرام کر لیں۔ تھکاوٹ کے باعث بخار ہو رہا ہے۔"

عارض نے ایک سفید گولی اس کی جانب بڑھائی تھی اور اس کے ساتھ ہی پانی کا گلاس بھی۔ عمائمہ چپ چاپ وہ کھا گئی تھی اور آرام کی نیت سے لیٹ گئی تھی۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد عارض اسے پارلر چھوڑ آیا تھا۔

========

سردی میں اضافہ ہو چکا تھا۔ ایسے میں ولیمے کا فنکشن کھلی فضا میں منعقد کیا گیا تھا۔ ہلکی ہلکی دھوپ بھی موجود تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر سارے انتظامات کیے گئے ہیں۔ ایک کھلا سا سبزہ زار تھا جس کے اطراف میں خوبصورت چوٹیاں تھیں اور سورج کی ہلکی پھلکی کرنوں میں وہ اپنی پوری شان کے ساتھ کھڑی تھیں۔ ان کے دامن میں کھلا سبزہ زار تھا جس پر ایک طرف سٹیج بنا تھا جسے آسمانی اور سفید رنگ کے امتزاج کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ وقفے وقفے سے کرسیاں اور ٹیبل لگے تھے۔ ایک جانب کھانے کے ٹیبل سجے تھے جس میں سے اشتہا انگیز خوشبو آرہی تھی۔ مہمان آرہے تھے اور تمام گھر والے مل کر انہیں خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ عارض ایسے میں ابھی گھر سے تیار ہو کر نکلا تھا۔

urdunovelsblog

"ہاں ٹھیک ہے تم عاصم کے ساتھ چلی جاؤ۔ میں آرہا ہوں عمائمہ کو لینے۔"

اس نے کہہ کر فون کاٹ دیا اور پارلر کے راستے پر گاڑی ڈال دی۔

کچھ دیر بعد وہ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولے جھک کر اس کی میکسی گاڑی میں سلیقے سے رکھتے ہوئے نظر آرہا تھا۔ پھر ایک نظر مسکرا کر اسے دیکھتا ہوا وہ گاڑی کا دروازہ بند کر گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتا ہوا وہ گاڑی چلا گیا تھا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے اب؟"

عارض نے فکرمندی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔ لیکن پتا نہیں رات تک ٹھیک رہتی ہوں یا نہیں۔"

عمائمہ نے ایک نظر اپنے بھاری جوڑے کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کیوں؟؟"

عارض نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔

"اتنا بھاری جوڑا ہے۔ میں تو سوچ رہی تھی چلوں گی کیسے۔ اوپر سے ہیلز بھی پہن لی ہیں۔"

عمائمہ نے منہ بسورتے ہوئے کہا تو عارض مسکرا دیا۔

"آپ جو گرز پہن لیتیں یا کل کی طرح کھسا۔"

اس نے جیسے مشورہ دیا تھا۔

"واؤ عارض! یہ آئیڈیا مجھے کیوں نہیں آیا؟"

عمائمہ نے مصنوعی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے منہ کھولا تھا۔ اس کے تاثرات پر عارض قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گیا تھا۔

"سچ کہوں تو آپ بہت خوبصورت لگ رہی ہیں۔"

عارض نے نرمی سے ایک نظر اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا اور پھر مسکراتے ہوئے سامنے سڑک پر نظریں جما گیا تھا۔

"اور میری سوچ کے برعکس تم بھی اس سکائے بلیو پینٹ کورٹ میں اچھے لگ رہے ہو۔"

عمائمہ نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بولا تو وہ حیران ہوا تھا۔

"کیا مطلب آپ کی سوچ کے برعکس؟"

عارض کے شاکی لہجے پر عمائمہ کی کھلکھلاتی ہنسی کی آواز گاڑی میں گونجی تھی۔

"مجھے امید نہیں تھی کہ یہ رنگ تم پر اچھا لگے گا۔"

عمائمہ ہنستے ہوئے بول رہی تھی۔ ایک ہاتھ سے اپنے چہرے پر آئی آوارہ لٹ کو پیچھے کر رہی تھی۔ عارض نے گاڑی یکدم ہی ایک طرف روکی تھی اور پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ عمائمہ اس کی حرکت پر چونکی تھی۔

"عمائمہ! مجھ سے وعدہ کریں کہ زندگی میں کبھی مجھ سے کچھ نہیں چھپائیں گی۔"

عارض کی بے تکی پر اس نے اسے کنفیوز نظروں سے دیکھا تھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے اس رشتے میں اعتبار قائم کروں جو دو طرفہ ہو۔ میں آپ سے کچھ نہیں چھپاؤں گا تو آپ بھی مجھ سے وعدہ کریں کہ مجھ سے کچھ نہیں چھپائیں گی۔"

urdunovelsblog

عارض نے کہتے ہوئے ہاتھ اس کے آگے بڑھایا تھا۔ عمائمہ نے اپنی امبر رنگ آنکھوں سے اس کی بادامی آنکھوں میں دیکھا تھا اور پھر ہلکا سا مسکرا کر اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر اپنا مہندی اور مندمل ہوئے زخموں سے سجا ہاتھ رکھ گئی تھی۔ چوڑیوں کی کھنک گاڑی میں گونجی تھی تو عارض نے اس کی کلائیوں میں پہنی چوڑیاں دیکھی تھیں جو اس کے جوڑے کی خوبصورتی کو نکھار رہی تھیں۔ عارض نے مضبوطی مگر نرمی سے اس کے ہاتھ کو تھام لیا تھا اور پھر کچھ دیر ان امبر رنگ آنکھوں میں دیکھا تھا۔

"ہمیں چلنا چاہیے اب۔"

عمائمہ نے گلا کھنکھارتے ہوئے اسے ہوش دلایا تھا۔ جس پر وہ مسکرا کر سیدھا ہوتا گاڑی سٹارٹ کر گیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولے اس کو باہر نکلنے میں مدد کر رہا تھا۔ باہر نکال کر اس کا جوڑا جھک کر درست کیا تھا اور پھر کھڑا ہوتا ہوا اس کے سر پر سجے دوپٹہ پر پن درست کر گیا تھا۔ عمائمہ ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بخوبی نوٹ کر رہی تھی اور دل الگ ہی انداز میں دھڑک رہا تھا۔

"چلیں؟"

عارض نے کہتے ہوئے اپنا بازو موڑے اس کے سامنے کیا تھا جس پر وہ سر ہلاتی اس کے بازوؤں میں اپنا بازو ڈالتی آگے چل دی تھی۔

urdunovelsblog

ان کا پرجوش سا استقبال کیا گیا تھا۔ وہ سٹیج پر کھڑے اب مہمانوں کے ساتھ تصاویر بنوا رہے تھے۔ پھر باری باری سب سے ملے اور خود کے ایک لمبے فوٹو شوٹ سے فارغ ہوتے ہوئے وہ اب کھانا کھانے کی غرض سے بیٹھے تھے کہ جب حوا ان تک آئی تھی۔ وہ ٹی پنک کلر کی لمبی پیروں تک آتی میکسی کے ساتھ ہم رنگ نقاب اوڑھے مسکراتی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"میری طرف سے ایک چھوٹا سا تحفہ قبول کریں۔"

حوا نے کہا تو عارض اور عمائمہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا جو اب سٹیج سے نیچے کسی کو اشارہ کر رہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں حوا کا دیا تحفہ ان کے ہاتھ میں تھا۔

وہ ایک فل سائز فریم تھا جس میں عارض اور عمائمہ کے نکاح کی تصویر تھی۔ عارض نے عمائمہ کے ہاتھ لبوں سے لگا رکھے تھے اور عمائمہ نم آنکھوں سے مسکرا رہی تھی۔ وہ بلاشبہ ایک خوبصورت تصویر تھی جس میں بہت سے احساسات چھپے ہوئے تھے۔ عارض اور عمائمہ کی نظریں ملی تھیں اور پھر دونوں نے حوا کا شکریہ ادا کیا تھا۔ فنکشن کافی دیر تک جاری رہا تھا اور پھر سب مہمان گھروں کو لوٹ گئے تھے۔ زنیرہ بیگم نے جانے سے پہلے عمائمہ کو گلے لگایا تھا اور خوش رہنے کی دعا دی تھی۔ شایان نے البتہ اس کے سر پر پیار دیا تھا اور پھر اسے گلے لگانا چاہا تھا لیکن رک گئے تھے۔

"آج میں واپس لوٹ جاؤں گا۔ مجھے شادی میں شرکت کرنے کی اجازت دینے کا شکریہ۔"

شایان نے نم ہوتی آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔ عارض نے باپ بیٹی کو دیکھا تھا۔ عمائمہ خود پر ضبط کیے ہوئے تھی اور شایان۔۔۔ شایان کی آنکھوں میں نا جانے کیا کیا تھا۔ عارض نے عمائمہ کا ہاتھ تھاما تھا اور اپنے ہونے کا احساس دلایا تھا۔

"خیال رکھو گی نا اپنا؟"

شایان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا اور ساتھ ہی ان کی آنکھوں سے ایک آنسو بہہ نکلا تھا۔ عمائمہ کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ گلہ رندھا گیا۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی لیکن اگر وہ کچھ بھی بولتی تو آنسو لازماً نکلنے تھے سو وہ ضبط کرتی ہوئی خاموش رہی لیکن عارض نے آگے بڑھ کر شایان کو گلے لگایا تھا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ میں خیال رکھوں گا ان کا۔"

شایان عارض کے گلے لگتے ہوئے رو دیے تھے۔ بے بسی سے۔ اور پھر عمائمہ کے سر پر پیار دیتے وہ چلے گئے تھے۔

"مجھے گھر جانا ہے۔"

عمائمہ نے عارض کے ہاتھوں پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے اسے دیکھ کر کہا تھا۔ اس کے چہرہ اٹھانے پر عمائمہ کی آنکھ سے آنسو بہہ نکلا تھا۔ فنکشن اپنے اختتام کو تھا۔ عارض نے فوراً سر ہلایا اور برہان کو آواز دی۔ سب سے مل کر وہ عمائمہ کو لیتا ہوا گھر لوٹ گیا۔ باقی سب بھی اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے۔

عمائمہ پورا رستہ خاموش رہی تھی۔

urdunovelsblog

گھر آنے کے بعد وہ کپڑے تبدیل کرتی ہوئی آرام دہ کپڑوں میں بستر پر آبیٹھی تھی۔ حاشر، عمارہ اور عائزہ بیگم کچھ دیر پہلے ہی اس کے پاس بیٹھ کر باتیں کر کے اس کا دل بہلا کر گئے تھے۔ اب رات کافی ہونے کی وجہ سے سب اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔ وہ خاموشی سے بستر پر بیٹھی تھی۔ کمرے کے ایک کونے میں ان کھلے تحائف رکھے تھے۔ اس کی جیولری سنگھار میز پر بکھری ہوئی تھی جسے عارض سمیٹ رہا تھا۔

"عمائمہ!"

عارض نے اسے پکارا تو وہ چونکی۔

"جی؟"

اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"کافی پینے چلیں؟"

اور کچھ دیر بعد وہ اسلام آباد کی ویران سڑکوں پر چل رہے تھے۔ عمائمہ نے سبز رنگ کی شلوار قمیض کے اوپر بھورے رنگ کا کورٹ پہن رکھا تھا اور عارض نے بلیک ٹراؤزر پر بلیک ہی کورٹ پہن رکھا تھا۔ رات کے اس پہر فضا میں سکوت تھا اور ایسے میں وہ دونوں کورٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے قدم سے قدم ملاتے چل رہے تھے۔

کالونی کے آخر میں ایک کیفے بنا تھا۔ عارض اسے لیے وہیں جا رہا تھا۔ ہلکی پھلکی باتوں سے وہ پہلے ہی عمائمہ کا دھیان بٹا چکا تھا۔

"میرے آئیڈیل میرے بابا تھے۔ انہوں نے مجھے ہمیشہ لڑکیوں کی عزت کرنا سکھایا تھا۔ وہ کہتے تھے بیٹیاں گھر کی عزت ہوتی ہیں اور عزت کو عزت اور محبت سے رکھنا چاہیے۔"

عارض کی آواز خاموش فضا میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

"وہ ماں جی کی بہت عزت کرتے تھے۔ ہمیشہ انہیں آپ کہتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ ہماری کوئی بہن ہوتی لیکن قدرت کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔"

عمائمہ نے اس کی آواز میں نمی محسوس کی تھی یا شاید اس کا وہم تھا۔ اس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا جو عین سامنے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔

urdunovelsblog

"میں جب باہر پڑھنے کے لیے گیا تو وہاں ویسی لڑکیاں نہیں تھیں جیسی میرے بابا نے ہمیشہ مجھے بتائی تھیں۔"

عارض کہتا ہوا لمحے بھر کو رکا تھا۔

"میں انہیں غلط نہیں کہوں گا لیکن وہ میری تربیت کے برخلاف تھیں۔"

عارض کی بات پر عمائمہ نے سر اٹھائے اسے پھر سے دیکھا تھا لیکن وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

"مجھے ان میں دلچسپی نہیں تھی لیکن میں ان کی عزت کرتا تھا، آج بھی کرتا ہوں۔"

عارض نے ایک نظر اسے دیکھا تھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ دونوں اب کیفے کے سامنے کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ عمائمہ اس کے بولنے کی منتظر تھی اور عارض اسے دیکھنے میں مصروف تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر عمائمہ کے لیے کیفے کا دروازہ کھولا اور پھر اس کے بعد خود بھی اندر داخل ہو گیا۔ ایک ٹیبل پر بیٹھتے ہوئے انہوں نے کافی منگوائی اور کافی آنے کے بعد اس نے دوبارہ بات کا آغاز کیا۔

"میں نے وہاں جا کر سیکھا کہ ساری لڑکیاں ایک جیسی نہیں ہو سکتیں اور سارے لڑکے بھی ایک جیسے نہیں ہوتے۔"

عارض نے نرمی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا جو سر جھکائے کافی کا مگ دیکھ رہی تھی۔

"میں سب کو غلط نہیں سمجھتی لیکن میں کسی پر بھروسہ نہیں کر پاتی۔ چاہوں بھی تو نہیں۔"

عمائمہ نے دھیرے سے اسے بتایا تھا۔

"مجھ پر بھروسہ کر کے دیکھیں۔ میں آپ کا اعتبار نہیں توڑوں گا۔"

عارض نے کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ دھرا تھا۔ عمائمہ نے مسکرا کر سر ہلا دیا تھا۔ پھر ماحول میں پھیلی سوگواریت کو کم کرنے کے لیے عارض اسے اپنے اور برہان کے قصے سنانے لگا تھا جس پر عمائمہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہنستی جا رہی تھی۔ کیفے چونکہ کالونی کے بالکل ہی اختتام پر تھا تو شیشے کی دیوار کے پار انہیں باہر کی سڑک کا منظر بھی نظر آ رہا تھا۔ تبھی باہر سے گزرتی ایک بائیک کی آواز پر عمائمہ چونکی تھی اور اشتیاق سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

"Benelli TRK 251۔"

عمائمہ نے زیر لب کہا تھا۔ وہ ایک touring بائیک تھی۔

اس کے گزرنے کے بعد بھی عمائمہ باہر دیکھ رہی تھی تو عارض نے اس کی حرکات کا غور سے جائزہ لیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے آپ کو بائیکس وغیرہ پسند ہیں۔"
عارض نے کہتے ہوئے کافی کا گھونٹ بھرا تھا تو عمائمہ پوری طرح اس کی جانب گھومی تھی اور آنکھوں میں خوشی لیے اسے بتانے لگی۔
"ہاں! لیکن مجھے ٹورنگ بائیکس پسند ہیں۔ میں نے کئی سال کی سیونگز کے بعد ایک ٹورنگ بائیک لی تھی لیکن میں اسے ایک بار بھی چلا نہیں پائی تھی۔"
عمائمہ کی ساری ایکسائٹمنٹ جھاگ کی طرح بیٹھی تھی۔
"کیوں نہیں تھیں چلا پائیں؟"
عارض نے نرمی سے اس سے پوچھا تھا۔
"جس دن بائیک گھر آئی تھی اس دن نانو نے مجھے بہت ڈانٹا تھا اور مجھ سے بہت ناراض ہوئی تھیں۔ انہیں لگتا تھا یہ بہت خطرناک کام ہے۔ میرا ارادہ اس پر کشمیر جانے کا تھا لیکن اسے چلانا تو دور میں اس پر بیٹھ بھی نہ سکی۔ نانو نے مجھے کبھی نہیں ڈانٹا تھا۔ ہمیشہ میرے فیصلوں پر میرا ساتھ دیا تھا۔ تو اس دن ان کی ڈانٹ کے بعد میں نے وہ بائیک اسی وقت بیچ دی۔"
عمائمہ نے افسردگی سے ساری داستان اس کے گوش گزار کی تھی۔
"تو آپ کو بائیک چلانی آتی تھی؟"
عارض نے کافی کے آخری گھونٹ بھرتے ہوئے کہا تھا۔ عمائمہ بھی اپنا مگ خالی کر چکی تھی۔
"ہاں۔ ابیہا کے پاس بائیک تھی یونیورسٹی کے شروع کے دنوں میں۔ میں نے اس کی بائیک کا حشر کر دیا تھا لیکن سیکھ لی تھی۔"
عمائمہ نے ہنستے ہوئے اسے اپنا کارنامہ بتایا تو وہ جو مسلسل مسکرا رہا تھا، مزید مسکرا دیا۔
"ابیہا کون ویسے؟"
عارض نے پوچھا تو عمائمہ نے بتایا۔
"یونیورسٹی میں کافی دوست تھے لیکن ابیہا سے کچھ زیادہ دوستی تھی۔"

"اور وہ ہماری شادی پر نہیں آئی کیا؟"

عارض بچوں کی طرح اس سے سوالات کر رہا تھا۔ وجہ صرف اس کو خود کے ساتھ کمفرٹیبل کرنا تھا۔

"نہیں۔ وہ لاسٹ سمیسٹر پورا کیے بغیر اپنے والدین کے پاس باہر چلی گئی تھی۔"

عمائمہ نے اسے مسکرا کر بتایا تھا۔ پھر یاد آنے پر کہنے لگی۔

"اسی رات جس دن تم لاہور جا رہے تھے۔ میں ائیر پورٹ پر اسی کو چھوڑنے آئی تھی۔۔"

عمائمہ نے کہا تو دونوں کو ایک ساتھ بہت کچھ یاد آیا تھا۔ وہ دونوں ہی ایک دوسروں کی نظروں میں دیکھتے ہوئے خاموش ہو گئے تھے۔ پھر وہ واپسی کے لیے اٹھ گئے تھے۔

"ایک بات پوچھوں؟"

عمائمہ نے عارض کی طرف نگاہیں گھماتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہزار پوچھیں۔"

عارض نے مسکرا کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھاما تھا اور اپنے کورٹ کی جیب میں اڑسا تھا۔ اب وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

"تم مجھے بتا سکتے تھے کہ تمہارا اس سب میں کوئی قصور نہیں تھا۔ تم نے مجھے کیوں نہیں کچھ کہا؟"

عارض جانتا تھا اس کا اشارہ کس طرف تھا۔

"میں کچھ بھی کہتا آپ گواہ کے بغیر مجھ پر یقین نہ کرتیں۔ اس لیے میں آپ کی زندگی سے دور چلا گیا تھا۔"

عارض نے رک کر اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ بھی رک گئی تھی۔ عارض نے دوسرا ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے پر آئے بال پیچھے کیے تھے۔ عمائمہ نے لمحے بھر کو آنکھیں بند کی تھیں اور گہری سرد سانس اندر اتارتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم مجھ سے تھک تو نہیں جاؤ گے؟"

"کبھی نہیں۔"

عارض نے مسکرا کر جواباً کہا تو عمائمہ سر جھٹک گئی تھی۔ وہ پھر سے چلنے لگے تھے اور دونوں باتیں کرتے ہوئے گھر واپس لوٹ گئے تھے۔ دور افق پر بادلوں میں چھپا چاند انہیں ساتھ ساتھ چلتے دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔

urdunovelsblog

ہم نے اس چہرے کو باندھا نہیں مہتاب مثال
ہم نے مہتاب کو اس رخ کے مماثل باندھا

=============

ان کے ولیمے کو دو روز گزر چکے تھے۔ قصر سلطان کے مکین عمائمہ کو اپنے ساتھ کمفرٹیبل کر چکے تھے۔ وہ سب لاؤنج میں بیٹھے چائے اور کافی کے ساتھ موسمی سوغات سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ رات کے نو بجے کا وقت تھا۔ ہر گزرتے دن اسلام آباد کی فضاؤں میں سردی کی شدت بڑھتی جا رہی تھی۔ ایسے میں وہ مسکراتے ہوئے باتیں کرنے میں مصروف تھے۔

"تم لوگوں کو ناردرن ایریاز سے ہو آنا چاہیے اسی موسم میں۔ ورنہ سردی کی شدت زیادہ ہو گئی تو مشکل ہو گا۔"

زنیرہ بیگم نے عارض اور عمائمہ کو متوجہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں! آفس بھی ابھی میں دیکھ رہا ہوں تو تم ایک ہفتے میں ہو کر آ سکتے ہو۔"

حاشر نے بھی اضافہ کیا تھا۔ عارض نے عمائمہ کی جانب دیکھا تھا جس پر وہ خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

"چلیں سوچتے ہیں اس بارے میں۔"

عارض نے مسکرا کر کہتے ہوئے کافی کا گھونٹ بھرا تو عمارہ کہنے لگی۔

"عمائمہ! تمہاری کوئی ڈریم پلیس ہے جہاں جانا چاہو؟"

عمارہ کے سوال پر وہ سر جھٹک کر مسکرا دی۔

"میرے نزدیک پاکستان سے زیادہ خوبصورتی کہیں نہیں ہے۔ میں پاکستان کو ہی فلحال ایکسپلور کرنا چاہتی ہوں۔"

عمائمہ کی بات پر حاشر سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہنزہ چلے جاؤ۔ بہت خوبصورت ہے۔"

حاشر کے کہنے پر عارض چونکا تھا اور پھر عمائمہ کی جانب دیکھنے لگا جو کندھے اچکا گئی کہ تمہاری مرضی۔

"کل ہی نکل جائیں گے پھر۔"

urdunovelsblog

عارض نے بھی جیسے بدلہ لیا تھا۔

"عمائمہ گرم کپڑے جتنے ہو سکے اتنے رکھنا۔ سردی سے بچ کر رہنا زرا۔"

زنیرہ بیگم نے نرمی سے اسے سمجھایا تھا جس پر وہ سر ہلا گئی تھی۔ کچھ دیر کی باتوں کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں چل دیے تھے۔

"عمائمہ۔ کل ہم عصر کے قریب یہاں سے نکلیں گے۔ تو آپ پیکنگ کر لیں ابھی ہی یا چاہیں تو صبح کر لیجئے گا۔"

عارض فریش ہوتا ہوا سنگھار میز کے سامنے کھڑا ہو کر بولا تھا۔ وہ جو بستر سیٹ کر رہی تھی اسے ایک نظر دیکھ کر کہنے لگی۔

"میرے پاس کپڑے تو ہیں سردیوں کے لیکن مجھے لگتا ہے وہاں سردی کی شدت زیادہ ہو گی، جس کی مناسبت سے شاید وہ کپڑے ٹھیک نہ ہوں۔"

عمائمہ نے لب کترتے ہوئے بولا تھا۔ عارض نے شیشے میں نظر آتے اس کے عکس کو دیکھا تھا اور ایک نظر گھڑی پر وقت دیکھا تھا۔ رات کے دس بجے کا وقت تھا۔ اس نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور کہنے لگا۔

"چلیں پھر شاپنگ پر چلتے ہیں۔"

عمائمہ اس کے اچانک فیصلے پر ہنس دی تھی۔

"عارض! ہم صبح بھی جا سکتے ہیں۔ شام میں نکلنا ہے۔ کل ہم ناشتے کے بعد چلے جائیں گے۔"

عارض نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلا دیا۔

"جیسا آپ کو مناسب لگے۔"

اور یہیں عمائمہ کا دل پھر سے عارض کے لیے نرم پڑا تھا۔ وہ جیسے اس کی رائے کا احترام کرتا تھا۔ جیسے اس کے فیصلوں پر عمل کرتا تھا۔ وہ جیسے اسے سمجھاتا تھا۔ عمائمہ دل ہی دل میں شکر ادا کر گئی تھی۔

عارض نے عمائمہ کے ساتھ مل کر تھوڑی بہت ضروری سامان کی پیکنگ کی تھی اور باقی وہ کل شاپنگ کرنے والے تھے۔

===============

عمائمہ کے جانے کے بعد سب کچھ ویران سا لگنے لگا تھا۔ زنیرہ بیگم تو کیا حوا کا بھی دل نہیں لگ رہا تھا۔ وہ دونوں لاؤنج میں بیٹھی اسی کی ہی باتیں کر رہی تھیں۔ ناشتے کے بعد عمائمہ کی کال آئی تھی اور اس نے گھومنے کے بارے میں بتایا تھا۔ جس پر دونوں نے ان کی سلامتی کی دعا کی تھی۔

"تم بھی اب شادی کر لو گی تو میں بالکل ہی اکیلی ہو جاؤں گی بالکل ویسے ہی جیسے نورے کی شادی کے بعد ہو گئی تھی۔"

زنیرہ بیگم نے نم آنکھوں سے حوا کو دیکھتے ہوئے کہا تو حوا انہیں عقیدت سے گلے لگا گئی۔

============

اگلے روز وہ ناشتے کے بعد شاپنگ پر نکل گئے تھے اور پھر آکر پیکنگ کرنے کے بعد وہ سب سے مل کر اپنے سفر پر گامزن ہو گئے تھے۔

"ہم دس دن کے لیے جا رہے ہیں عارض۔ اور تم نے مجھے سامان بھی زیادہ نہیں لینے دیا۔"

عمائمہ نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ایک شکوہ کناں نظر عارض پر ڈالی تھی جو مگن سا گاڑی چلا رہا تھا۔

"ابھی ہمیں ایک جگہ رکنا ہے۔ پھر ہم باقی کا سفر دوسری گاڑی پر کریں گے۔"

عارض کی بات پر عمائمہ نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا تھا کہ وہ یہ اسے اب بتا رہا ہے۔ عمائمہ نے گاڑی میں ایک کمبل بھی لے رکھا تھا اور ڈھیر سارے سنیکس بھی جو عارض اس کے کہنے پر لایا تھا۔

"جا کدھر رہے ہیں؟"

عمائمہ نے حیرت سے استفسار کیا تھا۔

"سرپرائز۔"

عارض نے دبی دبی مسکراہٹ سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ کچھ دیر بعد اس نے گاڑی ایک گھر میں داخل کرتے ہوئے اس کے پورچ میں لا کھڑی کی تھی۔ عمائمہ گاڑی سے اتری تو انجان نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی۔

"کدھر لے آئے ہو مجھے۔"

عمائمہ نے حیرت سے دریافت کیا تھا جس پر وہ ہنس دیا تھا۔

"ریلیکس! میں اپنی ہی بیوی کو اغواہ نہیں کروں گا۔"

urdunovelsblog

اس کی بات سن کر اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے ہوئے تھے اور وہ مسکرا دی تھی۔ تبھی دروازہ کھولے سجل باہر آئی تھی۔

"السلام علیکم! کیسی ہے لیلہ مجنوں کی جوڑی؟"

سجل نے اپنے مخصوص شرارتی لہجے میں کہا تھا۔

"کچھ شرم کرو لڑکی۔ لیلہ مجنوں مر گئے تھے۔"

عارض نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت رسید کرتے ہوئے بولا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر عمائمہ کے گلے لگی تھی اور پھر کہنے لگی۔

"مرنا تو ہر ایک نے ہے۔"

سجل کی بات پر عارض نے اس کے بال ہلکے سے کھینچے تھے۔

"میری شادی کو ابھی تین دن ہی ہوئے ہیں۔ ابھی مجھے جی لینے دو سجلے۔"

عارض کی بات پر اس نے پوری طرح اپنے دانتوں کی نمائش کی تھی۔ اس کی حرکت پر وہ ہنس دیا تھا۔

"کس اینگل سے لگتا ہے کہ تم شادی شدہ ہو؟"

اس کے حیرت سے کہنے پر سجل نے اپنے منہ کا رخ پھیرا تھا۔

"اس طرف سے دیکھیں زرا۔ شاید یہاں سے لگتا ہو۔"

سجل نے معصومیت سے آنکھیں پٹ پٹائے کہا تھا جس پر عمائمہ ہنس دی تھی۔

"آپ باہر کیوں کھڑے ہیں۔ اندر آئیں نا۔"

سجل نے حیرت سے کہا تو وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

"شکر ہے تمہیں یاد آیا کہ ہم باہر کھڑے ہیں۔"

عارض نے اسے تنگ کرنے کی غرض سے کہا تھا اور پھر وہ دونوں اندر چل دیے تھے۔ اس کی شخصیت ہی ایسی تھی کہ اس کے آس پاس ہونے کی وجہ سے ہی چہرے پر مسکراہٹ آجایا کرتی تھی۔ وہ ایسی ہی تھی، زندہ دل۔ شوخ اور چنچل۔ زندگی سے بھرپور۔

=========

عارض نے عمائمہ کو سامان مزید کم کرنے کو بولا تھا اور کاندھے پر ڈالنے والا ایک سفری بیگ دیا تھا جس میں وہ دونوں کی ضرورت کا سامان ڈالنے والی تھی۔ عمائمہ کی سمجھ سے بالاتر تھا کہ وہ چاہ کیا رہا ہے۔ اور پھر وہ سامان پیک کرنے کے بعد اسے باہر لے کر گیا تھا۔ اپنی گاڑی وہ سجل کے گیراج میں پارک کر چکا تھا اور جب وہ باہر آئی تو ایک طرف ٹورنگ بائیک کھڑی تھی۔

"Benelli TRK 502X"

بے اختیار عمائمہ کے منہ سے اس بائیک کا نام نکلا تھا۔ وہ بے یقین سی بائیک کو دیکھنے لگی تھی جو بالکل نئی لگ رہی تھی۔ سلور اور سیاہ رنگ کے امتراج کی وہ ٹورنگ بائیک اپنے آپ میں ایک خاصیت رکھتی تھی۔ عمائمہ کا دل کیا وہ اسے ایک بار چلا کر دیکھے۔

"ہم اس پر جائیں گے۔"

عارض کی بات پر وہ چونکی تھی۔

"سچ میں؟"

عمائمہ نے بے یقین نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"آپ بتائیں۔ گاڑی کے کمفرٹ زون میں سفر کرنا چاہیں گی یا پھر اپنے خواب کی تکمیل؟"

عارض نے کہتے ہوئے ایک ہاتھ بائیک کی سیٹ پر رکھا تھا۔ عمائمہ کی آنکھیں ایک لمحے کو نم ہوئی تھیں۔

"یہ سچ ہے؟"

عمائمہ کو لگا وہ مزاق کر رہا ہے۔ کیونکہ اس ٹورنگ بائیک پر ناردن ایریاز کی سیر کا وہ صرف خواب ہی دیکھ سکتی تھی۔

"یہ بالکل سچ ہے۔"

عارض نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔ عمائمہ نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ تھامے تھے۔

"مجھے اپنی عادت مت بگاڑو۔"

عارض نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھاما تھا اور نرمی سے لبوں سے لگایا تھا۔

"سدھر کر کیا کریں گی؟"

urdunovelsblog

عارض کی بات پر وہ ہنس دی تھی۔

"گھر والے کبھی بھی مجھے آپ کے ساتھ بائیک پر سفر کرنے کی اجازت نہ دیتے۔ سو میں نے یہ بات راز ہی رکھی۔ یہ بات صرف برہان کو معلوم ہے کیونکہ اس نے مجھے اتنی جلدی میں بائیک ارینج کر کے دی ہے۔ اس کے علاوہ سجل اور عاصم جانتے ہیں۔"

عارض نے بیگ پیک کی زپ صحیح سے بند کی تھی۔

"ہم برہان کے گھر بھی گاڑی رکھ سکتے تھے اپنی۔ پھر سجل کے گھر کیوں؟"

عمائمہ جیسے سمجھنا چاہ رہی تھی۔

"حاشر بھائی کبھی کبھار برہان کی طرف چکر لگاتے ہیں تو میں رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔"

عارض کی بات پر اس نے سر ہلا دیا تھا۔ پھر وہ واپس اندر گئی تھی اور بلیک جینز کے ساتھ بلیک لیدر کی موٹی جیکٹ پہنے باہر آئی تھی۔ عارض نے بھی بلیک جینز کے ساتھ بلیک جیکٹ پہن رکھی تھی۔ وہ دونوں سجل اور عاصم سے مل کر اب نکل رہے تھے۔ عارض نے ایک ہیلمٹ اس کی جانب بڑھایا تھا اور ایک خود پہنا تھا۔ ہاتھوں پر وہ دستانے چڑھا چکا تھا لیکن عمائمہ نے دستانے پہننے سے انکار کر دیا تھا اور عارض کی جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال دیے تھے۔ عارض اس کی حرکت پر کھل کر مسکرایا تھا۔ عمائمہ نے ایک سفری بیگ اپنے کاندھے پر پہن رکھا تھا۔ وہ اتنا کھلا تھا کہ دونوں کی ضرورت کا سامان اس میں آسکتا تھا۔ پھر وہ دونوں اپنے سفر کا آغاز کر گئے تھے۔

==========

دو گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد وہ بھوربن کے ایک ہوٹل میں پہنچے تھے۔ انہوں نے مری کی بجائے بھوربن میں رات رکنے کا ارادہ کیا تھا۔ فریش ہو کر وہ دونوں بھوربن کی گلیوں میں گھومنے نکل آئے تھے۔ بھوربن مری سے قریباً گیارہ کلو میٹر کے فاصلے پر تھا اور ہائیکنگ کے لحاظ سے بہترین مقام بھی تھا۔ وہ دونوں قدم سے قدم ملاتے ہوئے ایک پہاڑ پر چڑھ رہے تھے۔ راستہ پتھریلا تھا اور سردی میں اضافہ ہو چکا تھا۔ مغرب ہوئے ابھی کچھ ہی وقت گزرا تھا۔

"عارض۔"

عمائمہ نے پھولے تنفسر کے ساتھ اسے بلایا تھا۔

"جی عمائمہ۔"

وہ اسے تھام کر ایک طرف پتھر پر بٹھا گیا تھا۔

"واپس چلتے ہیں۔ بھوک لگی ہے۔"

عمائمہ کی بات پر وہ مسکرا کر سر ہلا گیا۔

"چلیں چلتے ہیں۔"

"لیکن رک جاؤ تھوڑی دیر یہیں۔"

عمائمہ نے اسے پکڑ کر اپنے ساتھ پتھر پر بٹھایا تھا۔ وہ ایک غیر آبادی والا علاقہ تھا۔ سورج غروب ہوتے ہی لوگ پہاڑوں کے دامن کو ویران کر دیتے تھے۔

"سردی ہے ادھر۔"

عارض نے ہاتھوں کو آپس میں رگڑتے ہوئے بولا تھا۔

"سکون بھی ہے۔"

عمائمہ نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں تھیں۔ وہاں سے پورے شہر کا منظر واضح تھا۔ وہ ایک اونچی چوٹی پر بیٹھے تھے۔ وہ اس کی بات پر خاموش ہو گیا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"ایک بات پوچھوں؟"

عارض نے جو گرز سے زمین مسلتے ہوئے اسے مخاطب کیا تھا جو سکون سے بیٹھی شہر کا منظر دیکھ رہی تھی۔

"ہاں پوچھو۔"

اس نے کہتے ہوئے سر اس کی طرف گھمایا تھا۔

"آپ اپنے بابا کو معاف نہیں کر سکتیں؟"

عارض نے نگاہیں اس سے ملاتے ہوئے بولا تو وہ اندھیرے میں اس کی آنکھوں کا رنگ نہ دیکھ سکی۔

"چلو کھانا کھاتے ہیں۔ بھوک لگی ہے مجھے۔"

عمائمہ نے اس کے سوال کو یکسر نظر انداز کر دیا تھا۔ عارض چاہتا تھا کہ وہ اسے بتائے کہ وہ کیوں اعتبار نہیں کرتی۔ لیکن وہ خود سے کرید نا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اپنی مرضی سے بتائے تو وہ سنے گا لیکن شرط یہ تھی کہ وہ اپنی مرضی سے بتائے۔

پھر وہ دونوں اچھی سی جگہ سے کھانا کھانے کے بعد ہاتھوں میں کافی کے کپ تھامے اب سڑکوں پر چل رہے تھے۔ رات کا نا جانے کونسا پہر تھا اور عارض اسے اپنے بچپن کے قصے سناتا ہوا بار بار ہنسنے پر مجبور کر رہا تھا۔ ایک سنہری شام بتانے کے بعد وہ واپس ہوٹل آ کر آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گئے تھے۔

===========

"آج کا سفر لمبا جانے والا ہے۔ تو ابھی سے کمر کس لیں۔"

عارض نے تیار ہوتی عمائمہ کو بولا تھا جو اپنے بال ہائی ٹیل میں باندھ رہی تھی۔ عارض جو گزر پہن رہا تھا اور پھر وہ دونوں تیار ہوتے کمرے سے باہر آئے تھے، اپنے اگلے سفر کے لیے۔

ان کی اگلی منزل تھی ناران کاغان تھی۔ وہ دونوں سات گھنٹے کا سفر کر کے اپنی منزل تک پہنچے تھے۔ راستے میں دو سے تین مقامات پر وہ رکے بھی تھے اور تصاویر کھینچی تھیں۔ ہر بڑھتے مقام کے ساتھ سردی بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ مختلف مقامات پر رکتے، کچھ ہلکا پھلکا کھاتے، تصاویر کھینچتے، باتیں کرتے، وہاں کچھ یادیں بناتے اور پھر سفر پر روانہ ہو جاتے۔ عمائمہ کے لیے یہ سفر کسی خواب سے کم نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ ناردرن ایریاز کی سیر اسی طرح سے کرنا چاہتی تھی۔ عارض کے پیچھے بیٹھے وہ صرف مسکرا رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ وہ کبھی کبھار دونوں بائیک کی سپیڈ ہلکی کرتے کوئی گانا گنگنانے لگتے تھے۔ عمائمہ کے ساتھ ساتھ عارض کے لیے بھی یہ سفر بہت یادگار ہونے والا تھا۔

پانچ گھنٹے کا سفر انہوں نے سات گھنٹے میں تہہ کیا تھا۔ وجہ درمیان میں جگہ جگہ رکنا تھا۔ وہ ناران کی وادی میں اپنے قدم جما چکے تھے۔ تھکاوٹ ایک قدرتی فعل تھا۔ سب سے پہلے وہ ہوٹل میں کمرہ لیتے، گرم پانی سے نہا کر فریش ہوئے تھے جس سے تھکاوٹ اترتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ پھر وہ دونوں ناران کی وادی میں اپنی محبت کی داستان رقم کرنے کے لیے آگے بڑھے تھے۔ عمائمہ نے مہرون گرم شلوار قمیض پر کالے رنگ کا لمبا کورٹ پہن رکھا تھا اور عارض نے بلیک پینٹ کے ساتھ سفید ہائی نیک شرٹ پہن رکھی تھی جس کے اوپر بلیک ہی کورٹ زیب تن کیا ہوا تھا۔ ایک ایک ہاتھ کورٹ کی جیبوں میں ڈالے، باقی دوسرا ہاتھ ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ڈالے وہ پر سکون تھے۔ مسکراتے ہوئے وہ وادی

ناران کی سڑکوں پر سیر کر رہے تھے۔ برف فلوقت نہیں گر رہی تھی لیکن پہلے سے ہوئی برف باری کی نشان دہی سڑکوں پر موجود تھی۔

"تم نہیں جانتے تم نے میری کتنی بڑی خواہش کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔"

عمائمہ نے نرم مسکراہٹ سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ آس پاس سیاح گزر رہے تھے۔ رات ہونے کی وجہ سے تصاویر بنانے والے کم تھے لیکن وہ چلتے ہوئے وہاں کی لوکل مارکیٹ میں آ گئے تھے۔

"تمہاری وجہ سے میری زندگی نے یوٹرن لیا ہے۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی کوئی مرد میری زندگی کی کسی خواہش کو پورا کرے گا۔"

عمائمہ کہتے ہوئے رکی تھی۔ عارض نے اس کی امبر رنگ آنکھوں میں دیکھا تھا جہاں نا جانے کیا کچھ تھا۔

"میری زندگی نے آپ کی وجہ سے یوٹرن لیا تھا عمائمہ۔ بہت سی ایسی چیزیں ہوئیں جو کبھی وہم و گماں میں بھی نہیں تھیں۔"

عارض نے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ لبوں سے لگایا تھا۔ کچھ سیاحوں نے پلٹ کر انہیں دیکھا تھا جس پر عمائمہ کے گال جو ٹھنڈ کی شدت سے گلابی تھے، مزید گلابی ہوئے تھے۔

"چلو کچھ کھاتے ہیں۔"

عمائمہ نے سر جھٹک کر کہا تو عارض ہنس دیا۔

"کیا یہ آپ کا ڈیفنس بیک اپ ہے؟"

عارض کی بات سمجھتے ہوئے وہ شرمندگی سے دانت نکال گئی۔ پھر وہ دونوں کھانا کھانے کے بعد چائے کے دو کپ ہاتھوں میں تھامے اپنے ہوٹل کے کمرے کی بالکنی میں کھڑے تھے۔ جہاں سے پوری وادی کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔

"ہم یہاں تین راتیں رکیں گے۔ چوتھے دن ہم بابو سر ٹاپ کے لیے روانہ ہوں گے۔"

عارض نے چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے اسے سارا پلین بتایا تھا۔ سردی اپنی شدت اختیار کر چکی تھی لیکن وادی کا نظارہ اتنا دلفریب تھا کہ وہ یہاں کھڑے ہونے سے خود کو روک نہیں پائے تھے۔

"اور کل؟"

عمائمہ نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس سے کل کا پلان پوچھا تھا جس پر وہ لب دبائے مسکرا دیا تھا۔

".You are going to see the most beautiful view of your life"

عارض نے ذرا جھک کر رازداری سے کہا تو عمائمہ ہنس دی۔

"دیکھتے ہیں شوہر صاحب۔"

اس کی جتاتی نظروں پر وہ ہنس دیا تھا۔ پھر سردی کی شدت کو محسوس کرتا وہ اسے اندر لے آیا تھا کیونکہ باہر ٹھنڈی ہوا چلنا شروع ہو چکی تھی۔ شاید برف باری دوبارہ سے ہونے والی تھی۔

==========

وہ اگلے روز اسے جھیل سیف الملوک پر لایا تھا جسے دیکھ کر حقیقتاً خدا کی قدرت پر رشک آتا تھا۔ جھیل سیف الملوک ناران اور کاغان کے درمیان میں واقع تھی۔

"اس سے زیادہ خوبصورت چیز میں نے آج تک نہیں دیکھی۔"

عمائمہ نے اپنی بانہیں پھیلائے اس مقام کی تعریف کی تھی۔

"لیکن میں نے دیکھی ہے۔"

عارض نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی تھی جس پر وہ چونکی تھی۔

"آئیں دکھاؤں۔"

اس نے عمائمہ کا ہاتھ تھاما تھا اور اسے ساتھ لیے جھیل کے کنارے پر لے آیا تھا۔ پھر جھک کر بیٹھا تھا اور اسے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ جیسے جھیل کے نیلے شفاف پانی میں سے کچھ تلاش کر رہا تھا۔ پھر وہ یکدم مسکرایا تھا۔

"یہ دیکھیں۔"

اس نے پانی کی جانب اشارہ کیا جہاں جھیل میں عمائمہ کا عکس نمایاں تھا۔ وہ کچھ لمحے تو سمجھ نہ سکی اور سمجھ آنے پر وہ ہنس دی تھی۔ عارض کے مطابق اس کی کھلکھلاہٹ نے جھیل سیف الملوک کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کیا تھا۔

"کہتے ہیں یہاں رات کے وقت پریاں اترتی ہیں۔"

عمائمہ نے اس کے ساتھ پتھریلے رستے پر چلتے ہوئے کہا تھا۔ عارض نے ایک نظر اسے دیکھا اور مسکرا کر کہنے لگا۔

"ہاں۔ایک تو میرے بغل میں چل رہی ہے۔"

عارض کا اشارہ اس کی سفید پیروں تک آتی سکرٹ کی جانب تھا۔ جس پر وہ سیاہ رنگ کا منی کورٹ پہنے ہوئے تھی۔آج موسم خوشگوار تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی۔

"توبہ استغفر اللہ۔لوگوں نے کہنا ہے لڑکا محبت میں اندھا ہو گیا ہے۔"

عمائمہ نے ہنس کر بات ٹالی تھی۔

"محبت ہوتی ہی اندھی ہے۔"

"محبت کی فلاسفی مجھے سمجھ نہیں آتی۔"

وہ کہتے ہوئے ہنس دی تھی۔

"لیکن مجھے اچھے سے سمجھانا آتی ہے۔"

عارض کی بات پر اس نے رخ پھیرا تھا اور سر تا پیر اسے دیکھا تھا جو آج بلیو ہائی نیک کے ساتھ بلیک جینز پہنے ہوئے تھا اور کورٹ اس نے بازؤں میں ڈال رکھا تھا۔

"مجھے بھوک لگی ہے۔"

عمائمہ کی بات پر عارض کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔وہ ہمیشہ ایسے ہی کرتی تھی۔ کوئی بات ختم کرنا ہوتی یا بدلنا ہوتی تو بھوک کا شور ڈال دیتی تھی۔

وہاں ایک اچھا وقت گزارنے کے بعد وہ بہت سے اور سیاحی مقامات پر بھی گئے تھے۔دو دن مزید وہ وادی ناران کی گلیوں میں آوارہ ہوئے تھے اور ہر سیاحی مقام کی سیر کی تھی۔ڈھیر ساری چیزیں خریدی تھیں اور جتنا ہو سکا اتنا سٹریٹ فوڈ کھایا تھا۔عارض سٹریٹ فوڈ کا اتنا شوقین نہیں تھا لیکن وہ چپ چاپ عمائمہ کے ساتھ ہر وہ کام کر رہا تھا جو عمائمہ کو پسند تھا۔

عارض کی چھوٹی چھوٹی حرکات پر عمائمہ دھیرے سے مسکرا دیتی تھی اور اس کی ہر چھوٹی حرکت پر عمائمہ کے دل میں اس کے لیے جگہ وسیع ہوتی جا رہی تھی۔

==========

وہ تیار ہو کر نیچے آئے تھے۔ ان کا اگلا مقام آج 'بابو سر ٹاپ' تھا جو یہاں سے دو گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ بابو سر ٹاپ کا رستہ خطرناک بھی تھا اور ایڈونچر سے بھرپور بھی۔

"آج بائیک میں چلاؤں گی اور تم میرے پیچھے بیٹھو گے۔"

عمائمہ ایک نئی ضد کے ساتھ اس کے سامنے پیش ہوئی تھی۔ وہ ضدی نہیں تھی لیکن اب عارض پر مان تھا کہ وہ اسے منا لے گا تو وہ اس سے ضد کر سکتی تھی۔

"محترمہ۔ خودکشی تو ویسے ہی حرام ہے لیکن آپ ساتھ ہی ساتھ ایک قتل بھی کرنا چاہتی ہیں؟"

عارض کی بات پر وہ غصے سے ناک چھلاتی ہیلمٹ اس کے ہاتھ میں پٹختی اپنا ہیلمٹ پہننے لگی تھی۔ رستہ واقعی پتھریلا تھا اور خطرناک بھی۔ اس کے ساتھ ساتھ آج برفباری کی بھی پیش گوئی تھی۔ ان کی کوشش تھی کہ رستے بند ہونے سے پہلے پہلے وہ وہاں پہنچ جائیں۔

"عارض دھیان سے۔"

عمائمہ اس کے ڈرفٹ کرنے پر چیخی تھی۔

"بیگم۔ ذرا سنبھل کر بیٹھیں۔"

عارض کی مسکراہٹ سے بھرپور آواز پر اس کا دل کیا وہ اس کا گلا دبا دے کیونکہ یہ واحد رستہ تھا جس پر اسے ڈر لگ رہا تھا۔ کئی اموات کی وہ کہانیاں سن چکی تھی تو بس دل میں ڈر بیٹھا ہوا تھا۔

"اچھا تو میں اب سمجھیں تمہارا پلان۔ تم مجھے یہاں لا کر اتنی گندی ڈرائیورنگ کر کے مارنے کا ارادہ رکھتے ہو۔"

عمائمہ نے انتہائی حیرت سے کہا تھا تو عارض ہنس دیا تھا۔

"ویسے میں تو آپ کو بابو سر ٹاپ پر پہنچ کر وہاں سے دھکا دینے کا سوچ رہا تھا لیکن یہ آئیڈیا بھی اچھا ہے۔"

عارض کی بات پر عمائمہ نے اس کی کمر پر مکا جڑا تھا جس پر وہ کراہ اٹھا تھا۔ وہ دونوں بائیک پر بیٹھے بھی نوک جھوک میں مصروف تھے۔ عارض کا مقصد رستے سے اس کا دھیان ہٹانا تھا جس میں وہ کامیاب ہو چکا تھا۔

بابو سر ٹاپ پر پہنچنے کی دیر تھی کہ برفباری شروع ہو چکی تھی۔ وہ تازہ گرتی برف میں وہاں پہنچے تھے اور بائیک ایک طرف روکتے اب پیدل چلتے ہوئے ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ رہے تھے۔ وہاں کھڑے ہو کر نظر آنے والا نظارہ ایمان

urdunovelsblog

شکن تھا۔ پہاڑوں پر گرتی نرم گدار برف اور پہلے سے موجود برف کی تہیں، ان کے درمیان بہتی ندی کا پانی، ہر طرف صرف خوبصورتی تھی۔ وہ روح تک کو خوش کر دینے والا منظر تھا۔

عمائمہ ایک چوٹی پر اترتی پہاڑ کے دامن میں آئی تھی اور پھر برف کے گولے بنا کا عارض پر پھینکنے لگی تھی۔ عارض کے لیے حملہ اچانک تھا تو وہ بھی اچھلتا ہوا برف کا گولا بنائے اس کی جانب پھینک گیا تھا۔ دیکھتے ہیں دیکھتے ان کے درمیان سنو فائٹ شروع ہو چکی تھی۔ باقی سیاح بھی اپنی اپنی تصاویر اور ویڈیوز میں مصروف تھے لیکن عارض اور عمائمہ اس لمحے کو کھل کر جی رہے تھے۔

پھر وہ تھک کر ہنستے ہوئے وہیں برف پر ڈھے گئے تھے۔

"میں جیت گئی ویسے۔"

عمائمہ نے ہنس کر کہا تھا اور اپنے ساتھ برف میں لیٹے عارض کو دیکھا تھا جو گہرے سانس بھر رہا تھا۔

"میں ساری زندگی آپ سے ہارنے کے لیے تیار ہوں۔"

عارض نے گہرے سانس لیتے ہوئے کہا تھا تو عمائمہ اس کی بادامی آنکھوں میں چھپی سچائی دیکھنے لگی تھی۔

"چلیں زپ لائین پر چلیں۔"

عارض کی بات پر عمائمہ یکدم خوشی سے اٹھی تھی۔

"سچ؟"

"آپ کو ہر چیز افسانوی کیوں لگتی ہے؟"

عارض نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے سے بال پیچھے کیے تھے۔ وہ آسودہ سا مسکرا دی تھی۔

"جب ہر کوئی دل پر بوجھ ڈالنے والا ملا ہو زندگی میں اور پھر کوئی دل کی بات بغیر کہے جان لینے والا ملے تو جیسے افسانوی ہی لگتی ہیں۔"

اس نے ایک آسودہ مسکراہٹ سے اس کی بادامی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ عمائمہ کی امبر رنگ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اسے آج احساس ہو رہا تھا کہ وہ اس لڑکی کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھا۔ وہ سامنے بیٹھی اپنی بیوی کے لیے دنیا بھی اس کے قدموں میں لا کر رکھنے کو تیار تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کے ماتھے پر ایک بوسا دیا تھا۔ آسمان سے گرتی برف اس

ماحول میں خوبصورتی کے ساتھ ساتھ خوشگواری کے احساسات بھی بھر رہی تھی۔اور اسی لمحے شاید عمائمہ کو محسوس ہوا کہ وہ عارض کو صرف پسند نہیں کرتی۔ بات آگے بڑھ چکی ہے۔۔۔شاید کافی آگے۔ وہ اس کا شوہر تھا۔ جو اسے خوش رکھنے کی ہر کوشش کر رہا تھا۔ وہ اس کا اعتبار حاصل کرنے کی تگ و دو میں تھا۔

"چلیں اٹھیں۔"

وہ خود اٹھتا ہوا ایک محبت بھری نظر اس پر ڈال کر اپنا ہاتھ بڑھا چکا تھا۔ اور عمائمہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ دھرتے ہوئے یہ بات قبول کی کہ اسے اب اس ہاتھ کی ہر جگہ ضرورت ہے۔

پھر ان دونوں نے زپ لائین کے ذریعے اس مقام کی خوبصورتی کو اپنے اندر اتارا تھا۔ پکوڑے اور چائے اپنے سفر کا حصہ سمجھتے ہوئے وہ کھا گئے تھے اور پھر وہیں آس پاس ہی کوئی ہوٹل دیکھ کر آج کی رات وہاں قیام کیا تھا۔

==========

اگلے روز پانچ گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ گلگت پہنچے تھے۔ وہاں دو دن رہ کر وہ کھانے اور سیاحت کے لحاظ سے بہترین سیاحی مقامات کی سیر کر چکے تھے۔ پھر دو دن بعد وہ اپنی آخری منزل ہنزہ کے سفر کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ وہ سفر سب سے زیادہ دلفریب گزرا تھا۔ ہنزہ کی خوبصورتی خوش کر دینے والی تھی۔

برفباری نے ہر چیز پر ایک سفید چادر اوڑھ رکھی تھی جس سے ہر چیز کی خوبصورتی دوبالا ہو گئی تھی۔

وہ دونوں ہنزہ میں موجود مشہور عطا باد جھیل سے واپس آرہے تھے۔ ہوٹل تک کا فاصلہ انہوں نے پیدل طے کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اب وہ سیاحوں سے مصروف سڑک پر چلتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

"مجھے یقین نہیں آرہا آج ہم لوگوں کی اس سفر کی آخری رات ہے۔ بہت جلدی گزر گئے ہیں نو دن۔"

عمائمہ نے کچھ افسردگی سے بولا تھا۔ عارض اس کی بات سن کر مسکرا دیا۔

"آپ کو مزہ آیا؟"

"پوچھنے والی بات ہے؟"

عمائمہ کے کہنے پر وہ ہنس دیا تھا۔

"کہتے ہیں سفر کیسا ہو، اس سے فرق نہیں پڑتا۔ ہمسفر کیسا ہے فرق اس سے پڑتا ہے۔"

عارض کی بات پر وہ مسکرادی تھی۔

".And I got the best one"

عمائمہ کے الفاظ پر وہ خوشی سے مڑا تھا۔

"میں بیسٹ نہیں ہوں لیکن کوشش ضرور کروں گا۔"

عارض نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو عمائمہ اس کے انداز پر کھلے دل سے مسکرادی تھی۔ پھر وہ ہوٹل آکر چائے کے دو کپ منگواتے بالکنی میں آگئے تھے اور وادی کا نظارہ کرنے لگے تھے۔ جب وہ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بولی تو فضا میں پھیلا سکوت ٹوٹا تھا۔

"میں بہت چھوٹی تھی جب نورے ماما اپنا گھر چھوڑ کر نانو کے پاس آئی تھیں۔ میں سب سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھی۔ مجھے اپنے بابا سے بہت پیار تھا۔۔ ہر بیٹی کی طرح، میرا باپ بھی میرے نزدیک پرفیکٹ تھا۔۔"

اور یہ کہتے ہوئے عمائمہ کا گلا رندھ گیا تھا۔ آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔

"لیکن شاید بابا کو ہم پسند نہیں تھیں۔ میں نے بابا کو ہمیشہ ماں پر چلاتے سنا تھا۔"

عارض نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے اپنے ہونے کا احساس دلایا تھا۔ وہ چائے کے کپ پاس پڑے ٹیبل پر رکھ گیا تھا۔

"بابا ہمیشہ مجھ پر اور حوا پر چلاتے تھے۔ ہمیں مارا بھی کرتے تھے لیکن مجھے ان سے نفرت نہیں تھی۔"

عمائمہ کی آنکھ سے ایک آنسو بہا تھا۔ عارض نے اس بار وہ صاف نہیں کیا تھا۔ آج اسے عمائمہ کو صرف سننا تھا۔

"جس روز انہوں نے ماما پر ہاتھ اٹھایا تھا اس روز وہ میرے دل میں ایک برے شخص کے نام سے چسپاں ہو گئے تھے۔ ماما اور بابا کی پسند کی شادی تھی لیکن بابا نے نورے ماما کو چھوڑ دیا صرف ان کی بیماری کی وجہ سے یا شاید بیٹیاں ہونے کی وجہ سے۔"

عمائمہ مسلسل رو رہی تھی۔ عارض اس کا ہاتھ دباتا اسے حوصلہ دے رہا تھا۔

"جب نورے ماما کی ڈیتھ ہو گئی تو میرے سکول پیرنٹ ٹیچر میٹنگ پر ہمیشہ نانو جایا کرتی تھیں۔ سب مجھ سے پوچھتے تھے کہ میرا باپ کدھر ہے۔ میں ان کو کیا جواب دیتی کہ وہ ہمیں بیٹی ماننے سے انکار کرتا ہوا ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں؟"

urdunovelsblog

عمائمہ نے روتے ہوئے اس کے سینے پر سر ٹکا دیا تھا۔وہ بالکل ایک چھوٹی سہمی ہوئی بچی لگ رہی تھی جو لوگوں کے سوالوں سے ڈرتی تھی۔

"میں ان سے نفرت کرنے لگی تھی لیکن پھر نورے ماں کی ڈائری پڑھ کے مجھے ان پر ترس آنے لگا۔مجھے ڈر لگتا تھا اعتبار کرنے سے۔جب میں کسی پر اعتبار کرنے لگتی تھی مجھے نورے ماں کی ڈائری میں لکھے الفاظ کی اذیت یاد آجاتی تھی۔میں نہیں کر پاتی تھی کسی پر اعتبار۔"

عمائمہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔وہ اپنی ہر ان سکیورٹی اس کے سامنے پیش کر رہی تھی۔اسے وہ بتا رہی تھی جو وہ کبھی کسی کو نہیں بتا سکی تھی۔وہ جس کے بارے میں بات تو دور سوچ کر اسے اذیت ہوتی تھی۔

"مجھے ہر مرد ایک سا لگنے لگا تھا۔کیا ہوا گر میں کسی سے محبت کر لیتی اور وہ بھی شایان ملک جیسا نکلتا؟"

عمائمہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا جو اسے اپنی بازوؤں کے گھیرے میں لیے کھڑا تھا۔اسے محفوظ محسوس کروا رہا تھا۔

"میں اعتبار کرنے سے ڈرتی گئی اور نا جانے کب اس مقام تک پہنچی کہ مردوں سے دور بھاگتے بھاگتے ان سے نفرت کرنے لگی۔"

عمائمہ نے اپنا سر اٹھایا تھا اور نم سانس ہوا کے سپرد کی تھی۔پھر اسے ہر وہ بات بتائی تھی جو بچپن سے اس کے دل میں دبی تھی۔وہ خاموشی سے اسے سنتا گیا۔اپنے بازوؤں کے حلقے میں رکھے اسے محفوظ محسوس کرواتے ہوئے وہ نا جانے کتنی دیر وہاں کھڑا رہا تھا۔

کبھی کبھار ہمیں نصیحت کرنے والا نہیں چاہئے ہوتا، ہمیں صرف سننے والا چاہیے ہوتا ہے۔

وہ روتے روتے اس کے کاندھے پر سر رکھے نا جانے کس پہر نیند کی وادیوں میں کھو گئی تھی۔شاید دل کا بوجھ ہلکا ہوا تھا تو وہ اچھا محسوس کر رہی تھی۔وہ پھر ایک گہری اور پر سکون نیند سوئی تھی۔

میرے کاندھے پر سر رکھو

خسارے بانٹ لیتے ہیں

==========

صبح جب وہ اٹھی تو آنکھیں سوجھی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ وہ بستر پر نظر ڈالتی اٹھ بیٹھی تھی۔ عارض پہلے سے اٹھا ہوا تھا اور واشروم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔ وہ بھی اٹھ کر تیار ہوئی تھی۔ آج ان کی واپسی تھی اور ان کا ارادہ اب سیدھا اسلام آباد جانے کا تھا۔ وہ رات میں ہوئے واقعے کو یاد کرتی اب عارض کے تاثرات جاننا چاہتی تھی لیکن عارض پہلے سے بھی زیادہ محبت سے اس سے پیش آرہا تھا۔ وہ بیگ کاندھوں پر اٹھائے آگے چل رہا تھا اور عمائمہ ارد گرد دیکھتی ہوئی اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ وہ ناشتہ کرنے کے بعد اب سفر کا آغاز کرنے والے تھے۔

"آپ واقعی اتنا لمبا سفر کرلیں گی؟ جہاں لگے کہ تھک گئی ہیں، مجھے بتا دیجیے گا۔"

عارض کی بات پر وہ ہیلمٹ سر پر پہنتی سر ہلا گئی تھی۔

سفر کا رستہ اتنا خوبصورت ہو تو وہ کیسے تھکے گی۔

سفر بارہ سے تیرہ گھنٹے کا تھا۔ وہ بہت سے مقامات پر رکے بھی تھے لیکن عمائمہ کو بخار سا محسوس ہونے لگا تھا۔ شاید رات دیر تک سردی میں کھڑے رہنے کا نتیجہ تھا یا نا جانے کیا۔ لیکن وہ مکمل طور پر خود پر کنٹرول کر رہی تھی جب عارض نے ایبٹ آباد کے مقام پر گاڑی روکی تھی۔ ایبٹ آباد بھی اپنے اندر خوبصورتی کی مثال تھا۔ عارض نے عمائمہ کو کچھ تھکا تھکا سا محسوس کیا تو پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"کیا آپ ٹھیک ہیں؟"

urdunovelsblog

عارض نے پریشانی سے اس کے چہرے کو چھوا تھا جو بخار کی شدت سے تپ رہا تھا۔ وہ فوراً پریشان ہوا تھا۔

"آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا۔"

عارض نے بے بسی سے اسے دیکھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ دو گھنٹے کا رستہ رہتا ہے چلو چلتے ہیں۔"

"دو گھنٹے تو کیا میں آپ کو دو سیکنڈ مزید سفر نہ کرنے دوں۔"

عارض نے اسے گھورا تھا اور پھر ایک ہوٹل میں کمرا بک کرواتا اسے روم میں چھوڑ کر خود کھانا اور دوائی لینے چلا گیا تھا۔

"ہاں برہان۔ کل تم ایبٹ آباد آسکتے ہو میری گاڑی لے کر؟"

عارض فون کان پر لگائے جیب سے پیسے نکالتا دکان دار کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"عمائمہ کو بخار کافی تیز ہے۔میں مزید انہیں بائیک پر سفر نہیں کروانا چاہتا۔تم وہاں سے میری گاڑی پر آجاؤاور واپسی بائیک پر چلے جانا،ویسے بھی تمہارا شوق ہے۔"

عارض کی آفر برہان خوش دلی سے قبول کر چکا تھا۔عارض کھانااور دوالے کر ہوٹل آگیا تھااور گھر پر بھی نا آنے کی اطلاع دے دی تھی۔

اس نے اسے کھانا کھلا کر دوا دی تھی اور آرام کرنے کو بول دیا تھا۔خود وہ بے چینی کے عالم میں رات سو نہیں پایا تھا۔

عمائمہ کا بخار دوا کے اثر ہوتے ہی اترنا شروع ہو گیا تھا۔وہ ایک موسمی بخار تھا جو موسم کی تبدیلی کے باعث ہو گیا تھا۔

اگلے روز وہ برہان کے آتے ہی واپسی کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔عارض نے ناشتے کے بعد بھی اسے دوا دے دی تھی جس کے باعث وہ پورا راستہ سوتے ہوئے آئی تھی۔

وہ گھر پہنچنے کے وقت تک کافی حد تک بہتر محسوس کر رہی تھی۔

============

نومبر کا وسط جا رہا تھااور سردی نے اپنی شدت پکڑلی ہوئی تھی۔ایسے میں قصر سلطان کے مکین لاؤنج کے صوفوں پر بیٹھے کافی اور چائے کے ساتھ موسمی سوغات سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔عمائمہ اور عارض اپنی ٹرپ پر ہوئی کچھ مزیدار باتیں ان کے گوش گزار کر رہے تھے۔

"جب ہم چیئر لفٹ پر بیٹھے تو پاس سے جو دوسری چیئر لفٹ گزر رہی تھی،اس پر ایک لڑکی اور لڑکا تھا۔اینڈ گیس واٹ حاشر بھائی۔عارض نے انہیں کیا بولا؟"

عمائمہ مونگ پھلی کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے مزے سے بول رہی تھی۔حاشر نے سوالیہ نظروں سے ان کی جانب دیکھا۔

"میں نے کہا۔نائس کپل اور ان کا جواب سب سے مزے کا تھا۔"

عارض نے کافی کا کپ لبوں سے جدا کرتے ہوئے عمائمہ کی بات میں اضافہ کیا تھا۔

"وہ لڑکی بول کر کہنے لگی۔خدا کا خوف کریں،بھائی ہے میرا۔"

عمائمہ نے مزے سے عارض کا کارنامہ سنایا تھا جس پر وہ سارے ہنسنے لگے تھے۔ وہ ایسے ہی چھوٹی چھوٹی باتوں کو انجوائے کرنے لگی تھی۔

"خود نہیں یاد، آپ نے کیا کیا تھا۔"

عارض نے جیسے بدلہ لینے والے انداد میں اسے یاد کروانا چاہا تھا جس پر عمائمہ یکدم ہنسی تھی۔

".That was too embarrassing"

وہ ہنستے ہوئے بول رہی تھی اور خود ہی اپنے کارنامے پر شرمندہ ہو رہی تھی۔ عارض نے بھی مزے سے اس کا کارنامہ سنایا تھا جس پر سب ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔

"مجھے خوشی ہے کہ آپ لوگوں نے اچھا وقت گزارا۔"

عائزہ بیگم نے مسکرا کر کہا تھا۔

"عارض! کل پھر تم لوگوں کی دعوت ہے برہان کی طرف؟"

عمارہ نے جیسے یاد آنے پر بولا تھا۔ انہیں واپس آئے چار پانچ دن ہو چکے تھے۔ عارض نے آفس جانا شروع کر دیا تھا البتہ عمائمہ ابھی گھر سے ہی کام کر رہی تھی اور ضرورت کے وقت آفس کا چکر لگا آتی تھی۔

"یار میں نے منع بھی کیا تھا دعوتیں نہ رکھیں اتنی۔ پہلے حوا، پھر سجل اور اب اس برہان کے بچے نے رکھ لی ہے۔"

عارض نے کافی کا گھونٹ ہلک سے اتارتے ہوئے بولا تھا جس پر عمائمہ سمیت سب ہنس دیے تھے۔

"افف عارض تم کتنا تنگ ہو دعوتوں سے۔"

عمارہ کی بات پر باقی بھی متفق تھے۔

"تیار ہو، جاؤ، کھاؤ، باتیں کرو اور آجاؤ۔"

اس نے جیسے انگلیوں پر چیزیں گنی تھیں۔ سب اس کے انداز پر ہنس دیے تھے۔ پھر کچھ دیر کی باتوں کے بعد وہ کمرے میں آ گئے تھے۔ اور معمول کے مطابق بالکنی میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ عارض کی بالکنی میں ایک جھولا تھا جو پہلے نہیں تھا لیکن عمائمہ کے کہنے پر اس نے رکھوا دیا تھا۔

وہ اسی پر بیٹھے معمول کے مطابق باتیں کر رہے تھے۔

urdunovelsblog

"عارض!"

وہ گہرے بادلوں کی اوٹ میں چاند کو تلاش کرتے ہوئے اسے پکار بیٹھی تھی۔

"جی عمائمہ۔"

اس نے بھی تابعداری کا مظاہرہ کیا تھا۔

"میں انہیں معاف کرنا چاہتی ہوں۔ ہر بار کہتی ہوں کہ معاف کر دیا لیکن جب وہ سامنے آتے ہیں تو دل چیختا ہے کہ نہیں میں انہیں معاف نہیں کر سکی۔"

وہ اس کے بغل میں بیٹھی خود کو محفوظ تصور کرتی تھی۔ وہ اس کا ہم سفر تھا جس سے وہ اب دل کی بات کرتے ہوئے گھبراتی نہیں تھی۔ وہ جتنی دیر چاہے بولے، وہ ہمیشہ سنتا تھا بغیر کسی تھکاوٹ کے۔ وہ اس کے سامنے کھلتی جا رہی تھی جیسے صفحہ بہ صفحہ ورق پلٹانے پر کتاب میں لکھی کہانی واضح ہونے لگتی ہے۔

"میں انہیں کیسے معاف کروں؟"

وہ سوال کر رہی تھی بالکل ایسے ہی جیسے کوئی بچہ پوچھتا ہے کہ میرے لیے کیا اچھا ہے اور کیا برا۔

"عمائمہ۔ وہ بہت سی جگہوں پر غلط تھے لیکن اگر ان کی جگہ پر خود کو رکھ کر دیکھیں تو کوئی معقول وجہ ضرور ملے گی۔"

اس نے رک کر عمائمہ کے تاثرات جانچے تھے جو نارمل تھے۔ وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی، وہ بادلوں کی اوٹ میں سے چاند کو تلاش کر رہی تھی۔

"انہوں نے جو بھی کیا وہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی اور وہ مانتے ہیں یہ بات۔ اگر انہیں احساس ہے اپنی غلطی کا تو پھر آپ کو معاف کر دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

وہ نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا اور وہ سمجھ رہی تھی یا نہیں اسے نہیں معلوم تھا۔ لیکن ایک بات وہ جانتا تھا، وہ اس کی باتیں سمجھنا چاہتی تھی۔ وہ ان پر عمل کرے گی یا نہیں وہ نہیں جانتا تھا لیکن وہ یہ جانتا تھا کہ ان باتوں کا اس پر اثر ضرور ہو گا۔

"میں ہمیشہ سوچتی ہوں کہ انہیں نورے ماما سے واقعی محبت تھی؟ کیا محبت ایسی ہوتی ہے؟"

عمائمہ نے اس بار عارض کو دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا جس پر وہ سر جھکا کر مبہم سا مسکرایا تھا۔

urdunovelsblog

"وہ نورے خالہ کو پسند کرتے ہوں گے لیکن میرا انہیں خیال ان کو محبت تھی کیونکہ محبت میں محبوب کی رضامندی کے آگے سر جھکا دیا جاتا ہے۔ محبت غلام نہیں بناتی لیکن اپنے محبوب کی غلامی کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔"

وہ آسمان پر چھائی گہری سیاہی کو تکتے ہوئے بول رہا تھا اور عمائمہ اسے سن رہی تھی۔اس کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔کیا تھا ایسی محبت شایان ملک اپنی نور سے بھی کرتا تو آج سب کچھ صحیح ہوتا۔آج اسے کوئی بچپن ٹراما نہ ہوتا اور آج وہ بھی محبت پر آنکھ بند کر کے اعتبار کرتی۔عمائمہ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

"ان کی چار دن کی جھوٹی محبت نے میرے دل میں خوف ڈال دیا ہے کہ مجھے کوئی چاہ نہیں سکتا۔"

اور یہ کہتے ہوئے عمائمہ کی آنکھوں نے مزید نمی برداشت نہیں کی تھی اور آنسوؤں کو باہر کا رخ دکھایا تھا۔

عارض نے اس کا سر اپنے کاندھے پر رکھا تھا اور اسے اپنے ہونے کا احساس دلایا تھا۔

مجھے مایوس آنکھوں کی نمی اچھی نہیں لگتی

میرے کاندھے پر سر رکھو، خسارے بانٹ لیتے ہیں

بادلوں کی اوٹ میں چھپے چاند نے محبت اور خوشی سے انہیں دیکھا تھا جو کبھی اسے تک کر ایک دوسرے کو یاد کیا کرتے تھے۔

urdunovelsblog

==========

اگلے روز جب عارض آفس سے آیا تو عمائمہ کو واپسی پر آفس سے پک کیا تھا۔عمائمہ بھی آج کافی دنوں بعد آفس گئی تھی۔ واپس آکر وہ دونوں تیار ہو کر گھر والوں سے ملتے برہان کی طرف گئے تھے۔آج ان کا ڈنر برہان کی طرف تھا۔

کھانے کی میز پر خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا جا رہا تھا۔ برہان کے والد اور برہان عارض سے باتوں میں مصروف تھے اور وقفے وقفے سے انہیں بھی اپنے ساتھ باتوں میں شمار کر رہے تھے۔البتہ عمائمہ برہان کی والدہ کے ساتھ بات کر رہی تھی۔ کھانے کے بعد جب چائے کا دور چلا تو برہان کے والد کہنے لگے۔

" سجل کے جانے کے بعد گھر کی رونق ہی چلی گئی ہے۔اب ہم چاہ رہے تھے کہ برہان کی شادی بھی کر ہی دی جائے۔"

ان کی بات پر عمائمہ اور عارض نے ایک ساتھ برہان کو دیکھا تھا جو اپنے بابا کو خاموش رہنے کا اشارہ کر رہا تھا کہ نہیں ابھی نہیں۔ لیکن وہ اسے یکسر نظر انداز کر چکے تھے۔

"عارض کی شادی پر میں نے حوا کو دیکھا تھا۔ برہان نے بتایا کہ وہ حوا سے شادی کا خواہشمند ہے۔"

ان کی بات پر برہان کا دل چاہا وہ وہاں سے غائب ہو جائے۔ جبکہ عمائمہ اور عارض لب دبائے مسکرا دیے تھے۔

"میں چاہتا ہوں کہ آپ حوا سے پہلے خود بات کر لیں اس بارے میں۔ پھر ہم آپ کی نانو سے بات کریں گے۔ آپ بڑی بہن ہیں تو وہ آپ کو آرام سے اپنا جواب بتا دے گی۔ برہان سے تو وہ مل چکی ہیں۔"

انہوں نے عمائمہ کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"میں ضرور بات کروں گی اس سے لیکن میں اس کی بڑی نہیں چھوٹی بہن ہوں۔"

عمائمہ نے مسکرا کر کہا تو وہ سب ہنس دیے۔

کچھ دیر مزید ٹھہرنے کے بعد وہ دونوں واپس گھر لوٹ گئے تھے۔

"میں واقعی عمر میں بڑی لگتی ہوں؟"

عمائمہ اور عارض دونوں بالکنی میں بیٹھے تھے۔ موٹی سی شال اوڑھ رکھی تھی۔ جب وہ اس سے پوچھ بیٹھی۔

"اصل میں کسی کی عمر کا اندازہ اس کا چہرہ دیکھ کر لگایا جاتا ہے تو کسی نے حوا کو نہیں دیکھا ان کے نقاب کی وجہ سے تو اس لیے سب آپ کو بڑا سمجھتے ہیں۔"

عارض کے کہنے پر وہ کچھ پر سکون ہوئی تھی۔

"آپ نے حوا سے بات کی؟"

عارض نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا جو آج پھر چاند کو تلاش کر رہی تھی۔

"نہیں۔ آج تو لیٹ ہو گئے تھے۔ کل کروں گی۔"

عارض نے اس کے جواب پر سر ہلا دیا تھا۔ پھر وہ دونوں معمول کی باتوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ آفس کی باتیں، زندگی کی باتیں۔۔ یہ اب ان کا معمول بنتا جا رہا تھا۔ ڈھیروں باتیں کرنا۔

==============

عارض آفس جا چکا تھا۔ عمائمہ کا آج آفس جانے کا ارادہ نہیں تھا۔ اس نے عائشہ کو کال کر کے ضروری چیزیں میل کر دی تھیں لیکن عائشہ کے کہنے پر اسے آفس جانا پڑا تھا۔ وہاں ضروری کام نبٹا کر وہ گھر آئی تھی اور کچن میں گھسی تھی۔ عمارہ اس وقت حوا کے ساتھ آفس ہوا کرتی تھی تو عائزہ بیگم اکیلی ہی تھیں۔

"کیا بن رہا ہے ماں جی؟"

عمائمہ نے کچن سے اٹھتی مہک سونگھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"آج حوا آئے گی عمارہ کے ساتھ تو میں سوچ رہی تھی بریانی بناؤں۔"

عائزہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ خاموشی سے کچن کاؤنٹر پر کہنیاں ٹکا گئی۔

"چلیں اچھا ہوا حوا آ جائے گی۔ مجھے بھی بات کرنی تھی اس سے۔"

عمائمہ کہہ کر خاموشی سے انہیں کام کرتا دیکھنے لگیں۔ وہ باقی کام ملازمین سے کرواتی تھیں لیکن کھانا خود بنانے کی شوقین تھیں۔ اس لیے ابھی بھی وہ بریانی کے لیے گوشت بھن رہی تھیں۔

"کچھ کہنا چاہتی ہو بیٹا؟"

عائزہ بیگم نے اسے خاموش خاموش محسوس کیا تو پوچھ لیا۔

"مجھے بھی سیکھنی ہے کوکنگ لیکن مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں ہے کسی چیز کا۔ میٹھے میں کچھ بنا لیتی ہوں لیکن یہ سب تو بالکل بھی نہیں۔"

عمائمہ کچھ افسردگی سے بول رہی تھی۔ اس کا حقیقتاً دل چاہتا تھا کہ وہ بھی کھانا بنانا سیکھے لیکن اسے کبھی موقع نہیں ملا تھا۔ یونیورسٹی سے آ کر وہ اپنے آفس چلی جاتی تھی اور کبھی وقت ہی نہ ملا سکا تھا۔

"تم سیکھنا چاہتی ہو؟"

عائزہ بیگم نے مسکرا کر استفسار کیا تھا جس پر وہ خوشی سے سر ہلا گئی تھی۔

"بالکل ماں جی۔ مجھے شوق ہے لیکن کبھی وقت نہیں مل سکا۔"

وہ بھی اب سب کی طرح عائزہ کو ماں جی کہتی تھی۔

"میں تمہیں سکھا دوں گی۔"

urdunovelsblog

عائزہ بیگم نے مسکرا کر کہتے ہوئے گوشت میں ہلکا سا پانی چھڑ کا تھا۔

"سچ؟"

عمائمہ نے خوشی سے چہک کر کہا تو عائزہ بیگم نے سر مثبت میں ہلا دیا۔

"عارض کو کھانے میں کیا پسند ہے؟"

عمائمہ نے اگلا سوال کیا تھا۔

"بریانی، کڑاہی اور میٹھے میں شاہی ٹکڑے۔"

زنیرہ بیگم نے چاولوں میں چمچ چلاتے ہوئے بولا تھا۔

"بریانی تو آج بن جائے گی تو میں کل کڑاہی بناؤں گی۔ ویسے مجھے شاہی ٹکڑے بنانے آتے ہیں وہ بھی بناؤں گی۔"

وہ خوشی سے چہکتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

"جیسی تمہاری مرضی۔"

عائزہ بیگم نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔ وہ بھی خوش ہوتی باورچی خانے میں ان کے ساتھ تھوڑی بہت مدد کروانے لگی تھی۔

=============

شام میں سب گھر لوٹ چکے تھے۔ حوا بھی عمارہ کے ساتھ آئی تھی۔ وجہ عمائمہ سے ملنا تھا۔ وہ سب کھانے کے بعد چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ عمائمہ حوا سے کہنے لگی۔

"حوا! ہم برہان کے گھر دعوت پر گئے تھے۔ برہان کے والد نے تم سے اس کے رشتے کی بات کرنے کو بولا ہے۔"

حوا چونکی تھی۔

"تو نانو سے بات کرو مجھ سے کیوں کر رہی ہو؟"

حوا نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے تھے جیسے اس کے نہیں کسی اور کے رشتے کی بات ہو۔

"تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟"

عمائمہ کو اس سے اسی قسم کے جواب کی توقع تھی۔

"عمائمہ! عارض بھائی اچھے ہیں؟"

اس کے لیے یہ سوال یکدم تھا۔ عمائمہ کے ساتھ بیٹھا عارض جو بظاہر حاشر سے آفس کی کوئی بات کر رہا تھا،اس کے کان عمائمہ کے جواب کے منتظر تھے۔

"وہ اچھا نہیں بہت زیادہ اچھا ہے۔مجھے لگتا ہے محبت میرے دل پر دستک دینے لگی ہے۔وہ میرا محرم ہے اور مجھے اب وہ بہت عزیز ہے۔"

عمائمہ نے مدھم مگر نرم لہجے میں بولا تھا۔عارض کے چہرے پر کھلنے والی مسکراہٹ فطری تھی۔وہ لب دبائے اپنی مسکراہٹ چھپا گیا۔

"برہان اور عارض بھائی بہت وقت سے ایک ساتھ ہیں۔اگر عارض بھائی اچھے ہیں تو برہان بھی اچھے ہوں گے۔"

حوا نے جیسے فیصلہ زنیرہ بیگم پر چھوڑ دیا تھا۔

"مطلب اب انہیں مناسب وقت پر ماں وسے بات کر لینی چاہیے۔"

اس نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا تھا تو حوا نے کندھے اچکا دیے تھے جیسے کہہ رہی ہو مرضی ہے۔

پھر وہ کچھ دیر کی گفتگو کے بعد واپس چلی گئی تھی۔

○==========○

نور منزل میں آج افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔مہمانوں کی آمد کی اطلاع موصول ہوئی تھی اور ان کے آنے کی وجہ بھی معلوم ہو چکی تھی۔اس لیے جلدی میں سارے انتظامات کیے جا رہے تھے۔عمائمہ بھی آج وہاں آئی ہوئی تھی۔حوا بضد تھی کہ وہ نقاب ہی اوڑھے گی،جس ہر کسی نے اختلاف نہیں کیا تھا۔

عمائمہ شادی کے بعد دوسری ی تیسری بار ہی گھر آئی تھی تو زنیرہ بیگم بھی خوش تھیں۔وہ معمول سے ہٹ کر کچھ زیادہ تیار ہوئی تھی تاکہ زنیرہ بیگم کو تسلی ہو جائے کہ وہ واقعی اپنے گھر میں خوش تھی۔

عارض بھی آفس کے بعد سیدھا ادھر ہی آنے والا تھا۔وہ بلیو پرنٹڈ کرتے کے ساتھ ہم رنگ کیپری پہنے ہوئے تھی، دوپٹہ بھی نیلے اور سفید کے امتزاج کا تھا جسے وہ ایک کاندھے پر ڈالے ہوئے تھی۔بال آدھے باندھ رکھے تھے اور

آنکھوں پر مسکارا لگا تھا۔ ہلکا پھلکا میک اپ کیا گیا تھا جس میں وہ خوبصورت لگ رہی تھی۔ ایک سفید رنگ کا لمبا سویٹر وہ سوٹ کے اوپر پہنے ہوئے تھی۔ اسے عارض کا انتظار تھا اور زنیرہ بیگم کو مہمانوں کا۔

مہمانوں کی آمد ہوئی جس میں برہان، سجل، صائم اور ان کے ساتھ برہان کے والد اور والدہ تھیں۔ چائے اور لوازمات رکھے گئے اور باتوں کا تبادلہ ہوا۔

کچھ دیر کی باتوں کے بعد عارض بھی انہیں جوائن کر چکا تھا۔ عارض کی نظریں پلٹ پلٹ کر اپنی بیوی پر پڑ رہی تھیں جو آج اسے کچھ زیادہ ہی پیاری لگ رہی تھی۔ حوا بھی برہان کی والدہ سے باتیں کر رہی تھی اور برہان کی نظروں کا محور صرف نقاب میں لپٹی اس کی مسکراتی ہوئی آنکھیں تھیں۔

"آپ لوگ باتیں جاری رکھیں میں کھانے کا میز سجاتی ہوں۔"

عائمہ مسکرا کر کہتی ہوئی اٹھ کر باورچی خانے میں گئی تھی اور عارض بھی کال کا بہانہ بنا کر وہاں سے کھسکا تھا۔ وہ باورچی خانے میں اس کے پیچھے لپکا تھا۔ وہ ملازمین کو ٹیبل سجانے کی ہدایات دے رہی تھی اور ساتھ خود بھی چیزیں انہیں پکڑا رہی تھی۔

"عائمہ!"

اس کے پکارنے پر وہ پلٹی تھی۔

"جی عارض؟"

وہ اس کے اتنے میٹھے انداز پر قربان جانے کو تیار تھا۔ خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے وہ اسے اشارہ کر گیا جس پر عائمہ ملازمین کو ضروری ہدایات دیتی کچن سے نکل کر اس کے پاس آئی تھی۔

"دوبارہ بولیں جو بولا تھا۔"

اس کے کہنے پر وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا بولا تھا؟"

اس نے جیسے حیران ہو کر سوال کیا تھا۔

"جو میرے پکارنے پر جواباً بولا تھا۔"

urdunovelsblog

عارض نے ضدی لہجہ اختیار کیا تھا جس پر وہ ہنس دی تھی۔

"جی عارض؟"

وہ بالکل اسی انداز میں بولی تو عارض بے اختیار اس کے گال کھینچ گیا تھا۔

"پہلے ہی اپنا اسیر بنا چکی ہیں اب مزید کیا چاہتی ہیں۔"

وہ اس کے انداز پر کھل کر ہنس دی تھی۔اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کی چھوٹی سی تبدیلی پر وہ اتنا خوش ہو گا۔یہ تبدیلی بھی نانو کی وجہ سے آئی تھی۔جب وہ ان کے سامنے کسی بتا پر اسے تم بول گئی تھی تو نانو نے جھڑکا تھا اور کہا تھا کہ شوہر کی عزت کرنا بیوی پر فرض ہوتا ہے۔وہ سمجھ کر سر ہلا گئی تھی۔

"ویسے آپ کو کس نے حق دیا ہے اتنا پیارا لگنے کا۔"

عارض نے اسے سر تا پاؤں دیکھتے ہوئے کہا تو وہ پھر سے ہنس دی۔

"تم دن بہ دن شوخے ہوتے جا رہے ہو۔"

"میں اسے تعریف کے زمرے میں لوں گا۔"

وہ سر جھکا کر داد موصول کر گیا تھا۔ایک تابعدار غلام کی طرح جو اپنے آقا کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔

پھر عارض نے اس کے منع کرنے کے باوجود اس کے ساتھ مل کر ٹیبل لگوایا تھا۔کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا اور پھر چائے کا دور چلا تھا۔

"ہم مدعے پر آتے ہیں۔اپ جانتے ہی ہیں کہ ہم برہان کے لیے حوا کا ہاتھ مانگنے آئے ہیں تو ہم اچھے جواب کی امید رکھتے ہیں۔"

برہان کے والد نے زنیرہ بیگم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔وہ اپنا جھریوں زدہ ہاتھ حوا کے سر پر رکھ گئی تھیں جو سبز نقاب اوڑھے ہوئے تھی۔

"حوا نے فیصلہ مجھ پر چھوڑ رکھا ہے۔مجھے اس رشتے سے کوئی اعتراض نہیں۔"

سب کو ان سے اسی جواب کی توقع تھی۔برہان کی والدہ نے اپنے ہاتھوں سے سونے کے کنگھن اتار کر حوا کو پہنا دیے تھے۔زنیرہ بیگم نے منع کیا تھا لیکن وہ بضد تھیں۔

"میں اب اپنی ہونے والی بیٹی کو کوئی تو نشانی دے کر جاؤں۔"

ان کی بات پر باقی سب مسکرا دیے تھے۔ برہان کی مسکراہٹ سمٹے نہ سمٹ رہی تھی۔

"میرے خیال سے لمبی منگنیاں یا نکاح کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پہلے ہی برہان نے شادی کا فیصلہ کرنے میں بہت وقت لیا ہے تو میں چاہوں گا ہم اگلے سال آنے والے مارچ میں شادی کی تاریخ رکھ دیں۔"

برہان کے والد نے سارا کام ہی ختم کیا تھا۔ برہان اس سب کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ تو بس حوا کو اپنے ساتھ منسوب کروانے آیا تھا اور اس کے والد نے موقع پر چوکا مار دیا تھا۔

عارض نظروں ہی نظروں میں برہان کو تنگ کر رہا تھا جس پر وہ صرف اسے گھور کر رہ گیا تھا۔

"شادی کی تاریخ ہم پھر طے کر لیں گے۔"

زنیرہ بیگم نے مسکرا کر کہا تھا۔ وہ بھی اب حوا کی شادی کر دینے کے حق میں تھیں کیونکہ انہیں اپنی زندگی پر اب بھروسہ نہیں تھا۔ وہ اپنی دونوں نواسیوں کو اچھے ہاتھوں سونپ کر اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی تھیں۔ پھر وہ عارض کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔

"عارض! ہم برہان کے لیے زیادہ اس لیے بھی راضی ہوئے ہیں کیونکہ وہ آپ کا قریبی دوست ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ آپ کو اپنے فیصلے پر کبھی پچھتاوا نہیں ہو گا۔"

عارض نے انہیں تسلی بخش مسکراہٹ پیش کی تھی جس پر وہ مزید مطمئن ہو گئی تھیں۔ پھر مزید کچھ دیر کی گفتگو کے بعد وہ اپنے گھر کو واپس لوٹ گئے تھے۔

"کافی دیر ہو گئی ہے۔ اب ہمیں بھی چلنا چاہیے۔"

عارض نے گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے بولا تو زنیرہ بیگم مسکرا دیں۔

"اپنی بیوی سے پوچھ لیں بیٹا۔ وہ تو یہاں رہنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔"

ان کی بات پر عارض نے حیرت سے سر پھیر کر عمائمہ کو دیکھا تھا جو معصوم بچوں جیسی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ حوا بھی اس کے انداز کو دیکھ کر مسکرا دی تھی۔

"آپ نے مجھے بتایا بھی نہیں کہ آپ کا ایسا خطرناک ارادہ ہے۔"

urdunovelsblog

اس نے شکوہ کناں نظروں سے عمائمہ کو دیکھا تھا جو مسکراہٹ کو مزید معصومیت میں ڈھال گئی تھی۔

"کچھ دن رک رہی ہوں۔ میں ماں جی کو بتا کر آئی تھی۔"

اس نے جواباً صرف اسے گھورا تھا اور ناراضی سے رخ پلٹ گیا تھا۔

"مجھے اجازت دیجیئے دادو۔ اللہ حافظ۔"

اس نے زنیرہ بیگم سے پیار لینے کے لیے سر جھکایا تھا اور حوا کو بھی ہاتھ کے اشارے سے خدا حافظ کیا تھا۔ گاڑی کی چابی اٹھاتا وہ لاؤنج سے نکل گیا تھا۔ عمائمہ مسکرا کر اس کے پیچھے گئی تھی۔ وہ اپنی گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا کہ عمائمہ نے اسے پکارا۔

"عارض۔"

وہ گاڑی کا دروازہ ہاتھ میں پکڑے گہری سانس لے کر پلٹا تھا۔

"آپ مجھے پوچھنا نہ چاہیں لیکن بتا تو سکتی تھیں۔"

وہ شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تو عمائمہ نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔

"عارض میں شادی کے بعد ایک بار بھی رہنے نہیں آئی۔ اس لیے سوچا کہ اب رہ لیتی ہوں۔"

عمائمہ نے کچھ روہانسے انداز میں کہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ عارض کو برا لگے گا۔

"عمائمہ! کیا میں آپ کی زندگی میں اتنی اہمیت بھی نہیں رکھتا کہ آپ اپنے فیصلے مجھے بتا سکیں۔ ہم کل رات بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے ایک بار بھی مجھے نہیں بتایا۔"

عارض ابھی بھی دروازہ کھولے کھڑا تھا اور عمائمہ پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ میرا یہاں آنے سے پہلے پروگرام بنا تھا۔"

"تو آپ مجھے تب بھی بتا سکتی تھیں جب میں آپ کو چھوڑنے آیا تھا۔"

عارض کی شکوہ کناں نظریں اس کے اندر تک اتر رہی تھیں۔ عارض ایک نظر اسے دیکھ کر گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔ گاڑی سٹارٹ کرنے کے بعد شیشا نیچے کرتا کہنے لگا۔

"اندر چلی جائیں۔ سردی لگ گئی تو بیمار ہو جائیں گی۔"

وہ لب بھینچ کر کہہ رہا تھا اور عمائمہ کو اس لمحے احساس ہوا کہ اسے آگاہ کر دینا چاہیے تھا۔ وہ اس شخص کا ناراض ہونا برداشت نہیں کر سکتی۔ عارض کی گاڑی نور منزل سے نکل گئی تھی۔ لیکن عمائمہ پریشانی سے ادھر ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔ وہ تھک کر لاؤنج میں واپس آئی تو حوا اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔ زنیرہ بیگم کہنے لگیں۔

"عمائمہ۔ تم نے آنے سے پہلے عارض سے نہیں پوچھا تھا؟"

عارض ہی صبح اسے چھوڑ کر گیا تھا لیکن وہ جانتی تھی کہ نانو اس سے رہنے کے فیصلے کے بارے میں پوچھ رہی ہیں۔

"نہیں نانو۔"

وہ افسردگی سے بولتی ہوئی صوفے پر دھپ سے بیٹھی تھی۔

"تم اسے 'تم' کہہ کر مخاطب کرتی ہو اور وہ تمہیں 'آپ' کہہ کر۔ تمہیں خود عجیب نہیں لگتا؟"

نانو کی بات پر اس نے سر اٹھایا تھا۔

"نانو۔ اس بات پر آپ میری پہلے ہی کلاس لے چکی ہیں۔"

عمائمہ نے جیسے انہیں یاد کروایا تھا۔ پھر وہ لاؤنج سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ اس کے کمرے میں حوا نے کچھ تبدیلیاں کی تھیں۔ جہاں ایک دیوار پر عمائمہ کی کچھ تصاویر ہوا کرتی تھیں وہ ہٹا دی گئی تھیں اور ان کی جگہ اب عمائمہ اور عارض کی نکاح، ولیمے اور ٹور کی کچھ تصاویر تھیں۔ وہ چلتی ہوئی ان تک آئی تھی اور ایک تصویر پر ہاتھ پھیرتی سوچوں میں گم تھی۔ وہ تصویر ان کی برف میں گرے ہوئے تھی۔ یہ کسی سیاح کو کہہ کر انہوں نے تصویر بنائی تھی۔ عارض مسکرا کر اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور عمائمہ سامنے کیمرے میں دیکھ رہی تھی۔ اسے بے وجہ ہی عارض پر پیار آیا تھا۔ وہ بستر پر آ بیٹھی۔ پھر چل کر بالکنی میں آئی اور وہاں کھڑی ہو گئی لیکن آج سب کچھ ادھورا لگ رہا تھا۔ اس وقت وہ عارض کے ساتھ بالکنی کے جھولے میں بیٹھ کر ڈھیروں باتیں کیا کرتی تھی لیکن آج۔۔۔۔ وہ اسے ابھی سے مس کرنے لگی تھی۔

ایک تو وہ ناراض تھا، اسے اس چیز پر زیادہ رونا آ رہا تھا۔

رخصت ہوا تو ہاتھ ملا کر نہیں گیا

وہ کیوں گیا ہے یہ بھی بتا کر نہیں گیا

یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی لوٹ آئے گا

جاتے ہوئے چراغ بجھا کر نہیں گیا

شاید وہ مل ہی جائے مگر جستجو ہے شرط

وہ اپنے نقش پا کو مٹا کر نہیں گیا

ہر بار مجھ کو چھوڑ گیا اضطراب میں

لوٹے گا کب۔، کبھی وہ بتا کر نہیں گیا

رہنے دیا نہ اس نے کسی کام کا مجھے

اور خاک میں بھی مجھ کو ملا کر نہیں گیا

============

دوسری طرف عارض اپنے ری ایکٹ کرنے پر پچھتا رہا تھا۔ اگر عمائمہ جانا چاہتی تھی تو اس کی مرضی تھی لیکن اسے دکھ ہوا تھا کہ وہ اسے آگاہ کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتی۔ اسی وجہ سے وہ برا مان گیا تھا۔ لیکن اب وہ افسوس کر رہا تھا خود پر۔

"محبت تمہیں ہے ان سے۔۔۔انہیں نہیں ہے۔"

وہ جیسے خود کو تسلی دے رہا تھا۔ خود کو دلاسہ دے رہا تھا۔ لیکن یہ دلاسہ بھی اذیت ناک تھا۔

============

اگلے روز وہ ناشتہ کیے بغیر ہی آفس کے لیے نکل گیا تھا۔ اس کا موڈ سخت خراب لگ رہا تھا۔ وہ بلاوجہ چڑچڑا ہو رہا تھا۔ حاشر کو اس کی سیکٹری سے یہ بات معلوم ہوئی تو وہ اس کے آفس میں آیا تھا۔

"عارض کس چیز کا غصہ ہے ؟"

حاشر نے دو ٹوک صاف الفاظ میں پوچھا تو وہ سر کرسی کی پشت پر گرا گیا۔

" بس کچھ سر درد ہو رہا ہے۔"

"تمہاری دوا جو تم سے دور ہے۔"

حاشر نے مسکرا کر کہا تو وہ خاموش رہا۔

"یار بھائی کام کرنے دیں۔"

وہ چڑچڑا سا آنکھیں گھماتا ہوا لیپ ٹاپ کھول گیا تھا۔ حاشر ہنستا ہوا کندھے اچکا کر اپنے کیبن میں واپس چلا گیا تھا۔

============

وہ صبح اٹھ کر جلدی سے تیار ہوتی نیچے آئی تھی۔ حواز نیرہ بیگم کے ساتھ ناشتہ کر رہی تھی۔ اسے ہر بڑی میں نیچے آتا دیکھ کر حیران ہوئی۔

"کدھر جارہی ہو؟"

حوا کی بات پر وہ شوز کی لیسسز کو ہلکا سا باندھے کرسی پر آ بیٹھی تھی۔

"گھر جارہی ہوں۔"

"لیکن تم نے تو رکنا تھا ابھی۔"

زنیرہ بیگم نے حیران سا کہا تھا۔

"میرا دل نہیں لگ رہا نو۔ میرا شوہر ناراض ہے مجھ سے۔"

وہ بے بسی سے جوس کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولی تھی۔ اس کی بات پر حوا اور زنیرہ بیگم دونوں سر جھکا کر مسکرا دی تھیں۔

"حوا آفس جانے سے پہلے مجھے گھر چھوڑ دینا۔"

"ٹھیک ہے۔"

حوا نے مسکرا کر سر ہلا دیا تھا۔

"عمائمہ ناشتہ تو کرلو۔"

زنیرہ بیگم نے اسے ٹوکا تھا جو جوس پر اکتفا کر رہی تھی۔

"گھر جا کے کرلوں گی۔"

عمائمہ کا بار بار گھر کہنا زنیرہ بیگم کے چہرے پر مسکراہٹ سجا گیا تھا۔ وہ عمائمہ کے اس نئے روپ سے بہت مطمئن ہوئی تھیں۔

وہ حوا کے ناشتہ کرنے کے بعد گھر کو روانہ ہو گئی تھی۔

==========

عمارہ بھی حوا کے ساتھ ہی نکل گئی تھی۔ عمائمہ نے سیدھا کچن کا رخ کیا تھا اور عائزہ بیگم کے گلے ملی تھی۔

"ماں جی عارض آفس چلے گئے؟"

جس پر انہوں نے بتایا کہ۔

"وہ تو آج کافی غصے میں تھا۔ ناشتہ کر کے بھی نہیں گیا۔ موڈ خراب لگ رہا تھا۔ تم لوگوں کا کوئی جھگڑا ہوا ہے کیا؟"

ان کی بات پر وہ سر جھکا گئی تھی۔ اب کیا بتاتی۔

"آپ مجھے لنچ باکس نکال دیں میں عارض کے لیے ناشتہ بنا کر لے جاتی ہوں۔"

انہوں نے سر ہلا دیا اور ایک کیبن سے لنچ باکس نکال دیا۔ عمائمہ نے آملیٹ کے لیے پیاز اور ٹماٹر کاٹے تھے۔ پھر کچھ مشرومز ڈال کر وہ انڈا پھینٹنے لگی تھی۔ یہ تو وہ بنا ہی سکتی تھی۔

عائزہ مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھیں جو اب بریڈ کو ٹوسٹر میں ڈال رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ کافی کا مکسچر پھینٹ رہی تھی۔

کافی بنا کر وہ تھرمس مگ میں ڈال چکی تھی اور باقی ناشتے کو وہ ایک باکس میں پیک کر کے گاڑی کی چابی اٹھاتی اب عارض کے آفس کی لوکیشن ڈال گئی تھی۔

جب وہ پندرہ منٹ کی ڈرائیو کے بعد اس کے آفس کی پارکنگ میں گاڑی کھڑی کر رہی تھی تو اس کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ عارض کیسا ری ایکٹ کرے گا یہ سوچ کر۔

وہ سر جھٹکتی باہر نکل گئی تھی اور لفٹ پر مطلوبہ فلور کا بٹن دبا کر انتظار کرنے لگی تھی۔ اس نے بلیک جینز پر لمبا کورٹ پہن رکھا تھا، گلے میں گرم سٹالر بھی ڈال رکھا تھا

۔ جوگرز کے تسمے ہلکے سے بندھے تھے جو کسی بھی وقت کھلنے کو تیار تھے اور اس کا دھیان بھی نہیں گیا تھا۔ وہ عارض کے رویے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

لفٹ مطلوبہ فلور پر کھلی تو سامنے ہی اسے حاشر نظر آیا تھا جو لفٹ کے انتظار میں کچھ کولیگز کے ساتھ کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوا۔

"عمائمہ تم یہاں۔"

وہ حیران ہونے کے ساتھ ساتھ خوش بھی ہوا تھا۔

"عارض ناشتہ نہیں کر کے آیا تو سوچا اس کا ناشتہ لے آؤں۔"

اس نے کندھے اچکائے تھے۔ وہ مسکرا دیا۔

"اچھا کیا۔ ویسے بھی آج اس کا موڈ صرف تم ہی ٹھیک کر سکتی ہو۔"

حاشر کہتا ہوا اس کے سر پر ہاتھ رکھتا لفٹ میں بڑھ گیا تھا۔ جانے سے پہلے وہ اپنی اسسٹنٹ کو بول گیا تھا کہ اسے عارض کے کیبن تک چھوڑ آئے۔ وہ جب اس کے کیبن تک پہنچی تھی تو اندر سے عارض کے غصے سے بولنے کی آواز آ رہی تھی کیونکہ دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔

"میں نے آپ کو بولا تھا کہ حاشر بھائی کے جانے سے پہلے انہیں یہ دکھا دیں تو آپ کیوں نہیں گئیں۔ اب وہ چلے گئے ہیں تو کل تک اسی فائل کو لئے بیٹھا رہوں میں؟"

وہ سختی سے بول رہا تھا، تبھی عائمہ بغیر دستک دیے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی اور اس کی سیکرٹری کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ منہ لٹکائے چپ چاپ نکل گئی۔

عارض کے ماتھے پر گہرے بل پڑے ہوئے تھے۔ وہ عائمہ کو دیکھ کر خاموش ہو گیا تھا۔ عائمہ نے آگے بڑھ کر ٹیبل پر باکس رکھا اور گلاس میں پانی انڈیلتی اس کے سامنے کر گئی۔ وہ گلاس کو دیکھ کر نظریں پھیر گیا۔ عائمہ ٹیبل کے پیچھے سے نکل کر اس کی کرسی تک آئی تھی۔ عارض گہرے سانس لیتا کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ ٹیبل کے ساتھ ہی ٹک گئی، ایسے کہ اس کی پشت دروازے کی جانب تھی اور اس کا رخ عارض کی جانب۔ عائمہ نے آگے بڑھ کر اسے پانی پکڑایا تو وہ خاموشی سے سارا پانی پی گیا۔ پھر عائمہ نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے ماتھے پر بکھرے بال پیچھے کیے تھے اور اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتی انہیں سنوارنے لگی تھی۔ عارض کے ماتھے کے بل دھیرے دھیرے ختم ہو گئے تھے۔۔

"ویسے غصے میں بھی پیارے لگتے ہو۔"

عائمہ نے مسکرا کر کہا تو وہ یکدم ہنس دیا تھا۔

"کیوں آئی ہیں؟"

وہ پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"بیوی ہوں تمہاری۔ یہاں آنے کا حق رکھتی ہوں۔"

اس کے رعب دار انداز پر وہ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

"ماں جی نے بتایا تم ناشتہ نہیں کر کے گئے۔ سوچا اکٹھے بیٹھ کر ناشتہ کر لیتے ہیں۔"

عمائمہ کہتی ہوئی کھانا لیے صوفے پر جا بیٹھی۔ عارض بھی اٹھ کر اس کے سامنے آیا تھا۔

"لیکن میں مصروف ہوں۔"

اس نے شیخی جھاڑنا اپنا فرض سمجھا تھا۔

"دیکھ رہی تھی۔ میرا غصہ دوسروں میں اتارنے میں مصروف تھے۔"

وہ کھانا کھولتی اس کے سامنے رکھ گئی تھی۔

"مجھے آپ پر غصہ نہیں تھا۔"

وہ نرم لہجے میں بولا، وہی لہجہ جو عمائمہ کے لیے مخصوص تھا۔

"پھر کس چیز پر تھا؟"

"کل رات میں نے فضول میں اتناری ایکٹ کیا۔ خود پر غصہ تھا۔"

عارض کے کہنے پر وہ مسکرا دی تھی۔

"بندہ اتنا بھی اچھا نہ ہو کہ اگلے کا دل آجائے۔"

عمائمہ کے کہنے پر وہ ہنس دیا تھا۔

"آپ کا مجھ پر دل آگیا ہے؟"

اس نے بریڈ کا ٹکڑا اس کی جانب بڑھاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"سوچ رہی ہوں ابھی اس بارے میں۔"

عمائمہ نے نوالہ منہ میں رکھا تھا۔

"جلدی سوچیں نا۔"

urdunovelsblog

عارض نے ہنس کر کہا تو وہ بھی ہنس دی۔ پھر ان دونوں نے ناشتہ کیا تھا اور باتیں بھی کی تھیں۔ جب وہ جانے لگی تو عارض نے اسے پکارا تھا۔

"کیا ہوا؟"

عمائمہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر اس کے پاس آیا تھا اور اس کے قدموں میں بیٹھ کر جوتوں کے تسمے بند کیے تھے۔ عمائمہ شاک سی کھڑی رہی۔

"دھیان رکھا کریں۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا تو عمائمہ چونکی تھی۔

"عارض آئیندہ میرے قدموں میں مت بیٹھنا۔"

اس کا لہجہ بے بسی تھا۔

"کیوں؟"

وہ حیران ہوا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ گھر چلی گئی۔ عارض کا موڈ بالکل خوشگوار ہو چکا تھا۔ اس نے اچھے سے موڈ میں میٹنگ اٹینڈ کی تھی اور پھر وہ بھی گھر لوٹ گیا تھا۔

=========

دسمبر کا آغاز ہو چکا تھا۔ قصر سلطان میں سب تیار ہونے کے لیے ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ عارض آفس سے لوٹا تھا اور فریش ہونے کے لیے شاور لے رہا تھا۔

"عمائمہ آپ تیار نہیں ہوئیں بیٹا۔"

عائزہ بیگم نے اسے سادہ لباس میں دیکھا تو پوچھ بیٹھیں۔

"جی میں جا ہی رہی تھی۔"

وہ کہہ کر کمرے میں آگئی تھی۔ آج وہ سب کسی فیملی فنکشن پر جا رہے تھے لیکن عمائمہ کا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ کچھ وہ بہتر محسوس نہیں کر رہی تھی اور کچھ اس کا دل بھی نہیں تھا۔ عارض نے اسے خاموشی سے کپڑے نکالتے ہوئے نوٹ کیا تو پوچھ بیٹھا۔

"آپ ٹھیک ہیں عمائمہ ؟"

وہ آگے بڑھ کر اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ گیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ یار عارض! اتنی سردی میں میرا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا اس فنکشن میں جانے کو۔"

اس کی بات پر عارض نے جواباً کہا۔

"تو آپ منع کر دیں ماں جی کو۔"

"منع کرتے ہوئے بھی اچھا نہیں لگ رہا۔"

اس کی بات پر عارض کچھ سوچنے لگا تھا۔

"میرا بھی کوئی ارادہ نہیں جانے کا تو یوں کرتے ہیں کہ۔۔۔"

عارض اسے اپنا پلین بتانے لگا تھا جس پر وہ خوشی سے راضی ہو گئی تھی۔ وہ نیچے گئی تو سب جانے کے لیے تیار تھے۔

"کیا ہوا تیار نہیں ہوئی عمائمہ اور عارض کدھر ہے؟"

عمارہ نے حیرت سے پوچھا تھا کیونکہ وہ سب نکلنے والے تھے۔

"عمارہ آپی۔ عارض کچھ بہتر محسوس نہیں کر رہے تو میں نے انہیں میڈیسن دی ہے۔ اب اس حالت میں، میں انہیں چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتی اور انہیں لے کر جانے کے حق میں بھی نہیں ہوں۔"

اس کی بات سن کر سب پریشان ہوئے تھے۔

"کیا ہوا ہے اسے۔ وہ ٹھیک تو ہے؟"

عائزہ بیگم پریشانی سے گویا ہوئی تھیں۔ حاشر آگے بڑھ کر سیڑھیاں چڑھنے لگا تھا جب وہ بولی۔

"زیادہ کچھ نہیں ہوا۔ مجھے لگتا ہے تھکاوٹ کا بخار ہے تو میڈیسن دی ہے وہ آرام کر رہے ہیں۔"

اس کے کہنے پر وہ سر ہلا گئے۔

"چلو پھر ہم نکلتے ہیں، تم عارض کا اور اپنا خیال رکھنا۔"

عائزہ نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

"کوئی پریشانی کی بات ہوئی تو مجھے کال کر دینا۔"

حاشر کے کہنے پر وہ سر ہلا گئی تھی۔ انہیں رخصت کر کے وہ کمرے میں آئی تھی اور عارض کو تھمز اپ کا اشارہ کیا تھا۔ جس پر وہ بھی مسکرا دیا تھا۔

"تو اب کیا پلین ہے؟"

اس نے مسکرا کر پوچھا تھا۔

"آپ جا کر ڈھیر سارے سنیکس لے آؤ۔ میں تب تک کافی اور پاپ کارن بناؤں گی۔ پھر ہم مل کر سیزن دیکھیں گے۔"

عائمہ کے خوشی سے بتانے پر وہ ہنس دیا تھا۔

"جو حکم میرے آقا۔"

وہ مسکرا کر کہتا گاڑی کی چابی پکڑ کر نیچے چلا گیا تھا اور عائمہ بستر سیٹ کرتی کچن میں آ گئی تھی۔ عارض کے آنے تک اس نے کمرے میں کاؤچ کو مزید آرام دہ بنایا تھا اور اس پر سرہانے کے ساتھ ساتھ کمبل بھی رکھ گئی تھی۔ ایک طرف ٹیبل تھا جس پر وہ کافی کے دونوں مگ رکھ گئی تھی اور دو باؤلز تھے جن میں پاپ کارن نظر آ رہے تھے۔ تبھی عارض کمرے میں داخل ہوا تھا۔ پاپ کارن اور کافی کی ملی جلی مہک پورے کمرے میں پھیلی تھی جو بہت بھلی محسوس ہو رہی تھی۔ عائمہ بھی آرام دہ کپڑوں میں ملبوس تھی اور کاؤچ پر کمبل بچھاتے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ آیا تو اس کے دونوں ہاتھوں میں بڑے بڑے شاپنگ بیگز تھے۔ عائمہ حیرت سے اس کی جانب بڑھی تو اس نے وہ بیگ اس کی جانب بڑھا دیے۔ عائمہ نے وہ سارے بستر پر الٹ دیے تو ڈھیروں ڈھیر سنیکس اور چاکلیٹ تھیں۔ ہر طرح کے سنیکس اس میں موجود تھے۔

"مجھے معلوم نہیں تھا آپ کو کیسے پسند ہوں گے تو سارے اٹھا لیے۔"

عائمہ حیرت سے ایک بار بستر پر پھیلے سنیکس دیکھنے لگی اور پھر اس کے چہرے کو، پھر وہ دونوں ایک ساتھ ہنس دیے تھے۔ وہ کاؤچ پر براجمان ہوتے سیزن لگا گئے تھے۔ وہ کوئی فنی سیزن تھا جس پر بار بار عائمہ اور عارض کی ہنسی کی آواز ماحول کا سکوت توڑتی تھی۔ کچھ دیر بعد حاشر نے عارض کو کال کر کے اپنے نہ آنے کا بتایا تھا۔ وہ مہندی کے فنکشن میں گئے تھے اور کافی لیٹ ہو چکے تھے، دسمبر کی راتیں تھیں تو ان کے میزبان نے وہاں روک لیا تھا۔

"ویسے اسے دیکھ کر مجھے رباب کی یاد آ رہی ہے۔"

عارض نے جان بوجھ کر اس کا نام لیا تھا۔ عمائمہ کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"آپ کو بڑی یاد آ رہی ہے رباب۔"

اس کے تیور چڑھا کر کہنے پر وہ ہنس دیا تھا۔

"ہاں۔ یونی کی دوست تھی تو ایسے ہی اسے دیکھ کر یاد آ گئی۔"

عارض نے مزید تنگ کرنے کا سوچا تھا اور سکرین پر نظر آتی لڑکی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"میں کچا چبا جاؤں گی اگر دوبارہ رباب کا نام لیا تو۔"

عمائمہ نے غصے سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تو تھوڑا دور ہو کر بیٹھا اور گویا ہوا۔

"رباب! رباب! رباب!"

اتنا کہہ کر وہ کاؤچ سے چھلانگ لگا کر اترا تھا اور بھاگنے کے انداز میں اس سے دور ہوا تھا۔ عمائمہ بھی فارم میں واپس آتی تکیہ اس کو مار گئی تھی۔ عارض نے وہ تکیہ دوبارہ اس کی جانب پھینکا تھا تو عمائمہ نے ایک ساتھ دو تکیے پھینکے تھے۔ عارض نے ان میں سے ایک دوبارہ اس کی طرف پھینکا تو عمائمہ نے اٹھ کر بستر سے سارے تکیے باری باری اس پر پھینک دیے تھے۔ عارض ہنستا ہوا معافی مانگنے لگا تھا جس پر وہ گھورتی ہوئی پیر پٹخ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔

کمرے کا حشر تو ہو ہی چکا تھا تو وہ باہر کی جانب بڑھا تھا۔ عمائمہ غصے سے پھولے ناک کے ساتھ لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی تھی اور اسے دیکھ کر لاؤنج میں موجود سارے کشن اس پر پھینک دیے تھے۔ وہ ہنستا ہوا مسلسل کشن کھاتا اس تک پہنچا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ اپنی گرفت میں لیے تھے کہ کہیں پاس پڑا گلدان ہی سر پر نہ پھینک دے۔

"اتنا غصہ عمائمہ؟"

وہ ہنستا ہوا اسے چھیڑنے لگا تھا۔ ہاتھ ابھی بھی اس کی گرفت میں تھے۔

"چھوڑو مجھے۔"

وہ غصے سے اسے دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔

"معاف کر دیں۔ تنگ کر رہا تھا۔"

وہ معصوم شکل بناتا ہوا بولا تو وہ ڈھیلی پڑی۔

"ویسے جلنے کی بو آ رہی ہے؟"

اس نے مسکرا کر استفسار کیا تو عمائمہ نے اسے کے کندھے پر مکا جڑا تھا۔

"میں نہیں جلتی۔ بھلا میں کیوں جلوں گی۔ وہ تمہارا ماضی تھی میں تمہارا حال اور مستقبل ہوں۔"

"میرا ماضی بھی آپ ہی تھیں۔"

عارض نے مسکرا کر کہا تو عمائمہ اسے گھورنے لگی لیکن پھر اس کے ہنسنے پر وہ بھی ہنس دی۔

"چلیں اٹھیں اب میرے ساتھ لاؤنج کی حالت ٹھیک کروائیں۔ماں جی نے کہنا ہے کونسے چوہے کودے تھے رات کو۔"

وہ اس کو اٹھاتا ہوا خود بھی زمین سے کشن اٹھا کر صوفوں پر درست حالت میں رکھنے لگا تھا جس پر وہ بھی مسکرا کر کشن اٹھانے لگی تھی۔

"مجھے علم نہیں تھا کہ آپ مار پیٹ پر یقین رکھتی ہیں۔"

وہ کمرے میں جاتے ہوئے اسے پھر سے چھیڑ رہا تھا۔

"مجھے بھی نہیں تھا۔"

وہ ہنس کر گویا ہوئی اور کمرے میں داخل ہوئی۔ کمرے کی حالت دیکھ کر اسے خود کی حرکت پر شرمندگی ہوئی تھی۔

"تمہیں لگی تو نہیں ویسے؟"

عمائمہ نے پریشانی سے کمرے کی حالت دیکھ کر پوچھا تھا۔

"آپ کے ہاتھ سے تو زہر بھی کھالوں یہ تو پھر کشن تھے۔"

عارض نے دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے کہا تھا۔وہ اس کی بات پر لب دبائے مسکرا دی تھی اور نفی میں سر ہلاتی کمرہ درست کرنے لگی تھی۔

==========

اگلے روز جب سب واپس لوٹ آئے تو قصر سلطان میں رونق بھی لوٹ آئی تھی۔ وہ آج بارات پر نہیں جانے والے تھے کیونکہ اس میں سفر کرنا پڑنا تھا اور عمارہ کی طبیعت کے زیر اثر انہوں نے شرکت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ عمارہ اور حاشر

کواولاد کی نعمت سے نوازا گیا تھا۔ وہ سب عمارہ کا جتنا ہو سکے اتنا خیال رکھ رہے تھے۔ عمارہ کا کہنا تھا کہ عمائمہ اس گھر میں خوشیاں ہی لائی ہے۔

وہ صبح سویرے اٹھتی عائزہ بیگم کے ساتھ کچن میں گھسی تھی اور آج اس کا پلین تھا کھیر بنانے کا۔ وہ ناشتے کی ٹیبل لگا رہی تھی جب سب باری باری ٹیبل پر آ بیٹھے۔

ناشتہ کھاتے ہوئے عمائمہ نے ایک پلیٹ میں کھیر ڈال کر عارض کی جانب بڑھائی تھی۔ عارض نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا اور کھیر پکڑ لی۔

"آج ناشتہ اور کھیر عمائمہ نے بنائی ہے۔"

عائزہ بیگم نے سب کو بتایا تو عارض کے چہرے پر خوشگوار حیرت سمائی۔ وہ کھیر کھاتا اسے دیکھ رہا تھا جو اس کی کسی بات کا انتظار کر رہی تھی۔

"سب بہت مزے کا ہے عمائمہ۔ کھیر تو لاجواب ہے۔"

عمارہ نے تعریف کی تو وہ شکریہ ادا کر گئی۔

"بہت خوب بچے۔"

حاشر نے بھی تعریف کی تھی۔

عائزہ بیگم کو وہ پہلے ہی چکھا چکی تھی جنہوں نے اسے بہت شاباشی دی تھی۔ وہ عارض کو دیکھنے لگی جو مزے سے کھیر کھا رہا تھا۔۔ پھر نظریں اٹھا کر اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"سب کچھ پرفیکٹ ہے بالکل آپ کی طرح۔"

اس کی بات پر اس کے گالوں نے سرخی پکڑی تھی۔ عارض دیکھ کر ہنس دیا تھا۔ حاشر نے اس کی جانب پانچ ہزار کے دو نوٹ بڑھائے تھے اور شاباشی دی تھی۔ عارض مسکرا کر اسے دیکھتا ہوا حاشر کے ساتھ ہی نکل گیا تھا۔ عمائمہ بھی مسکرا کر برتن سمیٹنے لگی تھی۔

"عمارہ آپی۔ آپ کو کوئی ضرورت نہیں آفس جانے کی۔ حواس سب کچھ دیکھ لے گی۔ آپ آرام کریں۔"

urdunovelsblog

عمائمہ نے مسکرا کر کہا تو وہ بھی مسکرا کر سر ہلا گئی۔ کئی سال تک وہ اولاد کی نعمت سے محروم رہی تھی لیکن اس کو اللہ تعالیٰ پر یقین تھا اور آج کئی سالوں بعد وہ بالکل مطمئن دکھتی تھی۔

عارض کے جانے کے بعد وہ بھی آفس کے لیے نکل گئی تھی۔

آفس میں کام نبٹا کر وہ گھر لوٹی تھی اور کچن میں آ گئی تھی۔ وہ روز تھوڑا تھوڑا کر کے کے عائزہ بیگم سے کچھ نہ کچھ سیکھ رہی تھی۔

===========

برہان کے گھر شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ اور دوسری طرف نور منزل میں بھی زنیرہ بیگم نے دھیرے دھیرے حوا کی شادی کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ حوا کے مہندی، بارات اور ولیمے کا جوڑا عمائمہ ہی تیار کر رہی تھی۔ مہندی اور ولیمے کے جوڑے کا آرڈر سجل اور برہان کی والدہ کی طرف سے تھا جبکہ حوا کی بارات کا جوڑا وہ پہلے بھی تیار کرنے والی تھی۔ وہ ڈیزائین اور ہر چیز حوا کے مطابق کرنا چاہتی تھی جو نقاب کے ساتھ بھی اچھا لگے، اس لیے وہ آفس میں اب روز جایا کرتی تھی۔

============

عارض چھوٹی چھوٹی چیزوں کے ذریعے اپنی محبت کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ کبھی اس کے لیے گجرے لے آتا تو کبھی اسے پھولوں کے گلدستے سے سرپرائز کرتا۔ وہ دن بدن اس کی محبت کی اثیر ہوتی جا رہی تھی۔ وہ محبت پر یقین کرنے لگی تھی۔ وہ محبت کو محسوس کر رہی تھی اپنے بہت نزدیک، اپنے دل میں۔ اپنے بہت اندر۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ وہ عارض کی اسیر ہو رہی ہے۔ آج بھی وہ دسمبر کی سرد رات میں بالکنی کے جھولے پر بیٹھے تھے۔ دسمبر کی جما دینے والی سردی بھی ان کا معمول خراب نہیں کر پائی تھی۔ وہ بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ عارض بولا۔

"عمائمہ ! آپ اپنے بابا کو معاف کر دیں۔"

عارض کی بات غیر متوقع تھی لیکن عمائمہ سنبھل کر بولی۔

"عارض ! میں نے شادی سے پہلے ایک بار اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میرا دل نرم کر دیں، محبت کے ذریعے۔ کیونکہ میں نے سن رکھا تھا کہ محبت دل نرم کر دیتی ہے۔"

وہ رکی تھی۔آج آسمان پر چھائی گہری اور سرد رات میں وہ چاند تلاش نہیں کر رہی تھی۔کیوں؟

"میرے دل میں نرمی ڈال دی گئی ہے۔"

وہ بولی تو اس کا لہجہ بہت مدھم تھا۔عارض کے چہرے پر چھائی جانے والی مسکراہٹ بہت گہری تھی۔

"میں انہیں معاف کر دوں گی۔سچ میں۔"

وہ اسے یقین دلا رہی تھی۔عارض کی نظریں اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔اس کی چاند کی تلاش تو اسی روز سے ختم ہو گئی تھی جس روز سے عمائمہ اس کے بغل میں بیٹھی تھی۔

"Ayrıca sizin abartısız ifadelerinizi de seviyorum۔"

(مجھے آپ کے دبے الفاظ میں کیے اظہار سے بھی محبت ہے۔)

عارض کے کہنے پر عمائمہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"اس کا مطلب؟"

وہ سر جھکا کر ہنس دیا تھا۔

"مجھے خوشی ہے آپ نے یہ فیصلہ کیا۔مجھے خوشی ہے کہ محبت نے آپ کے دل میں نرمی ڈالی۔"

عارض کی نظریں اس کی امبر رنگ آنکھوں تھیں جو وہ بار بار جھکا رہی تھی۔

"اندر چلیں سردی ہو رہی ہے۔"

وہ اس کا ہاتھ تھامتا اسے اندر لے آیا تھا۔عمائمہ کی نظریں اس کے چہرے پر تھیں جہاں ایک خوبصورت مسکراہٹ کا احاطہ تھا۔وہ اس مسکراہٹ پر پگھل رہی تھی۔

===========

وقت دھیرے دھیرے گزر رہا تھا۔عمائمہ عارض کی محبت کے حصار میں قید ہو رہی تھی اور ہر چیز اچھی لگ رہی تھی۔وہ زیادہ تر آفس میں ہوتی تھی کیونکہ حوا کی شادی کے دن قریب تھے تو اسے عروسی جوڑے مکمل تیار کرنے تھے۔

فروری کا اختتام چل رہا تھا اور سردیاں بھی دم توڑ رہی تھیں۔بہار کی آمد آمد تھی اور عمائمہ کے دل کی طرح اسلام آباد کا موسم بھی خوشگوار تھا۔

urdunovelsblog

"یہ بہت خوبصورت ہے عمائمہ۔"

حوا اپنا عروسی جوڑا پہنے شیشے میں کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اس وقت عمائمہ کے کیبن میں تھی اور وہاں صرف عائشہ اور عمائمہ موجود تھیں تو اس نے نقاب اتار رکھا تھا۔

"اس میں مہرون کا بھی شیڈ ہے دیکھ لو تم کونسا نقاب لینا چاہو گی۔ ویسے میرے مطابق تمہیں میچنگ ہی لینا چاہیے۔ گولڈن کے ساتھ گولڈن کیونکہ تمہارے دوپٹے کے پلو پر بھی مہرون کا کام ہے تو اگر مہرون نقاب لو گی تو میرے مطابق اچھا نہیں لگے گا۔"

عمائمہ نے جیسے ذہن میں ہی اس کا خاکہ تیار کیا تھا۔

"میں گولڈن ہی لوں گی۔"

"ویسے والے کے ساتھ بھی ہلکے پرپل کلر کا لے لینا اور مہندی پر لینے کی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ بابا کے علاوہ وہاں کوئی نہیں ہو گا۔"

عمائمہ نے سب کچھ طے کر رکھا تھا۔ اس کے منہ سے بابا لفظ سن کر وہ چونکی تھی۔ اس نے عمائمہ کا چہرہ دیکھا تھا جہاں نارمل تاثرات تھے۔

"ویسے کب آرہے ہیں بابا؟"

اس کا لہجہ عام تھا۔

"مہندی سے ہفتہ پہلے یعنی کل۔"

حوا نے سر سے پلو الگ کیا تھا اور اب لباس تبدیل کرنے چینجنگ روم میں گئی تھی۔

"میں آؤں گی پھر کل عارض کے ساتھ۔"

حوا نے خوشگوار حیرت سے سر ہلا دیا تھا۔ عمائمہ بہت بدل گئی تھی اور ساری تبدیلیوں میں سے یہ سب سے خوشگوار تبدیلی تھی۔

"اب تمہیں آجانا چاہیے۔ گھر میں بہت کام ہیں، مجھ سے اکیلے کچھ نہیں ہو رہا یار۔"

عمائمہ نے مسکرا کر سر ہلا دیا تھا۔

urdunovelsblog

رات کو وہ عارض کے ساتھ بیٹھی معمول کے مطابق باتیں کر رہی تھی۔ آسمان صاف تھا اور چاند کی چاندنی سارے میں پھیلی تھی۔

"عارض وہ۔۔ حوا وہاں اکیلے سب دیکھ رہی ہے تو وہ کہہ رہی تھی میں آجاؤں۔ ویسے بھی کل بابا آرہے ہیں تو میں سوچ رہی تھی کل چلی جاؤں رہنے۔ کام وغیرہ بھی دیکھ لوں گی اور بابا کے ساتھ بھی ذرا وقت گزار لوں گی۔"

وہ کافی کے مگ پر انگلی پھیرتے ہوئے بول رہی تھی۔ عارض نے ذہن میں دن گنے تھے۔ اتنے دن!! پھر وہ سر جھٹک گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں چھوڑ آؤں گا۔"

اس کا جواب چاہے تسلی بخش تھا لیکن وہ یکدم اداس ہوا تھا۔

"میں مایوں پر حوا کی طرف آجاؤں گا ماں جی کے ساتھ۔ لیکن مہندی پر کچھ دیر کے لیے آؤں گا ورنہ برہان میرا قیمہ بنا دے گا۔"

عارض کی بات پر وہ ہنس دی تھی۔

"ٹھیک ہے۔"

"آپ کی شاپنگ مکمل ہوگئی؟"

عارض کے پوچھنے پر وہ ہنس دی۔

"شاپنگ کا تو ٹائم ہی نہیں ملا یار۔ میں تو حوا کے جوڑوں پر ساری انرجی صرف کر رہی تھی۔ آج وہ فائنل ہو گئے ہیں تو سکون ملا ہے۔"

عمائمہ کے کہنے پر وہ سر ہلا گیا تھا۔

"کل پہلے ہم شاپنگ پر چلیں گے پھر آپ کو چھوڑ دوں گا دادو کی طرف۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں حوا کے ساتھ کرلوں گی شاپنگ۔ آپ نے آفس جانا ہو گا۔"

"آفس بیوی سے زیادہ ضروری نہیں ہے مجھے۔"

اس نے مسکرا کر بولا تو وہ بھی مسکرا دی۔ بس اتنی سی بات تھی اور عمائمہ کو ایک بار پھر محسوس ہوا کہ اس کی قدر بڑھ گئی ہے۔

"ویسے میں سوچ رہی تھی روم میں کچھ چینجز کروں۔ کیا خیال ہے؟"

عمائمہ کی یہ بات بالکل غیر متوقع تھی۔

"بس پنک کلر نہ کیجئے گا کمرے میں۔ باقی جیسا آپ چاہیں۔"

اس نے ہنس کر کہا تو عمائمہ نے اس کے بازو پر مکا جڑا۔

".I am not Papa's princess"

عمائمہ کچھ گھور کر بولی تھی۔

".But you are mine"

عارض کی بات غیر متوقع تھی۔ وہ ہنس دی تھی۔ بات سچ تھی اور اس میں کوئی شک کی گنجائش بھی نہیں تھی۔

"میں سب چینج نہیں کروں گی۔ بس کمرے میں کچھ ڈیٹیل ایڈ کروں گی جس سے کمرہ مزید خوبصورت ہو جائے گا۔"

عمائمہ اسے اپنے منصوبوں کے بارے میں بتا رہی تھی۔

"محبت بھی یہی کام کرتی ہے۔"

وہ جھولے کی پشت پر بازو ٹکائے اس پر سر رکھ کر بولا تھا۔

"کیا؟"

اس نے جواباً استفسار کیا۔

"زندگی میں ڈیٹیل ایڈ کر کے اسے کامل کر دیتی ہے۔"

عارض بازو پر سر ٹکائے اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔

"بھوک لگی ہے تمہیں؟"

عمائمہ کے پاس بس ایک ہی فرار کا راستہ ہوا کرتا تھا۔ اس کی بات پر عارض کا قہقہہ خاموش فضا میں تغیر بکھیر گیا تھا۔

"Söylediklerini seviyorum"

(مجھے آپ کی باتوں سے محبت ہے۔)

وہ پھر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ جس پر عارض کہنے لگا۔

"میں نے کھایا تھا کھانا۔"

وہ اس کی بات پر سر ہلا گئی تھی اور پھر سے باتوں میں مشغول ہو گئی تھی اور عارض اسے دیکھنے میں۔

============

اگلے روز وہ ڈھیر ساری شاپنگ کرنے کے بعد واپس گھر آ گئی تھی۔ وہ تھک گئی تھی اور اس نے نور منزل جانے سے انکار کر دیا تھا۔ سب سمجھے کہ وہ تھکاوٹ کے باعث جانے سے منع کر گئی ہے لیکن عارض جانتا تھا وہ ہمت نہیں کر پا رہی۔۔ عارض اسے گھر چھوڑ کر آفس چلا گیا تھا۔ پیچھے وہ خود کو مصروف کرنے کی غرض سے کمرے میں کچھ تبدیلیاں کرنے لگی تھی۔ وہ کافی دیر تک اسی کام میں مصروف رہی تھی۔ آج شاپنگ کرتے ہوئے وہ کمرے کے لیے بھی کچھ چیزیں لائی تھی۔ اپنا کام پورا کر کے وہ باہر نکلی اور کچن کی جانب بڑھ گئی تھی۔ اسے نیا نیا کوکنگ کا شوق چڑھا تھا تو وہ اب بھی موڈ بحال رکھنے کے لیے کڑھائی بنانے کے لیے گھسی تھی۔ زنیرہ بیگم آج لان کے پودوں کے ساتھ مصروف تھیں تو اس نے انہیں تنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور یوٹیوب سے دیکھ کر وہ کڑھائی بنانے لگی۔

عارض جب گھر لوٹا تو کچن سے دھواں اٹھتا دیکھ کر سیدھا ادھر ہی آیا تھا۔ وہاں عائمہ کو ادھر سے ادھر بھاگتا دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا۔ وہ جلدی جلدی کڑھائی میں پانی کے چھینٹے لگا رہی تھی۔ عارض نے آگے بڑھ کر چولہا بند کیا تھا۔ عائمہ چونکی تھی اور گہری سانس بھر گئی۔

"یہ چکھ کر بتاؤ کہ فرائی ہو گیا ہے؟"

اس نے گوشت میں چمچ ہلاتے ہوئے بولا تو عارض نے ایک نظر کڑھائی میں پڑے گوشت کو دیکھا اور ایک نظر اسے۔

"یہ اوور فری ہو گیا ہے۔"

عارض کی بات پر وہ شاک سے آنکھیں پھیلا گئی تھی۔

"ہائے اللہ اب کیا کروں؟"

وہ پریشانی سے گویا ہوئی تو عارض ہنس دیا۔

"جب نہیں کرنا آتا تو کیوں کر رہی ہیں۔"

"سیکھوں گی تو آئے گا نا۔ آپ جاؤ فریش ہو جاؤ۔ میں کچھ کرتی ہوں اس کا۔ ماں جی ہی ٹھیک کر سکتی ہیں اسے اب۔"

عمائمہ نے اسے کھلی بلی کروایا تھا اور خود لان کی طرف بڑھی تھی اور عائزہ کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔ وہ کچن میں آتیں سب کچھ دیکھنے لگی تھیں تو عمائمہ نے کھانے کا ٹیبل لگایا تھا۔ حاشر اور برہان اکٹھے لوٹے تھے اور عمارہ لاؤنج میں بیٹھی کسی کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی۔ کھانا کھانے کے لیے سب ٹیبل پر اکٹھے ہوئے تو عائزہ بیگم کے بنائے چائینیز چاولوں کے ساتھ ساتھ ٹیبل پر کڑھائی بھی رکھی تھی۔ عارض نے سب سے پہلے اسی کی جانب ہاتھ بڑھائے تھے۔

عمائمہ نے ابھی تک کسی چیز کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔ سب معمول کی باتوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔

اس کی نظریں عارض کے چہرے پر تھیں جہاں کوئی عجیب تاثر نہیں ابھرا تھا۔ وہ مزے سے کھا رہا تھا تو عمائمہ نے بھی کھانے کے لیے ہاتھ بڑھائے۔ ایک نوالہ حلق سے اترا تھا اور اسے سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کھا رہی ہے۔ نمک کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ گوشت زیادہ پکنے کی وجہ سے ریشے الگ ہو رہے تھے۔ نمک کم ہونے کی وجہ سے مرچیں زیادہ لگ رہی تھیں اور نا جانے کیا کیا۔ اسے عارض کی دماغی حالت پر شک ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر عارض کی پلیٹ پیچھے کر دی تھی۔

"یہ کھانے لائق ہے جو آپ کھا رہے ہو مزے سے؟"

وہ گھور کر بولی تھی۔ اس کی بات پر عارض ہنس دیا تھا۔

"کہانا۔ آپ کے ہاتھوں سے بنا زہر بھی کھا لوں یہ تو پھر میری پسندیدہ کڑھائی ہے۔"

اس نے پلیٹ واپس اپنی جانب کھسکھائی تھی۔

"عمائمہ اگلی بار میں تمہارے ساتھ بنوا دوں گی۔ کوئی بات نہیں۔ پہلی بار کے لحاظ سے بہت اچھی بنی ہے۔"

عمارہ نے مسکرا کر اسے حوصلہ دیا تھا لیکن وہ جانتی تھی سب اس کا دل رکھنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ اس کی بھوک مر گئی تھی۔ اسے رہ رہ کر عارض پر حیرت ہو رہی تھی کہ وہ کیسے مزے سے کھا رہا تھا۔ اس نے بھی تھوڑا بہت کھانا کھا کر ٹیبل سے اٹھنا ہی مناسب سمجھا تھا۔ پھر سب نے مل کر چائے پی تھی اور اپنے کمروں میں روانہ ہو گئے تھے۔

==========

urdunovelsblog

بہار نے پورے اسلام آباد کو خوشگوار سا کر دیا تھا۔ سردیاں بوسیدہ ہو رہی تھیں اور گرمیوں کی آمد آمد تھی۔ لیکن پھر بھی ہوا میں ہلکی ہلکی سردی موجود تھی۔ وہ اسے نور منزل میں چھوڑنے آیا ہوا تھا۔ زنیرہ اور حوا کے ساتھ ساتھ وہاں شایان بھی موجود تھے جو حوا کی شادی کے لیے آئے تھے۔

وہ کچھ دیر بیٹھ کر آفس کے لیے روانہ ہونے کی غرض سے اٹھ گیا تھا۔ عمائمہ اسے دروازے تک چھوڑنے آئی تھی۔

"جب دل نہ لگے تو کال کر دیجیے گا میں لینے آجاؤں گا۔"

عارض نے اس کے چہرے پر نظریں گاڑے کہا تھا۔ وہ مسکرادی تھی۔

"مجھ سے کسی قسم کی امید مت رکھنا۔"

عمائمہ کے شرارتی انداز میں کہنے پر وہ اس کی مسکراتی ہوئی امبر رنگ آنکھوں کو دیکھنے لگا تھا۔ انہیں وہ کتنا مس کرنے والا تھا اب۔۔۔

"آپ سے تو بہت زیادہ امیدیں وابستہ کر لی ہیں۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بول رہا تھا۔ عمائمہ نے اس کی بادامی آنکھوں میں دیکھا تھا جو سورج کی روشنی میں چمک رہی تھیں۔

"جیسے کہ ؟"

اس کے مسکرا کر پوچھنے پر وہ بھی مسکرادیا تھا۔ پھر سر جھکا کر چہرے کا رخ پھیر گیا۔ جب بولا تو آواز بہت آہستہ تھی۔

"یہی کہ ایک دن آئے گا جب آپ بھی مجھ سے محبت کرنے لگیں گی۔"

سر اٹھا کر سیدھا ان امبر رنگ آنکھوں میں دیکھا تھا۔ ماتھے پر بکھرے بال اسے پرکشش بنا رہے تھے۔ عمائمہ سر جھٹک گئی۔ وہ مسکرا کر بالوں میں ہاتھ پھیرتا ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر آفس روانہ ہو گیا۔۔

"اور اگر میں کہوں مجھے تم۔۔سے محبت ہو گئی ہے عارض تو؟"

وہ پیچھے اس کی کار کو دیکھتے ہوئے فقط سوچ ہی سکی تھی۔

ہم نے تاخیر سے سیکھے ہیں محبت کے اصول
ہم پہ لازم ہے، ترا عشق دوبارہ کر لیں

urdunovelsblog

یہ بھی ممکن ہے تجھے دل سے بھلادیں ہم
یہ بھی ممکن ہے تجھے جان سے پیارا کرلیں

==========

وہ اندر آئی تو سیدھا اپنے کمرے میں چلی گئی۔ حوا اپنے آفس کے کام کے سلسلے میں گئی تھی کیونکہ فلوقت اس کا آفس صرف وہی سنبھال رہی تھی۔ عمارہ کو سب نے ہی پلکوں پر بٹھار کھا تھا۔ زنیرہ بیگم اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔ عمائمہ کا ارادہ ایک ڈیزائن پر کام کرنے کا تھا۔ ہلکی ہلکی دھوپ کے ساتھ ہوا بھی چل رہی تھی۔ اس نے آئی پیڈ پکڑا تھا اور بالکنی کے جھولے میں آبیٹھی تھی۔ اس کا ذہن بار بار عارض کی جانب جارہا تھا۔ وہ شادی کے کئی ماہ بعد بھی اس کے بغیر رہنے کی عادی نہیں ہوئی تھی۔ اسے فکر عارض کی تھی۔ وہ بھی اس کے بغیر خاموش خاموش ہی رہتا تھا۔ وہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔ تبھی دروازہ ناک ہوا تو عمائمہ نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ شایان چلتے ہوئے بالکنی کا دروازہ پار کر گئے تھے۔ عمائمہ کو جھولے پر بیٹھا دیکھ کر وہ پاس ہی کھڑے ہو گئے تھے کیونکہ وہ صرف ایک انسان کے بیٹھنے کے لیے بنا تھا۔ عمائمہ بھی آئی پیڈ رکھتی اٹھ کر ان کے ساتھ آکھڑی ہوئی تھی۔ ہلکی ہلکی ہوا دل کو بھلی معلوم ہوتی تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟ عارض کے ساتھ خوش ہو؟"

انہوں نے نرمی سے بات کا آغاز کیا تھا۔

"جی۔۔۔ میں خوش ہوں اور الحمداللہ مطمئن بھی۔"

وہ ریلنگ پر بازو ٹکاتی لان کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ دور ایک کونے میں نیلے گلاب کا پودا دکھائی دے رہا تھا جس پر کئی کلیاں پھوٹی ہوئی تھیں۔

"مجھے خوشی ہے اور تمہاری پسند پر اعتماد بھی۔"

وہ مسکرا کر بولے تھے۔ ان کی آنکھیں بھی امبر رنگ کی تھیں۔ عمائمہ اس لیے ان سے نظریں نہیں ملاتی تھی۔ وہ ہو بہو اپنے باپ کی کاپی تھی۔

"شکریہ۔"

وہ خلافِ معمول مسکرا کر بولی تھی۔اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ماحول میں معنی خیز سی خاموشی چھا گئی تھی۔
شایان ایک بار پھر معافی مانگنا چاہتے تھے لیکن اب عمائمہ کے جواب سے بھی ڈرتے تھے۔اس لیے خاموش تھے۔
"عارض نے اس سارے عرصے میں مجھے ایک بات سمجھادی ہے کہ محبت ہوتی کیا ہے۔محبت کا اصل مفہوم۔اس نے مجھے محبت کے خوبصورت روپ سے واقف کروایا ہے۔آپ نے کبھی میری ماں سے محبت نہیں کی تھی بابا۔"
وہ خاموشی سے اس کے الفاظ سن رہے تھے۔وہ فرصت سے سامنے دیکھتے ہوئی بول رہی تھی۔اور شایان عمائمہ کے چہرے کو تک رہے تھے جو انہی کا عکس تھی۔اس کے بابا کہنے پر وہ نم آنکھوں سے مسکرا دیے تھے۔
"میں نے سچ میں کی تھی۔"
"جو آپ نے کی تھی وہ محبت نہیں تھی۔جو عارض مجھ سے کرتا ہے، وہ محبت ہے۔اس نے مجھے محبت کرنا سکھادیا ہے۔
اور میری دعا قبول ہو گئی ہے۔محبت نے میرے دل میں نرمی ڈال دی ہے۔میں آپ کو بہت پہلے کا معاف کر چکی ہوں۔"
عمائمہ نے مسکرا کر کہتے ہوئے ان کی امبر رنگ آنکھوں میں اپنا عکس دیکھا تھا۔وہ آگے بڑھے تھے اور اسے گلے لگا گئے تھے۔اور اس ایک گلے لگانے سے عمائمہ کے دل میں موجود ساری ناراضی جیسے کہیں دور سو گئی تھی۔وہ پہلی بار اپنے باپ کے گلے لگ رہی تھی۔دل میں موجود سارے گلے شکوے کہیں دفن ہو گئے تھے۔دونوں کی آنکھیں نم تھیں اور شایان کے لیے یہ لمحہ گویا پھانسی کے ملزم کے لیے معافی کا اعلان تھا۔وہ مجرم نہیں تھے نہ ان کا جرم بڑا تھا لیکن بچپن کے ٹراماز ہوتے ہی ایسے ہیں جو آسانی سے جان نہیں چھوڑتے۔
"بہت ہو گیا یہ رونا دھونا۔چلیں ہم حوا کی شادی کی تیاریاں کریں۔"
وہ ان سے الگ ہو کر ہنستی ہوئی آنکھوں کی نمی پونچھتی بولی تھی۔وہ بھی ہنس دیے تھے۔پھر کچھ دیر وہ وہاں بیٹھے باتیں کرنے لگے تھے تا کہ کچھ بہتر محسوس کر سکیں۔
"اب میں سکون سے مر سکوں گا عمائمہ۔"
وہ مسکرا کر بولے تو عمائمہ بس انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

==========

وہ اپنے آفس میں بیٹھا کام میں مصروف تھا۔ لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر تیزی سے انگلیاں چل رہی تھیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ وہ بار بار ایک فائل میں کچھ پوائینٹس پڑھتا، انہیں ہائی لائٹ کرتا اور پھر سے لیپ ٹاپ پر جھک جاتا۔ کمرے میں سکوت پھیلا تھا۔ تبھی اس کی سیکریٹری اندر داخل ہوئی تھی۔

"سر یہ فائنل پروجیکٹ ہے جو ہم پیش کرنے والے ہیں کل کی میٹنگ میں۔ آپ ایک بار دیکھ لیجیے گا۔ اور اس فائل پر آپ کے سائن چاہئے تھے۔"

وہ مخصوص پیشہ ورانہ انداز میں بولی تھی۔ عارض نے غور سے اس کی بات سنی تھی اور پھر سر ہلا دیا تھا۔ دوبارہ لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلانے لگا تو اس کی سیکریٹری ابھی تک کھڑی تھی۔

"جو پوچھنا چاہتی ہیں پوچھ لیں، مجھے کام کرنا ہے۔"

وہ یونہی سر جھکائے کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے بول رہا تھا۔

"جو اس دن آئی تھیں۔۔۔۔۔۔وہ کون تھیں ؟"

وہ تجسس کے مارے پوچھ بیٹھی تھی۔ کیونکہ عارض کے آفس میں رباب کے علاوہ کوئی نہیں آیا تھا۔ رباب سے اس کا روکھا پن سب کو معلوم تھا۔ لیکن اب عمائمہ کے یکدم آفس میں ہو کر جانے سے عارض کا موڈ جس واضح طور پر بدلہ تھا، پورا اسٹاف نوٹ کر چکا تھا۔

"وہ میری وائف ہیں۔ مسز عمائمہ۔"

عارض کے چہرے پر ایک خوبصورت مسکراہٹ تھی۔ نظریں ابھی بھی لیپ ٹاپ کی سکرین پر تھیں۔ اس کی سکریٹری مسکرا کر سر ہلاتی جلدی جلدی کیبن سے نکل گئی تھی۔ اب پورے سٹاف کو بھی تو بتانا تھا۔ عارض اس کے جانے کے بعد موبائل اٹھاتا عمائمہ کو کال ملا گیا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے ؟"

حال احوال کے بعد اس نے دریافت کیا تھا۔

"میں ذرا بابا کے ساتھ ان کی شاپنگ کے لیے آئی تھی۔"

عمائمہ نے کچھ فاصلے پر کھڑے شایان کو دیکھا تھا جو اپنے لیے کرتا دیکھ رہے تھے۔

"یہ تو اچھی بات ہے۔ چلیں آپ انکے ساتھ وقت گزاریں۔"

وہ مسکرا کر بولا تھا۔

"عارض!"

عائمہ کی نظریں شایان پر تھیں، جو اب ایک بلیک رنگ کا کرتا اپنے ساتھ لگاتے اس سے پوچھ رہے تھے کہ یہ کیسا لگے گا۔

"جی عائمہ۔"

وہ پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ عائمہ یہاں کھڑے بھی بتا سکتی تھی کہ وہ اس کا نام لیتے ہوئے مسکرایا ہے۔

"شکریہ۔"

وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن فقط یہی بول سکی۔ وہ پھر مسکرا دیا۔

"کس لیے؟"

اس نے انجان بننے کی اداکاری کی۔ وہ سوچتی رہی گئی کہ کس کس چیز کے لیے اس کا شکریہ ادا کرے۔

"ہر چیز کے لیے۔"

عارض مسکرا دیا۔

"Teşekkür ifadenize ihtiyacım yok."

(مجھے شکریہ کی نہیں آپ کے اظہار کی ضرورت ہے۔)

وہ ترکش میں بولا تھا۔ عائمہ سمجھ نہ سکی۔ وہ تو جانتی بھی نہیں تھی یہ کس زبان میں عارض بولتا ہے۔

"مطلب؟"

"شکریہ کی ضرورت نہیں ہے۔"

عارض کی بات پر وہ مسکرا دی۔ پھر کچھ دیر کی باتوں کے تبادلے کے بعد انہوں نے فون رکھ دیا۔

عائمہ چلتی ہوئی شال والے پورشن میں آئی تھی۔ شایان چینجنگ روم میں تھے۔ اس نے ایک شال پر ہاتھ پھیرا تھا۔ وہ کریم کلر کی تھی اور نفیس تھی۔

"یہ کیسی ہے؟"

عمائمہ نے چینجنگ روم سے نکلتے شایان سے پوچھا تھا۔ وہ شال واقعی خوبصورت تھی۔ سادہ مگر نفیس۔

"اچھی ہے۔"

انہوں نے مسکرا کر اس کی پسند کو داد دی تھی۔

"میں عارض کے لیے لے لوں؟"

وہ کچھ کنفیوز سی بولی تھی جس پر شایان ہنس دیے تھے۔

"ہاں لے لو۔"

شایان کی بات پر وہ سر ہلاتی شال خرید گئی تھی۔

===========

ایک ہفتہ کس تیزی سے گزرا، اس کا اندازہ نہ ہو سکا تھا۔ حوا کی مہندی تھی اور نور منزل کا لان خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ ایک ہفتے سے عارض اور عمائمہ کی بات نہیں ہو سکی تھی۔ عارض پورا دن آفس میں ہوتا اور جیسے ہی فارغ ہوتا وہ برہان کی طرف چلا جاتا کیونکہ برہان کو اس کی ضرورت تھی۔ وہ دیر رات تک فری ہوتا تو عمائمہ کے آرام کا سوچ کر کال نہ کرتا۔ اسی طرح دن گزرتے گئے۔ عمائمہ کچھ خفا خفا تھی۔ وہ دن میں دو سو بار فون دیکھتی تھی لیکن عارض کی کال نہ دیکھ کر اسے رہ رہ کر غصہ آتا تھا۔ وہ بھی ضد لگا کر بیٹھی تھی کہ خود نہیں کرے گی، عارض بھی کرے گا تو اب نہیں اٹھائے گی۔ وہ حوا کی مایوں پر بھی موجود نہیں تھا۔ وجہ اس کا لاہور ہونا تھا۔ اس نے زنیرہ بیگم کو فون کر کے اطلاع دے دی تھی لیکن عمائمہ کو فون کرنا اسے گوارہ نہیں تھا۔ وہ بس یہی سوچتی آج بھی غصے سے تیار ہو رہی تھی۔ لیکن اسے اس کا انتظار تھا۔ مہمان کم ہی تھے۔ کچھ دوستیں تھیں اور کچھ شایان اور زنیرہ بیگم کے جاننے والے۔ حوا سٹیج پر کھڑی شایان کے ساتھ تصاویر بنوا رہی تھی۔ اس نے گہرے سبز رنگ کی پیروں تک آتی فراک پہن رکھی تھی اور اس کے ساتھ ہم رنگ نقاب اوڑھ رکھا تھا۔

مہندی کے فنکشن کا آغاز ہو چکا تھا۔ وہ بار بار پلٹ کر دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ تبھی وہ نیوی بلیو کلر کی شلوار قمیص پہنے پوری شان سے چلتا ہوا آ رہا تھا۔ عمارہ اور عائزہ بیگم پہلے سے آ چکی تھیں جبکہ حاشر کچھ دیر کے لیے آیا تھا اور برہان کی وجہ

سے اسے لوٹنا پڑا تھا۔ عمائمہ کا غصہ کہیں دور سو گیا تھا لیکن پھر وہ اس سے خفا ہونا اپنا حق سمجھتی ہوئی سٹیج کی جانب بڑھ گئی تھی۔ عارض اس کی حرکت پر لب دبائے مسکرا دیا تھا۔

وہ سب سے مل کر عمائمہ کو ایک طرف لاتا کیمرہ مین سے تصاویر کھینچوا رہا تھا۔ سب کا لحاظ کرتے ہوئے وہ بھی چپ تھی۔

کچھ دیر کی رسومات کے بعد کھانا کھل گیا تھا۔ سب مہمان کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے تھے اور کچھ رسومات میں۔

فنکشن ایسے ہی چل رہا تھا۔ برہان کی طرف مہندی جلدی شروع ہوئی تھی اس لیے وہ وہاں سے کام نبٹاتا اب سکون سے ادھر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ عمارہ کو کچھ کہتا اندر چلا گیا تھا۔ کچھ دیر بعد عمارہ نے عمائمہ کو بلایا تھا۔

"عمائمہ! حوا کا موبائل شاید تمہارے کمرے میں رہ گیا ہے، وہ مانگ رہی تھی۔ ذرا لا دو اسے۔"

عمارہ کی بات پر وہ سر ہلا گئی تھی اور زنیرہ بیگم کو پانی کا گلاس پکڑاتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب اندر بڑھ گئی تھی۔ وہ کمرے میں داخل ہوتی ادھر ادھر دیکھے بغیر سنگھار میز کے سامنے آئی تھی اور ادھر ادھر دیکھتی موبائل ڈھونڈنے لگی تھی کیونکہ حوا اس کے کمرے میں تیار ہوئی تھی تو اسے لگا واقعی وہ اپنا فون یہاں بھول گئی ہے۔ تبھی دروازہ لاک ہونے کی آواز پر وہ پلٹی تھی۔ عارض دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ وہ شلوار قمیض میں وجیہہ لگتا تھا۔ عمائمہ کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"کیوں آئے ہو ادھر۔"

urdunovelsblog

وہ غصے سے رخ پھیر گئی تھی۔ عارض خاموشی سے مسکراتا ہوا ٹیک لگائے کھڑا رہا تھا۔

"سوچا بیوی نے تو بلانا نہیں۔ خود ہی ملنے کا بندوبست کر لوں۔"

اس کی مسکراہٹ سے وہ چڑ رہی تھی۔

"تم نے جان بوجھ کر مجھے توجہ کی عادت ڈالی تھی۔ اگر ایسے ہی اگنور کرنا تھا مجھے تو کیوں ہر وقت کی توجہ سے بگاڑا تھا مجھے۔"

یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں نمی اتری تھی۔ عارض کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

"میں مصروف تھا ذرا۔"

اس نے سر کھجاتے ہوئے شرمندگی سے بولا تھا۔ اس کا مقصد عمائمہ کو ہرٹ کرنا تو ہرگز نہیں تھا۔

"اتنی بھی کیا مصروفیت کہ سات دن میں بیوی کو ایک میسج نہ کر سکے۔"

اس کی آنکھوں میں دھیرے دھیرے نمی اتر رہی تھی۔ وہ خاموش رہا تھا لیکن ٹیک چھوڑتا اب اس کے پاس جا کھڑا ہوا تھا۔

"تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں اب تم سے محبت کرنے لگی ہوں تو یونہی اگنور کر کے اب مجھے تنگ کر رہے ہو۔"

وہ نم آنکھوں سے بولی تو عارض جہاں تھا وہیں تھم گیا۔ اس کی سانسیں ساکت ہوئی تھیں۔

"میں برہان کے ساتھ اس کی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ اس کے علاؤہ لاہور کے آفس میں یکدم ایک مسلئہ آگیا تھا جسے سلجھانے کے لیے مجھے وہاں جانا پڑا تھا اور وہاں سے واپس آکر میں بیمار ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ پھر بھی برہان کے ساتھ کام کاج میں مصروف تھا۔ جس وقت فراغت ملتی تھی اس وقت رات کا کوئی پہر ہوتا تھا اور آپ کے آرام کا سوچ کر میں کال نہیں کرتا تھا۔"

اس نے فرصت سے اس کی آنکھوں کی نمی کو دیکھتے ہوئے بتایا تھا۔ وہ خاموش ہو گئی تھی۔ اتنا کچھ وہ کیسے دیکھ رہا تھا۔

عمائمہ کو اس پر ترس بھی آیا تھا اور غصہ بھی۔ بھلا میسج کر دیتا۔۔۔۔۔۔!!

"اب وہ بولیں جو پہلے بول رہی تھیں۔"

اس کے خاموش ہو جانے پر وہ مسکرا کر گویا ہوا تھا تو عمائمہ کے گال دہقے تھے۔ جذبات کے بہاؤ میں آکر وہ اظہار کر گئی تھی۔ وہ اسے گھورنے لگی تھی۔۔

"اب کیسے ہو؟"

اس نے عارض کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا تھا جہاں ہلکی ہلکی تپش ابھی بھی تھی۔ اس نے اس کا ہاتھ ماتھے سے ہٹا کر خود کے ہاتھوں میں لیا تھا۔

"اب تو کچھ زیادہ ہی ٹھیک ہوں۔"

وہ اس کی بات کا مفہوم سمجھ رہی تھی لیکن نظر انداز کر گئی۔ پھر آگے بڑھی اور اس کے پاس سے گزر کر ڈریسنگ روم میں آئی۔ وہاں سے عارض کی ہینگ کی شال اتاری اور کمرے میں آکر اس کی جانب بڑھائی۔

وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"آپ کے لیے ہے۔پسند آئی تو لے لی۔"

عارض اس کے 'تم' سے 'آپ' اور آپ سے تم کے سفر کو انجوائے کرتا تھا۔وہ غصے میں ہوتی تو پہلے والی عمائمہ ہو جاتی تھی اور نارمل ہوتی تو پھر آپ کہنے لگتی۔عارض نے پکڑ کر وہ کاندھے پر ڈال لی تھی۔وہ نیلی شلوار قمیض کے ساتھ بہت جچ رہی تھی۔عارض سنگھار میز کے سامنے کھڑا ہو کر خود کو آئینے میں دیکھنے لگا تھا۔وہ اس پر اچھی لگ رہی تھی۔

"بہت شکریہ۔"

وہ مسکرادی۔عارض نے سنگھار میز پر دھرا ایک شاپر کھولا تھا اور اس کو ہاتھ آگے کرنے کا اشارہ کیا تھا۔وہ خاموشی سے اپنے ہاتھ آگے کر گئی۔

عارض نے سلور رنگ کی چوڑیاں اس کی کلائیوں میں بھر دی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ موتیے کے سفید گجرے بھی۔عمائمہ ہنس دی تھی۔عارض جانتا تھا وہ آج نیلا سوٹ پہننے والی ہے تو وہ اسی کے مطابق سفید گجرے لایا تھا۔

عمائمہ نے گہرے نیلے رنگ کی شارٹ کرتی کے ساتھ ہم رنگ شرارہ پہن رکھا تھا۔کرتی کے دامن پر سلور رنگ کے تلوں کا کام تھا اور ویسا ہی کام اس کے شرارے کے پانچوں پر تھا۔سفید سادوپٹہ اس نے گلے میں ڈال رکھا تھا جس پر نیلے رنگ کے تلے کے پھول تھے۔بالوں کو ادھ کھلا چھوڑے اس نے کانوں میں سلور جھمکے پہن رکھے تھے اور ہم رنگ کھسا پیروں میں مقید تھا۔اب کلائیوں میں ڈلی چوڑیوں اور گجروں سے اس کی تیاری مکمل ہوئی تھی۔

وہ اب ناراضی بھلائے کمرے سے نکلے تھے اور باقی کا فنکشن اچھے سے انجوائے کیا تھا۔

==========

اگلے روز وہ تیار ہو کر سارے کاموں سے فارغ ہوتا بارات سے پہلے حال میں پہنچا تھا۔یہاں کے سارے کام شایان ہی دیکھ رہے تھے،اس لیے اسے ٹینشن نہیں تھی۔جیسے ہی وہ حال میں پہنچا تھا،عمائمہ تیار سی ادھر سے ادھر پھر رہی تھی۔ تھوڑے بہت مہمان آچکے تھے اور باقی بارات آنے والی تھی۔زنیرہ بیگم اور شایان حوا کو حوصلہ دینے میں مصروف تھے۔اس کے ساتھ ساتھ ہی نصیحتیں بھی۔دوسری جانب برہان کی خوشی کا عالم نہیں تھا۔وہ خوش تھا کیونکہ وہ اپنی مرضی سے شادی کر رہا تھا۔عارض سفید شلوار قمیض پر پرپل کلر کی واسکوٹ پہنے ہوئے تھا جبکہ عمائمہ نے پیروں تک آتی پرپل اور وائلٹ کلر کے امتزاج کی گھیرے دار فراک پہن رکھی تھی جس پر جگہ جگہ نفاست سے کام ہوا ہوا

تھا۔ گردن میں باریک سا نیکلس تھا اور کانوں میں چھوٹے چھوٹے بندے تھے۔ دوپٹہ پیچھے سے بل ڈال کر بازؤں میں ڈال رکھا تھا اور بالوں کو سٹریٹ کیے کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ پیروں میں مقید ہائی ہیلز اس کے چلنے پر شور برپا کرتی تھی۔ وہ مسکرا کر اب مہمانوں سے مل رہی تھی۔ عارض اس کے بغل میں جا کھڑا ہوا تھا اور پیچھے سے اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ گیا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"اب ٹھیک ہیں آپ؟"

اس کے مسکرا کر پوچھنے پر وہ اسے نظر بھر کر دیکھتا مسکرا دیا تھا۔

"آپ جب تک میرے ہمراہ ہیں، یقین کریں میں تب تک ٹھیک ہوں۔"

اس کے مسکرا کر بولنے پر گال میں ڈمپل واضح ہوا تھا۔ وہ اس کا ڈمپل دیکھتی مبہوت ہوئی تھی۔ اس کا ماننا تھا یہ صرف عارض پر ہی اتنا جچتا ہے۔

"چلیں آئیں میں آپ کو باقیوں سے ملواتی ہوں۔"

وہ اسے ساتھ لیے کچھ مہمانوں سے ملوانے لگی تھی۔ اپنی شادی پر اس نے کئی لوگوں کو مدعو کرنے سے نکار کر دیا تھا، اب وہ سب کو فیس کرنا سیکھ چکی تھی۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے اب پورے حال میں گھوم رہے تھے۔ لوگوں کی نظریں مڑ مڑ کر انہیں دیکھ رہی تھیں۔ کچھ ہی دیر میں بارات آچکی تھی۔ حوا کو نکاح کے لیے سٹیج پر لایا گیا تھا اور دونوں کے درمیان پھولوں کی سیج سجائی گئی تھی۔ مولوی صاحب نے نکاح کے بول بولنا شروع کیے تھے۔

"حوا شایان بنت شایان ملک آپ کا نکاح برہان خرم ولد خرم شہزاد سے بعوض ایک لاکھ حق مہر سقہ رائج الوقت طہ پایا ہے۔ کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

مولوی صاحب کے پوچھنے پر جھکے سر کے ساتھ باری باری تین بار اپنی رضامندی ظاہر کر گئی تھی۔ وہ زندگی کا ایک نیا سفر شروع کرنے والی تھی لیکن اسے معلوم تھا اس کے رب نے اس کے لیے بہترین فیصلہ کر رکھا ہے۔ اس لیے وہ پریشان نہیں تھی۔ جذباتی ہونا ایک قدرتی چیز تھی۔

کچھ دستاویز کے بعد دوبارہ سے مولوی صاحب کی آواز گونجی تھی۔

"برہان خرم ولد خرم شہزاد۔آپ کا نکاح حوا شایان ولد شایان ملک سے ایک لاکھ حق مہر سکہ رائج الوقت طے پایا ہے۔کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

ان کے پوچھنے پر برہان بھی باری باری تین بار قبول ہے بول گیا تھا اور پھر سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے۔

پھولوں کی سیج درمیان سے ہٹادی گئی تھی۔ہر طرف تالیوں کی گونج تھی اور برہان اٹھ کر حوا کے سامنے آیا تھا۔پھر اس کے آگے ہاتھ بڑھایا تھا جسے وہ تھام گئی تھی،پوری زندگی کے لیے۔وہ کھڑی ہوئی تھی اور برہان نے اس کے ماتھے پر بوسا دیا تھا۔

"نکاح مبارک مسز۔"

اس کی بات پر وہ سر جھکا گئی تھی اور نرم آواز میں بولی۔

"آپ کو بھی۔"

پھر وہ دونوں مسکرا کر تصاویر بنوانے لگے تھے۔حوا اپنے عروسی جوڑے میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔اس پر اس کی نقاب میں لپٹی آنکھیں ایک الگ ہی تاثر دیتی تھیں۔جبکہ برہان نے بلیک کلر کی شیروانی پہن رکھی تھی۔اس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔

باقی رسومات کے ساتھ ساتھ کھانا بھی کھایا جارہا تھا۔عارض اور عمائمہ ایک طرف تصاویر کھینچوا رہے تھے۔شایان نے ایک نظر حوا اور برہان کو دیکھا تھا جو سٹیج پر بیٹھے مسکرا رہے تھے اور ساتھ ہی برہان اسے کسی سے ملوا رہا تھا۔دوسری طرف حال کے ایک طرف عمائمہ تصاویر کھینچواتے ہوئی عارض کی کسی بات پر ہنسی تھی اور عارض محبت سے اسے تک رہا تھا۔وہ اتنی دور سے بھی عارض کی آنکھوں میں عمائمہ کے لیے چھپی نرمی اور محبت دیکھ سکتے تھے۔پھر وہ نم ہوتی آنکھوں سے مسکرا دیے تھے اور زنیرہ بیگم کے پاس پہنچے تھے جو عائزہ کے ساتھ ساتھ برہان کی والدہ اور سجل سے باتیں کر رہی تھیں۔۔ان کے بلانے پر وہ الگ ہوئی تھیں۔

"ہاں کیا ہوا شایان؟"

انہیں لگا وہ کوئی ضروری بات کرنے آئے ہیں۔شایان نے مسکرا کر انہیں دیکھا تھا۔آنکھوں میں ابھی بھی نمی تھی۔

"میں آپ کا کبھی بھی شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔آپ نے نہ صرف میری بیٹیوں کا خیال رکھا بلکہ انہیں اچھی پرورش بھی دی اور اچھے گھروں میں بیاہا بھی۔معافی تو میں آپ سے مانگ نہیں سکتا کیونکہ آپ تو معاف کر دیں گی لیکن میں خود کو اس معافی کا حقدار نہیں سمجھتا۔اس لیے شکریہ ادا کر سکتا ہوں۔میں آپ کا بہت احسان مند ہوں۔"

ان کی نم آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ خوش اور مطمئن ہیں۔

"آپ اب اتنے بڑے گھر میں اکیلی کیسے رہیں گی۔میری مانیں تو میرے ساتھ چلیں۔وہاں حفظہ اور بچے آپ کا خیال رکھیں گے۔آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہو گی وہاں۔"

انہوں نے اپنی دوسری بیوی کا نام لیا تھا۔وہ ان کی باتیں سنتی مسکرا دی تھیں۔

"میں نور منزل کو کبھی نہیں چھوڑ سکتی۔میرا جنازہ نور منزل سے ہی اٹھے گا۔میں اپنی زندگی کے آخری ایام اس گھر میں گزارنا چاہتی ہوں جہاں میرا شوہر مجھے بیاہ کر لایا تھا۔مین میں اکیلی ہوں گی لیکن میں مطمئن ہوں گی اور زندگی کے آخری ایام میں مطمئن ہونا مقدر کی بات ہے۔"

ان کا لہجہ دوٹوک تھا۔وہ مسکرا رہی تھیں اور واقعی خوش اور مطمئن تھیں۔ان کی نواسیاں خوش تھیں تو وہ کیوں نہ خوش ہوتیں۔

"آپ کو کبھی بھی میری ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں۔"

وہ تابعداری سے سر جھکا گئے تھے تو زنیرہ بیگم نے ان کے سر پر پیار دیا تھا۔

"مجھے خوشی ہے تمہارے اور عمائمہ کے درمیان معاملات ٹھیک ہو گئے۔"

انہوں نے دور کھڑی عمائمہ کو دیکھتے ہوئے بولا تھا جو اب سجل کے ساتھ کھڑی کچھ کھاتے ہوئے باتیں کر رہی تھی۔

عارض پاس ہی کھڑا اس کی باتیں سنتے ہوئے ہنس رہا تھا جس پر وہ بار بار اسے گھور رہی تھی۔

"یہ سب کچھ عارض کی بدولت ہوا ہے۔اس نے عمائمہ کو اپنی محبت اور توجہ سے بدلا ہے۔"

شایان نے بھی ان کی نظروں کے رخ میں دیکھا تھا جہاں اب عمائمہ غصے سے عارض کے منہ میں نوالہ ٹھونس رہی تھی تاکہ وہ مزید نہ ہنسے اس کی باتوں پر۔اس کی حرکت پر شایان اور زنیرہ بیگم کے ساتھ ساتھ سجل اور صائم بھی ہنس دیے تھے۔

urdunovelsblog

اسی طرح ہنسی خوشی میں رخصتی کا وقت بھی آگیا تھا۔ حوا سے زیادہ تو عمائمہ نے رونے کا شغل فرمایا تھا۔ عمارہ اور عارض اسے چپ کروانے کی تگ ودو میں مصروف تھے۔ وہ عمارہ کے کندھے پر سر رکھے مسلسل رو رہی تھی۔ حوا سب سے ملتی چلی گئی تھی۔ اور عمائمہ ابھی تک رو رہی تھی۔ عارض کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ایسا کیا کرے جس سے عمائمہ خاموش ہو جائے۔ خاموشی سے اسے گاڑی میں بٹھاتا وہ گھر لے آیا تھا۔

============

برہان کے گھر والوں نے بہت خوشدلی اور جوش کے ساتھ ان کا استقبال کیا تھا۔ برہان کی والدہ اور سجل نے اسے دیکھ رکھا تھا۔ لیکن برہان کے والد کے ساتھ ساتھ برہان نے ابھی تک اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ سب کافی دیر تک لاؤنج میں بیٹھے مختلف رسومات ادا کرتے رہے تھے اور ہنسی مذاق کے بعد پھر حوا کو کمرے میں چھوڑ آئے تھے۔

"میں آج ادھر ہی رکنے والی ہوں۔ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دیجیے گا۔"

سجل اسے آرام سے بستر پر بٹھاتی اب اس کا نقاب اتارنے میں اس کی مدد کر رہی تھی۔ نقاب اتار کر اس نے ایک طرف رکھ دیا تھا۔ بالوں کو جوڑے سے آزاد کرتے ہوئے وہ کھول گئی تھی۔ حوا نے مسکرا کر اس کے گھنے اور لمبے بال دیکھے تھے جو اس کی کمر سے نیچے تک آتے تھے۔ پھر اس کا جالی دار دوپٹہ وہ سر پر ڈال گئی تھی۔ تبھی برہان اندر آیا تھا اور سجل باہر گئی تھی۔ برہان کی نظریں ساکن رہ گئی تھیں۔ وہ قدم قدم چلتا ہوا اس تک آیا تھا۔ وہ اپنی محرم کو پہلی نظر دیکھ رہا تھا۔۔ حوا نے حیا کے باعث اپنی پلکیں جھکا رکھی تھیں۔ وہ اس کے سامنے بستر پر بیٹھا تھا۔

"اب سمجھا آپ نقاب کیوں کرتی ہیں۔"

وہ اس کا ایک ایک نقش حفظ کر رہا تھا۔ حوا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"یہ حسن آپ کا دشمن ہو سکتا تھا اس لیے۔"

اس کا ہر نقش اپنی ماں سے ملتا تھا۔ بلاشبہ وہ ایک حسین عورت تھی۔

"مجھے یقین نہیں آرہا کہ اتنی خوبصورت لڑکی اب میری بیوی ہے۔"

حوا اس کی بات پر ہنس دی تھی۔ وہ ہنسی تو برہان کی نظر اس کی ناک پر گئی تھی جہاں ایک چھوٹا سا ہیرا جگمگا رہا تھا۔ وہ اپنا ہاتھ بڑھا گیا اور اسے چھو کر دیکھنے لگا تھا۔

urdunovelsblog

"اس کی وجہ سے شاید آپ زیادہ خوبصورت لگ رہی ہیں۔"

وہ مسلسل اس کی تعریف کر رہا تھا کیونکہ وہ اس کا محرم تھا اور اس چیز کا حق رکھتا تھا۔

"برہان۔"

حوا نے اسے پکارا تو وہ سنجیدہ ہوتا اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"آپ کو میرے نقاب کرنے سے مسئلہ تو نہیں ہو گا؟"

حوا کے لیے یہ سب سے بڑا خدشہ تھا بلکہ یہ شاید ہر نقابی کے لیے اس کا سب سے بڑا خدشہ تھا۔۔وہ اس کی بات پر مسکرا دیا تھا۔

"مجھے خوشی ہو گی اگر آپ کریں گی تو۔"

اس کی حوصلہ افزا مسکراہٹ پر وہ دل و جان سے خوش ہوئی تھی۔۔بے شک اس کے رب نے اس کے لیے بہترین محرم چنا تھا۔

"مجھے لگتا ہے ہمیں سب سے پہلے ایک دوسرے کو جان لینا چاہیے۔آپ فریش ہو جائیں،میں آپ کے لیے کچھ کھانے کو لاتا ہوں کیونکہ آپ نے نقاب کی وجہ سے کچھ نہیں کھایا تھا۔پھر ہم زرا گپیں لگائیں گے اور ایک دوسرے کو جانیں گے۔"

اس کی بات پر وہ سر ہلا گئی تھی۔ سجل پہلے ہی اس کے آرام دہ کپڑے نکال گئی تھی تو وہ کپڑے اٹھاتی واشروم میں گھس گئی تھی۔اس کے بعد دونوں نے کھانا کھایا تھا اور باتیں کی تھیں۔ایک دوسرے کی پسند ناپسند،اپنی عادات اور چھوٹی موٹی چیزیں۔تاکہ وہ ایک دوسرے کو سمجھ سکیں اور ایک دوسرے کے مزاج سے واقف ہو سکیں۔

چلو محسن محبت کی نئی بنیاد رکھتے ہیں

خود پابند رہتے ہے اسے آزاد رکھتے ہیں

ہمارے خون میں رب نے یہی تاثیر رکھی ہے

برائی بھول جاتے ہے اچھائی یاد رکھتے ہیں

urdunovelsblog

محبت میں کہیں ہم سے گستاخی نا ہو جائے
ہم اپنا ہر قدم اس کے قدم کے بعد رکھتے ہیں۔ ۔ ۔ !

===============

اس کا دل ابھی بھی اداس تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی تو سارے کمرے کو دیکھنے لگی۔ وہ جانے سے پہلے کمرے کو سجا کر گئی تھی۔ داخل ہوتے ہی جو بیڈ تھا اس کی پشت پر عارض اور عمائمہ کی نکاح کی تصویر تھی جو حوا نے انہیں ان کے ولیمے پر دی تھی۔ ایک پوری دیوار پر اس نے اپنی اور عارض کی بہت ساری تصاویر لڑیوں کی صورت میں لٹکا رکھی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ فیری لائٹس بھی لٹکی ہوئی تھیں۔ ان کی روشنی کمرے میں ایک الگ ہی تاثر ڈالے ہوئے تھی۔ وہ بھاری دل سے مسکرا دی تھی۔ اس کی محبت رنگ لائی تھی۔ سائیڈ ٹیبل پر عارض اور عمائمہ کی ٹور کی تصویر تھی۔ اس میں عمائمہ ایک پتھر پر بیٹھی تھی اور سفید سکرٹ پہن رکھی تھی جبکہ عارض پاس ہی کھڑا اور عمائمہ کی جانب مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ یہ بھی کسی سیاح نے کھینچی تھی۔ یہ اس کی پسندیدہ تصویر تھی اس لیے اس نے اسے فریم میں ڈال کر سائیڈ ٹیبل پر سجایا تھا۔
عارض اندر داخل ہوا تو وہ کمرے کے بیچ و بیچ کھڑی تھی۔ وہ آرام دہ کپڑے لیتا فریش ہونے کے لیے واشروم میں گھس گیا تھا۔ جب وہ واشروم سے نکلا تو عمائمہ بالکنی میں کھڑی تھی۔
وہ چلتا ہوا اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے کھڑا ہوتا ہوا وہ ہاتھ ریلنگ پر عمائمہ کے ہاتھوں پر جما گیا تھا۔ عمائمہ نے رخ پھیر کر اسے دیکھا تھا۔
"میں نے آپ کو بہت مس کیا تھا۔ اس بالکنی میں بیٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا اکیلے۔"
وہ اس کے بالوں سے اٹھتی مہک محسوس کر سکتا تھا۔ پھر کچھ فاصلے پر ہو کر کھڑا ہوا تھا۔
"میں نے اس دن سے کافی نہیں پی تھی کیونکہ اکیلے پینے کا دل نہیں چاہتا تھا۔"
عمائمہ کی بات پر وہ ہنس دیا تھا۔
"اتنی بڑی قربانی بیگم صاحبہ۔"
وہ پلٹی تھی اور اس کی بات پر مسکرا دی تھی۔ عارض اسے مسکرانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔
"آپ فریش ہو آئیں۔ میں کافی بنا کر لاتا ہوں۔"

وہ مسکرادی تھی۔ وہ ہیل سے چلتی ہوئی بستر پر آ بیٹھی تھی اور بیٹھ کر ہیل اتارنے لگی تھی۔ عارض کی نظر اس کے پیروں پر پڑی تھی جو سوجھ گئے تھے اور ایڑھی پر پچھلی طرف زخم بنا تھا۔ وہ فوراً اس تک پہنچا تھا۔

"جب آپ کو تکلیف ہوتی ہے تو پھر کیوں پہنتی ہیں ہیل۔"

وہ جھک کر اس کے پاؤں میں بیٹھا تھا۔

"فیشن میاں صاحب فیشن۔"

عمائمہ ہنس کر بولتی دوسرے پاؤں سے جوتا نکال گئی تھی۔

"میں آپ پر کوئی روک ٹوک نہیں کرنا چاہتا لیکن جو چیز آپ کو اذیت دیتی ہے اس چیز کی آپ کو اجازت بھی نہیں دوں گا۔"

وہ اس کے پاؤں کا جائزہ لینے لگا تھا۔ عمائمہ نے پاؤں پیچھے کر لیے اور اٹھ کر کپڑے اٹھاتی واشروم میں گھس گئی۔ عارض بھی سر جھٹک کر کافی بنانے چلا گیا۔ عمائمہ اسے بتا نہ سکی کہ کل وہ اس سے بھی لمبی ہیل پہننے والی ہے۔

جب وہ واپس آیا تو عمائمہ اس کی بلیک شرٹ کے ساتھ اسی کا ٹراؤز پہنے ہوئے تھی اور سنگھار میز کے سامنے کھڑی گیلے بالوں کو پشت پر پھیلائے چیزیں سمیٹ رہی تھی۔ عارض ہنس دیا تھا۔

"آپ میرے دل کے بعد اب میرے کپڑوں کو بھی چوری کرنے والی ہیں۔"

وہ ہنس کر کہتا بالکنی میں آ گیا تھا۔ عمائمہ اس کے پیچھے آئی تھی۔

"بیوی ہوں آپ کی۔ ہر چیز پر حق رکھتی ہوں، پھر چاہے وہ آپ کا دل ہو یا کپڑے۔"

وہ گردن اکڑا کر کہتی بولی تھی اور جھولے پر اس کے ساتھ آ بیٹھی تھی۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی جو بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔

"Sahip olduğum her şeyi hak eden tek kişi sensin."

(فقط آپ ہی میری ہر چیز کی حقدار ہیں۔)

عمائمہ نے کافی کا مگ تھامتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"بالکل آپ حق رکھتی ہیں۔"

urdunovelsblog

اس کی بات پر وہ مزید گردن اکڑا گئی تھی۔اور عارض اس کے انداز پر ہنس دیا تھا۔

عمائمہ نے بالکنی کے جھولے کے ایک طرف چھوٹے سے ٹیبل کا اضافہ کیا تھا جس پر نفاست سے پھولوں کا گملا رکھا تھا اور تھوڑی سی جگہ بھی موجود تھی وہاں عارض نے اپنا مگ رکھا ہوا تھا۔ وہ اٹھا تھا اور اندر کمرے سے فرسٹ ایڈ باکس میں سے ایک ٹیوب اور دو بینڈ ایج لایا تھا۔ پھر زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا اور اس کا پاؤں اپنے گھٹنے پر رکھتے ہوئے زخم پر ٹیوب لگا کر اس پر بینڈ ایج لگا گیا تھا، دوسرے پاؤں کے ساتھ بھی اس نے یہی عمل دہرایا تھا اور عمائمہ بس اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

وہ اب دوبارہ کمرے سے ہوتا ہوا ہاتھ صاف کرتا باہر آیا تھا۔

"عارض میرے پاؤں کو ہاتھ لگانے سے کب منع ہو گے؟ مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

وہ چڑ چڑا کر بولی تھی۔عارض مسکرا کر اس کے چہرے پر آئے بال پیچھے کر گیا تھا۔

"کیوں چڑ ہے آپ کو اتنی؟"

"کیونکہ جن کا مقام دل میں ہو، وہ قدموں میں بیٹھتے اچھے نہیں لگتے۔"

اس کی بات پر وہ کھلے دل سے مسکرا دیا تھا۔

"آپ نے مجھے اپنے دل میں کوئی مقام دیا ہے؟"

عارض کے کہنے پر عمائمہ کا دل چاہا وہ سب بول دے جو وہ محسوس کرتی ہے۔ پھر کچھ لمحے خاموش ہو گئی۔ پھر سوچا کہ دنیا میں اور کونسا ایسا شخص ہے جس کے ساتھ وہ دل کے جذبات بیان کر لیتی ہے؟ جواب میں صرف عارض کا عکس نمایاں ہوا تھا۔ وہ دل میں موجود شخص سے دل کی باتیں نہیں چھپا سکتی تھی۔

"ہاں عارض! محبت کرنے لگی ہوں تم سے۔ میری اس روز سے چاند کی تلاش ختم ہو گئی ہے جس روز سے مجھے محسوس ہوا ہے کہ تم ہی میری زندگی کے چاند ہو۔"

عارض کے لیے اس کا جواب غیر متوقع تھا۔ اس کا۔ کافی کا گھونٹ حلق میں اٹکا تھا۔ اس نے عمائمہ کے چہرے کو دیکھا تھا جو آج جھکا نہیں تھا۔ جس نے آج بات نہیں بدلی تھی۔ وہ آج وہ بولی تھی جو عارض خوابوں میں سوچا کرتا تھا کہ ایک دن آئے گا عمائمہ اس کی محبت پر یقین لے آئے گی۔

"آپ کی زندگی کا چاند؟"

وہ جیسے جاننا چاہ رہا تھا یا شاید یقین کرنے کے لیے وقت درکار تھا۔

"ہاں! چاند وہ ہوتا ہے نا جس کے ہونے سے مکمل محسوس کرو اور جس کے بغیر آپ ادھورا۔ میں تمہارے بغیر خود کو ادھورا تصور کرتی ہوں، تم سے پہلے بھی کرتی تھی۔"

وہ سانس لینے کو رکی تھی۔ آج آسمان پر بھی چودھویں کا چاند پوری آب وتاب سے جگمگا رہا تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا سے ماحول افسانوی سا لگتا تھا۔ اسلام آباد میں سردی نے ابھی مکمل طور پر دم نہیں توڑا تھا۔ عارض دم سادھے اسے سن رہا تھا۔

"میں تمہاری محبت پر ایمان لاتی ہوں۔"

عائمہ نے کہتے ہوئے اس کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ جمایا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔ عائمہ جیسے دل پر رکھا جذبات کا بوجھ اتار کر اب خود کو ہلکا محسوس کر رہی تھی۔

"مجھے یہ سب خواب لگ رہا ہے۔"

عارض بولا تو فقط یہی اور اس پر عائمہ کا قہقہہ خاموش فضا میں ارتعاش پیدا کر گیا تھا۔ ایک ایمان شکن ارتعاش۔

"کیوں مسٹر عارض! آپ کو ہر چیز افسانوی کیوں لگتی ہے؟"

آج وہ وہی سوال کر رہی تھی جو عارض نے اس سے جھیل سیف الملوک پر کیا تھا۔ وہ مسکرا دیا۔

"مجھے آپ سے صرف محبت کرنا سکھایا گیا ہے۔ آپ خود ایک دن مجھ سے محبت کرنے لگیں گی۔۔۔ خواب نہیں تو اور کیا ہے عائمہ؟"

وہ اس کے لہجے اور اس کے انداز پر ہنس دی تھی۔ وہ اس کے ہنسنے پر مسکرا دیا تھا۔

"Seni her nefeste seviyorum۔"

(میری ہر سانس میں آپ کے لیے محبت رچتی ہے۔)

اس کے مدھم لہجے میں کہنے وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

"میری محبت پر ایمان لانے کا شکریہ۔"

وہ کہہ کر اس کا ہاتھ لبوں سے لگا گیا تھا۔ وہ عائمہ کی محبت پر سر جھکا رہا تھا۔

"آپ کے اعتبار کرنے کا شکریہ۔"

وہ مسکراکر بولا تو عمائمہ بھی مسکرادی تھی۔ چاند بھی مسکرایا تھا۔ ہوا میں محبت کی مہک رچ گئی تھی۔ دور نیچے لان میں لگے نیلے گلابوں پر کھلی کلیاں بالکنی سے اٹھتی محبت کی مہک سے جھوم اٹھا تھا۔ پرندے اپنے گھونسلوں میں دبکے ایک بار رخ پلٹ کر چہچہائے تھے اور مادہ پرندہ اپنے پر مزید پھیلا کر اپنے بچوں کو محبت سے چھپا گئی تھی، اپنی محبت تلے۔ کافی کی ٹھنڈی پڑتی مہک بھی آج ماحول کو بھاری کرنے کی بجائے ہلکا پھلکا کر رہی تھی۔ ٹیبل پر پڑا ننھا پودا اپنی موجودگی پر خوش ہوا تھا اور محبت کی دیوی ان پر مہربان ہو گئی تھی۔

مجھ سے مت پوچھ اُس شخص میں کیا اچھا ہے

اچھے اچھوں سے مجھے میرا برا اچھا ہے

============

اگلے روز وہ جب فریش ہو کر نکلی تھی، عارض جلدی جلدی فون پر بات کرتا گاڑی کی چابیاں اٹھاتا نکل رہا تھا۔ پھر عمائمہ کو دیکھ کر پلٹا تھا۔

"عمائمہ ! میں ایونٹ کی جگہ پر جا رہا ہوں ذرا، ایک دو کام ہیں۔ آپ تیار رہیے گا۔ آتے ہی نکلیں گے۔"

عارض کی بات پر وہ سر ہلا گئی تھی۔ اب وہ دوسری جانب برہان سے کچھ کہتا ہوا کمرے سے نکل گیا تھا۔ وہ بس اس کی پشت دیکھتی رہ گئی تھی۔ پھر گہری سانس ہوا کے سپرد کرتی بستر کی چادر ٹھیک کرنے لگی تھی کہ جب وہ بھاگتا ہوا واپس لوٹا تھا اور اس کے ماتھے پر نرم سا بوسہ دیتا وہ پلٹ گیا تھا۔ یہ سب اتنی اچانک ہوا تھا کہ عمائمہ سنبھل بھی نہ سکی تھی۔ سمجھ آنے پر گالوں پر سرخی ابھری تھی اور مسکراہٹ بھی۔

شام کو جب وہ لوٹا تو عمائمہ کو سنگھار میز کے سامنے کھڑا پایا۔ وہ اس کے سامنے پشت کیے کھڑی تھی اور جھک کر کوئی چیز تلاش کر رہی تھی۔ عارض کپڑے اٹھاتا واش روم میں گھسا تھا۔ جب وہ فریش ہو کر باہر نکلا تو سنگھار میز پر عمائمہ کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ بالوں میں برش پھیرتے ہوئے وہ یکدم چونکا تھا۔ عمائمہ کانوں میں سلور کلر کے جھمکے ڈال رہی تھی۔ اس کے ہاتھ تھمے تھے۔ عمائمہ کو اپنی جانب گھماتا وہ کچھ قدم دور ہوا تھا اور اسے سر تا پاؤں دیکھنے لگا تھا۔

اس نے سیاہ رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی۔ وہ بالکل سادہ سی ساڑھی تھی۔ لیکن اس پر بہت جچ رہی تھی۔ شیفون کی وہ ساڑھی اس کے لیے بنی تھی۔ بازو چوڑے دار ہونے کی وجہ سے تنگ تھے اور اس نے گلے میں باریک سی موتیوں کی مالا

پہن رکھی تھی۔ چھوٹے چھوٹے جھمکے اس کی لک مکمل کر رہے تھے۔ بالوں کو ہلکا ہلکا کرل کیے ایک کاندھے پر ڈال رکھا تھا اور دوسرے پر ساڑھی کا پلو پھیلا ہوا تھا۔

ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ وہ مسکرا کر اسے جائزہ لیتے دیکھ رہی تھی۔

"آپ دن بہ دن خوبصورت نہیں ہوتی جا رہیں؟ کیا یہ میری محبت کا اثر ہے؟"

عارض کے کہنے پر وہ ہنستی ہوئی رخ پھیر کر اپنی تیاری کو آخری ٹچ دینے لگی تھی۔ عارض اسے محبت پاش نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے بال بنانا بھی بھول چکا تھا اور فرصت سے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ عمائمہ اب کنفیوز ہونے لگی تھی۔

"تمہارا ٹھرک ڈالر کے ریٹ کی طرح بڑھتا ہی جا رہا ہے۔"

وہ اس کے مسلسل دیکھنے پر گھورتے ہوئے بولی تھی۔ عارض ہنس دیا تھا۔

"آپ یہ بات میری محبت کے بارے میں کہتیں تو مجھے زیادہ اچھا لگتا۔"

اس نے کہتے ہوئے عمائمہ کا عکس شیشے میں دیکھا تھا۔ وہ اسے گھور کر بستر پر جا بیٹھی تھی اور ہیل نکال کر پہننے لگی تھی۔

عارض بال برش کرتا جب مڑا تو وہ تیار سی کھڑی تھی۔ اس کے قدموں میں اتنی لمبی ہیل دیکھ کر عارض کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

"عمائمہ نو۔"

وہ شاید اسے پہلی بار گھور کر بولا تھا۔

"میرے پاس فلوقت کوئی جوتا نہیں ہے۔ اس سے میچنگ۔"

عمائمہ نے لب دبا کر مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"ہم ولیمے پر جانے سے پہلے مال جا رہے ہیں آپ کے لیے کھسا لینے۔"

وہ چابیاں اٹھاتا خود پر پرفیوم چھڑک رہا تھا۔ عمائمہ کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ اس کے پاس سلور کلر کا کھسا موجود تھا اور جوتا بھی لیکن وہ نہیں پہننا چاہتی تھی کیونکہ ساڑھی کے ساتھ تو ہیل جچتی ہے۔

"عارض پلیز نا۔"

وہ روہانسی ہوئی تھی اور معصوم سی نگاہوں کے ساتھ اسے دیکھنے لگی تھی۔

urdunovelsblog

"ایسے مت دیکھیں مجھے۔ میں آپ کی بات نہیں مانوں گا۔"

وہ دوٹوک لہجے میں بولا تھا۔ عمائمہ نے آنکھیں میں مصنوعی نمی جما کی تھی۔ عارض اس کی طرف بڑھا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے پہن لیں، لیکن روئیں تو مت۔"

وہ اس کی آنکھوں میں نمی دیکھتا فوراً سے مان گیا تھا۔ عمائمہ نم آنکھوں سے اپنی مسکراہٹ ضبط کر گئی تھی۔

لیکن جانے سے پہلے عارض نے اس کے دونوں پیروں پر پہلے سے ہی بینڈ تیج وغیرہ لگا دیا تھا تاکہ جوتا لگنے سے زخم نہ بنیں۔ پھر وہ دونوں تیار ہوتے نکل گئے تھے۔ باقی سب گھر والے پہلے سے جا چکے تھے۔ عارض کے دیر سے آنے کی وجہ سے وہ لیٹ ہو چکے تھے۔ جب وہ حال میں داخل ہوئے تو سب کی نظریں ان کی جانب اٹھی تھیں۔ عارض نے سفید ڈریس شرٹ کے ساتھ سیاہ ڈریس پینٹ پہنی ہوئی تھی اور ساتھ ہی سیاہ کورٹ اس کی شخصیت پر جچ رہا تھا۔ عمائمہ اس کے بغل میں مسکرا کر چلتی ہوئی آ رہی تھی۔ وہ دونوں کوئی بات کرتے ہوئے اندر داخل ہوئے تھے لیکن سب کو اپنی جانب متوجہ پا کر خاموش ہو گئے تھے۔

"مجھے کیوں لگ رہا کچھ لوگ ہم سے جل رہے ہیں۔"

عارض کی بات پر وہ ساتھ چلتے ہوئے مسکرائی تھی۔

"جوڑی ہماری جیسی ہو تو ان کا جلنا بنتا ہے۔"

عمائمہ بھی ہنس کر بولی تھی، جس پر وہ بھی مسکرا دیا تھا۔

"چلیں بیگم! جلنے والوں کو مزید جلاتے ہیں۔"

وہ اس کی جانب اپنا ہاتھ بڑھا گیا تھا جسے اس نے بڑی خوشی سے تھاما تھا۔ وہ لوگ باری باری حوا اور برہان سے ملے تھے اور پھر باقی گھر والوں سے۔ زنیرہ بیگم اور شایان انہیں ساتھ میں مسکراتے ہوئے دیکھ کر خود بھی مسکرا دیے تھے۔ وہ ان سے مل کر عائزہ کی طرف بڑھے تھے تو عائزہ ان کے صدقے واری جا رہی تھیں۔ تبھی کسی نسوانی آواز پر عارض چونکا تھا۔

"عارض سلطان۔"

urdunovelsblog

وہ جو کوئی بھی تھیں، اسے وہاں دیکھ کر خوشگوار حیرت سے بولی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ عمائمہ بھی چونک کر پلٹی تھی۔ وہ ایک چالیس بیالیس سال کی معتبر سی خاتون تھیں۔

"مسز سلیمان؟"

عارض بھی انہیں پہچان گیا تھا۔

"لانگ ٹائم نو سی۔ کیسے ہو؟"

وہ برہان اور عارض کی بزنس کولیگ تھیں۔ کئی بار وہ آپس میں کئی ڈیلز اور پراجیکٹ کر چکے تھے۔ ان کی اچھی بنتی تھی۔

".Handsome as always"

عارض کی بات پر عمائمہ متفق ہوئی تھی۔ مسز سلیمان اسے اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتی تھیں۔ وہ ایک معتبر خاتون تھیں اور عارض ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی آپس میں اچھی بنتی تھی۔

"یہ کون ہیں؟"

وہ اس کے ساتھ کھڑی خاموش سی عمائمہ کو دیکھ کر پوچھنے لگی تھیں۔

"یہ۔۔۔ یہ میری زندگی کا سب سے خوبصورت حصہ ہیں۔ میری ہمسفر۔ میری بیوی۔ عمائمہ۔"

عارض عمائمہ کی امبر رنگ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تو اس شاندار تعارف پر وہ سر جھکا کر مسکرا دی۔

".Nice to meet you beautiful girl"

انہوں نے نرمی اور جوش سے عمائمہ سے ہاتھ ملایا تھا۔

"مجھے تمہاری شادی کا انویٹشن موصول ہوا تھا لیکن معذرت کہ میں شرکت نہیں کر سکی کیونکہ میں ملک سے باہر تھی۔"

وہ مسکرا کر نرمی سے بول رہی تھیں۔ پھر کچھ دیر کے باتوں کے بعد وہ برہان سے ملنے چلی گئی تھیں اور عارض عمائمہ کو ساتھ لیے تصاویر کھینچوانے لگا تھا۔ عمائمہ اس کے ساتھ ہوتے ہوئے ہمیشہ مسکراتی ہی رہتی تھی۔ وہ اسے مسکرانے پر مجبور کر دیتا تھا۔ کسی بات سے، کسی حرکت سے۔

اسی طرح آج کا دن بھی گزر گیا تھا۔

وہ شام کو بالکنی کے جھولے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ عمائمہ کسی بات پر ہنسی تھی۔ عمائمہ کو عارض کی باتیں پسند تھیں، اس کی حرکتیں پسند تھیں لیکن۔ عارض کو پوری عمائمہ پسند تھی۔ اس کا ہر انداز، اس کی ہر بات، اس کا ہر روپ۔
وہ اسے دیکھ کر مسکراتا تھا۔

باتیں بے حساب بتانا۔۔۔
کچھ کہتے کہتے چپ ہو جانا
اُسے جتانا، اُسے سنانا
وہ کہتا ہے اُسے پسند ہے

یہ نگاہیں کھلا میخانہ ہے
وہ کہتا ہے دربان بٹھالو
ہلکا سا بس ہلکا سا
وہ کہتا ہے تم کاجل لگالو
ویسے یہ میرا شوق تو نہیں
پر ہاں اُسے پسند ہے

دوپٹہ ایک طرف ڈالا ہے
اُسنے کہا تھا۔۔۔۔۔
اُسنے کہا تھا
سوٹ تم سادہ ہی پہن لو بے شک
تمہاری تو صورت سے اجالا ہے
تمھارے ہونٹوں کے پاس جو تل کالا ہے
اس نے بتایا تھا اُسے پسند ہے۔

وہ ملتا ہے تو ہنس دیتی ہوں

چلتے چلتے ہاتھ تھام کر اس سے بے پرواہ سب کہتی ہوں

اور صحبت میں اُسکی جب چلتی ہیں ہوائیں

میں ہواؤں سی مدھم بہتی ہوں

منت پڑھ کر ندی میں پتھر پھینکنا

میرا جاتے جاتے ہوں مر کر دیکھنا

اور وہ گزرے جب ان گلیوں سے

میرا کھڑکی سے چھت سے چھپ کر دیکھنا

ہاں! اُسے پسند ہے۔۔۔۔

زلفوں کو کھلا ہی رکھ لیتی ہوں

اُس کے کلھر سے چائے چکھ لیتی ہوں

میں بازار میں سر جب ڈھک لیتی ہوں

وہ کہتا ہے اُسے پسند ہے۔۔۔۔۔

یہ جھمکا اُسکی پسند کا ہے

اور یہ مسکراہٹ اسے پسند ہے!!

لوگ پوچھتے ہیں سبب میری اداؤں کا

میں کہتی ہوں اُسے پسند ہے۔

===============

عارض آفس جانے سے پہلے عمائمہ کو اس کے آفس اتارا کرتا تھا اور عمائمہ عارض سے پہلے گھر آجایا کرتی تھی۔ جب سے اسے ہلکی پھلکی کوکنگ کرنا آئی تھی تب سے وہ شوق سے کھانا بناتی تھی۔ کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ اس لیے وہ اپنی

مرضی کا سب کر سکتی تھی۔ زنیرہ بیگم کبھی کبھار ان سے ملنے آجایا کرتی تھیں۔ آج وہ ابھی آفس میں ہی تھی جب عارض کی کال آئی تھی۔

"کیا کر رہی ہیں؟"

وہ سارے کام چھوڑتا اس سے فرصت سے بات کرنے لگا تھا کیونکہ کام کے ساتھ ساتھ ہی اس کی تھکاوٹ بھی اتارنا ضروری تھا۔

" ڈانس تو کرنے سے رہی۔ کام کر رہی تھی۔"

وہ کام کے بوجھ تلے کچھ چڑچڑی تھی۔ عارض ہنس دیا۔۔

"کام زیادہ ہے؟"

وہ مسکرا کر گویا ہوا تھا، عمائمہ نے گہری سانس بھری اور کرسی پر پشت ٹکا کر بیٹھ گئی۔

"کام جتنا بھی ہو، مجھے پسند ہے کرنا۔ لیکن آج کل ذرا تھکی ہوئی ہوں۔ کچھ بھی کرنے کا دل نہیں چاہ رہا۔"

وہ اسے سچ بتا رہی تھی۔ عارض کا دل چاہا کہ وہ اس وقت ساتھ بیٹھے ہوتے۔

"آج آپ جلدی گھر چلی جائیں۔ شام کو ہم ڈنر باہر کریں گے۔"

عارض کی بات پر عمائمہ کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"حلال ڈیٹ ماریں گے۔"

اس کے ہنس کر کہنے پر عارض بھی ہنس دیا تھا۔

"جی جی بالکل۔"

وہ مسکرا کر گویا ہوا تو پھر عمائمہ بھی کچھ دیر بات کر کے فون رکھ گئی۔

===========

وقت جیسے بہت تیزی سے گزرا تھا۔ جولائی کا وسط چل رہا تھا اور آج معمول سے ہٹ کر گرمی کی تپش کم تھی۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ریسٹورنٹ میں داخل ہو رہے تھے۔ عمائمہ نے سفید رنگ کا کرتا پہن رکھا تھا جس کے ساتھ ہی بلیک شلوار اور بلیک دوپٹہ تھا جو اس نے گلے میں ڈال رکھا تھا۔ بالوں کو آدھا باندھے وہ گوگلز بالوں پر ٹکائے مسکرا کر اس کے

ساتھ چل رہی تھی۔ جبکہ عارض آفس سے سیدھا اسے پک کرتا آیا تھا تو سفید ڈریس شرٹ کے ساتھ بلیک ڈریس پینٹ پہن رکھی تھی۔ گرمی کی وجہ سے اس نے کف فولڈ کیے ہوئے تھے۔ ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے ہی، اے سی کی ٹھنڈی ہوا نے ان کو مدعو کیا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر اس کے لیے کرسی کھینچ گیا تھا تو وہ مسکرا کر بیٹھ گئی تھی۔ حالانکہ وہ ہمیشہ ہی اس کے لیے ایسے چھوٹے چھوٹے کام کیا کرتا تھا لیکن وہ ہر بار الگ قسم کی خوشی محسوس کرتی تھی۔

وہ بیٹھے تھے اور آرڈر کرنے کے بعد آپس میں باتیں کرنے لگے تھے۔

"مجھے کبھی کبھی لگتا ہے کہ وقت بہت تیزی سے گزر رہا ہے۔"

عائمہ نے کھانے کا نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے بولا تھا۔ آس پاس لوگ اپنی اپنی دنیا میں مگن تھے۔

"آپ کے ساتھ وقت اتنی تیزی سے نہیں گزرنا چاہئے۔ میں عمریں گزارنا چاہتا ہوں آپ کے ساتھ۔"

عارض نے کھانے سے ہاتھ روک کر بولا تو اس کا منہ تک جاتا چمچ بھی رک گیا۔ اسے ابھی تک اس کی باتوں پر ری ایکٹ کرنا نہیں آیا تھا۔ وہ ہنس دیا۔

"کھانا کھائیں دھیان سے۔"

وہ مسکرا کر گویا ہوا اور خود بھی کھانا کھانے لگا۔ پھر وہ ساتھ ساتھ باتیں کرتے ہوئے کھانا مکمل کرتے کچھ دیر بیٹھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ ایک ساتھ چل رہے تھے کہ عارض نے آگے بڑھ کر اسکے لیے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا تھا۔ وہ بیٹھتے ہوئے رکی تھی۔ اسے عارض کی پشت پر کسی شناسا چہرے کا گمان ہوا تھا۔ اندھیرا زیادہ ہو چکا تھا لیکن ریسٹورنٹ کی روشنی سارے میں پھیلی تھی۔

وہ پارکنگ میں کھڑے تھے۔ عارض نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"خود کے ساتھ برا کرنے والوں کو میں معاف کر دیتا ہوں لیکن آپ کے ساتھ کوئی برا کر کے آزاد کیسے گھوم سکتا۔"

عارض نے اس شخص کو دور سے دیکھتے ہوئے بولا تھا جو اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ ہنستا ہوا انہی کی طرف آرہا تھا۔ اس کی گاڑی بھی آس پاس ہی کھڑی تھی۔ باقی دوست اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف مڑ گئے تھے اور اب وہ شخص موبائل پر سر جھکائے اپنی گاڑی کی جانب آرہا تھا۔

"بدقسمتی سے مجھے معاف کرنا نہیں آتا۔"

عمائمہ بھی کہتی ہوئی عارض کے پیچھے ہی قدم اٹھا گئی تھی جو اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

انہیں دیکھ کر شاہزیب کی آنکھیں پھیلی تھیں اور وہ بھاگنے کی کوشش کرنے لگا تھا، جسے عارض نے ناکام کر دیا تھا۔

عارض نے اسے کھینچ کر گلے لگا لیا تھا۔ شاہزیب کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیلی تھیں۔ لیکن عمائمہ جانتی تھی اس نے ایسا کیوں کیا۔ کیمرہ!! ریسٹورنٹ کے باہر لگے کیمرہ۔

"تمہیں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا شاہزیب۔"

عارض اس سے الگ ہوتے ہوئے بولا تھا۔ عارض کے چہرے پر مسکراہٹ تھی لیکن لہجہ اس کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

عمائمہ مسکرا دی۔ عارض کا یہ روپ وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

"چلو گھر چلتے ہیں۔ آرام سے بات بھی ہو جائے گی۔"

عارض نے اسے زبردستی کھینچتے ہوئے بولا تھا۔ لیکن چہرے سے مسکراہٹ ابھی بھی چپکی ہوئی تھی۔ شاہزیب نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی تھی جس پر عمائمہ نے اپنی ہیل کی نوک اس کے پاؤں پر ماری تھی۔ وہ بلبلا اٹھا تھا۔

عارض نے اسے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر دھکا دیا تھا اور خود بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ عمائمہ نے فرنٹ سیٹ سنبھالی تھی اور عارض نے گاڑی کے دروازے لاک کیے تھے۔

"تم لوگ اچھا نہیں کر رہے۔ جانے دو مجھے۔"

وہ عارض کی گرفت میں مچلا تھا۔ عارض نے عمائمہ کو کسی جگہ کا ایڈریس سمجھایا تھا اور خود کسی کو کال کرنے لگا تھا۔ اس نے اپنی ٹائی سے اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کو باندھے ہوئے تھے اور اس کے منہ میں ٹشو ٹھونس دیے تھے۔ وہ ہلتے ہوئے مزاحمت کر رہا تھا لیکن بے کار تھا۔

عارض اپنے اور برہان کے ایک دوست کو فون ملا رہا تھا اور اسے ساری سچویشن سمجھائی تھی۔ وہ ان کے علاقے کا اے ایس پی تھا۔ لیکن کبھی اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ آج ضرورت تھی تو عارض کو سب سے پہلے اسے ہی کال ملانی تھی۔

urdunovelsblog

کچھ دیر بعد عمائمہ نے گاڑی ایک سنسان علاقے میں روکی تھی۔ وہ اسے کھینچ کر باہر نکالتا ہوا لے آیا تھا اور اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ وہ کوئی گدام تھا لیکن فلوقت خاموش اور سنسان پڑا تھا۔ عارض نے اسے گھسیٹ کر ایک کرسی پر لا پٹخا تھا۔ اور اس کے دونوں ہاتھ جو پیچھے کی جانب بندھے تھے انہیں وہاں پڑی رسی کی مدد سے کرسی کے ساتھ باندھ دیا تھا۔

عمائمہ آگے بڑھی تھی اور اس کے قریب جھکی تھی۔

"تمہاری وجہ سے مجھے خود سے گھن آنے لگی تھی۔ مجھے خود کو شیشے میں دیکھتے گھن آتی تھی کہ مجھے کسی نا محرم نے اس نظر سے دیکھا تھا اور کسی گندی نیت سے ہاتھ لگایا تھا۔"

عمائمہ نے افسوس سے بھری آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ اسے نست و نابود کر دے۔

"تم جیسے لوگوں کی وجہ سے دنیا میں لڑکیاں محفوظ نہیں ہیں۔"

عمائمہ نے اس کو بالوں سے پکڑ کر اس کا چہرہ بلند کیا تھا۔ وہ اس سے نظریں نہیں ملا پا رہا تھا۔ عارض نے شاہزیب کے منہ سے ٹشو نکالے تھے۔

"دل تو چاہتا ہے جن ہاتھوں سے تم نے مجھے گندی نیت سے چھوا تھا، تمہارے وہ ہاتھ ہی کاٹ دوں۔"

عمائمہ نے اپنے بالوں سے ایک پن اتاری تھی اور اس کا اگلا حصہ چھیل کر باریک کر دیا تھا۔ پھر اس نے وہ پن عارض کی طرف بڑھائی تھی۔

urdunovelsblog

"آپ کا گنہگار ہے۔ سزا دینے کا حق بھی آپ کو ہے۔"

عارض کے کہنے پر اس کی آنکھوں میں نمی اتری تھی۔ وہ پتھر دل کرتی دوبارہ شاہزیب کی جانب مڑی تھی جو ہراساں نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا لیکن کچھ بولنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔

عمائمہ نے وہ پن بغیر سوچے سمجھے اس کے ہاتھوں پر پھیر تھی۔ وہ کراہ اٹھا تھا۔ اس پن کی نوک باریک ہو چکی تھی اور وہ سوئی کی طرح چبھتی ہوئی پورے ہاتھ پر باریک سی خون کی لکیر واضح کر گئی تھی۔

"مجھے جانے دو۔ میں آئندہ تم لوگوں کی زندگی میں نہیں آؤں گا۔"

شاہزیب ہراساں نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ بزدل تھا اور محبت بزدلوں کا کام نہیں ہے۔

"عارض! جب اس نے مجھے ہراس کرنے کی کوشش کی تھی، تب اگر میں تمہارے نکاح میں ہوتی تو تم کیا کرتے؟"

عمائمہ پیچھے ہٹتے ہوئے اپنی گہری سرد نظریں شاہزیب پر جمائے استفسار کرنے لگی تھی۔

"بخوشی اسے قتل کر کے جیل جاتا۔"

عارض نے طنزیہ مسکراہٹ لبوں پر سجائے شاہزیب کو دیکھا تھا۔ شاہزیب دونوں کی سرد نظریں پا کر کانپ رہا تھا۔

تبھی پولیس کے سائرن کی آواز آئی تھی اور تین چار پولیس اہلکاروں کے درمیان راحم (عارض اور برہان کا دوست) چلتا ہوا آرہا تھا۔ اس کے اہلکاروں نے شاہزیب کی رسیاں کھولی تھیں اور اسے ہتھکڑی باندھی تھی۔

"اسلام علیکم بھابھی!"

راحم مسکرا کر عارض کے گلے ملنے کے بعد بولا تھا، جیسے وہ کسی مجرم کو پکڑنے نا آیا ہو بلکہ یونہی عمائمہ سے سلام دعا کرنے آیا ہو۔

"وعلیکم السلام۔"

عمائمہ نے جواب دیتے ہوئے عارض کی جانب دیکھا تھا جس نے اس کا تعارف کروایا۔

"یہ راحم ہے۔ برہان کا اور میرا کلاس فیلو۔ برہان اسی سی انسپائر تھا۔ اور بے فکر رہیں یہ اصلی اے ایس پی ہے۔"

عارض کے تعارف پر وہ مسکرا دی۔

"اچھا لگا آپ سے مل کر راحم۔"

وہ مسکرا کر گویا ہوئی جس پر وہ بھی مسکرا دیا۔ وہ کالی آنکھوں والا خوبصورت مرد تھا جو یونیفارم میں مزید خوبصورت لگتا تھا۔ شاہزیب کو گاڑی میں ڈال دیا گیا تھا۔ باقی اہلکار بھی اس کے ساتھ ہی موجود تھے۔

"بھابی! آپ کو ہمارے ساتھ جانا ہوگا۔ گواہی دینے۔"

اس کی بات پر عمائمہ نے عارض کی جانب دیکھا تھا جو مسکرا کر اسے تسلی دے رہا تھا۔ وہ سر ہلا گئی۔ راحم بھی ایک دو بات کے بعد جیسے آیا تھا ویسے ہی چلا گیا لیکن عارض اور عمائمہ پھر خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے ان کے پیچھے چلنے لگے۔ پولیس سٹیشن میں پہنچ کر عمائمہ نے گواہی دی تھی۔ باقی کا کام اب راحم جانے۔ اس رات ہونے والے تمام واقعات کو صحیح سے بیان کرنے کے بعد انہیں نکلنا تھا۔

"ویسے harrasment کی سزا ہمارے قانون میں کیا ہوتی ہے؟"

عمائمہ نے راحم کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔عارض کا ہاتھ اس کے ہاتھ پر تھا جو اسے ساتھ ہونے کی ضمانت دے رہا تھا۔

"دفاع 506 کے مطابق، پانچ سال کی قید یا پچاس ہزار روپیہ جرمانہ لاگو ہوتا ہے۔یا پھر دونوں ہی۔"

راحم کی بات پر وہ سر ہلا گئی تھی۔

"راحم! تم نے میک شیور کرنا کہ اس کی خاطر تواضع اچھے سے ہو اور ہمیں دوبارہ نہ آنا پڑے۔دوسری بات کہ جب یہ پانچ سال بعد نکلے تو ملک چھوڑ کر جانے کے علاوہ اس کے پاس کوئی راستہ نہ ہو۔"

عارض کی بات پر وہ گہری مسکراہٹ لبوں پر سجا گیا تھا۔ایسے کام اسے پسند تھے۔

"تم بے فکر رہو شہزادے۔آئیندہ کسی لڑکی کو چھونے سے پہلے اس کی سات نسلیں بھی سوچیں گی۔"

وہ گہری مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو عارض کو تسلی ہو گئی تھی۔پھر وہ عمائمہ کو ساتھ لیے گھر چل دیا۔آج کے تھکا دینے والے دن کا اختتام بہت اچھے سے ہوا تھا۔

جو برا کرے گا وہ برا بھرے گا بھی۔آج کے معاشرے میں کچھ نامردوں کی وجہ سے لڑکیاں محفوظ جگہ پر بھی خود کو غیر محفوظ سمجھتی ہیں۔

پاکستان کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے ہمیں مردوں اور عورتوں کو ایک ساتھ آگے بڑھنے دینا چاہیے لیکن کچھ نامردوں کی فطرت کے عوض لڑکیاں گھروں میں قید ہو کر رہ جاتی ہیں۔

===============

اکتوبر کا آغاز ہو چکا تھا۔ہلکی ہلکی سردی نے اسلام آباد میں پر پھلانا شروع کر دیے تھے۔وہ سب لان میں بیٹھے موسم سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ چائے بھی پی رہے تھے۔عمائمہ لان میں چکر لگاتے ہوئے زلے کو سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔'زلے حاشر' جو حاشر اور عمارہ کی دو ماہ کی بیٹی تھی۔وہ عمائمہ سے ابھی سے بہت انسیت رکھتی تھی کیونکہ زلے کی پیدائش کے بعد عمائمہ نے عائزہ بیگم کے ساتھ مل کر عمارہ کا بہت خیال رکھا تھا۔عمائمہ کو بھی زلے سے بہت انسیت تھی۔وہ چھوٹی سی چڑیا قصر سلطان میں رونق لگائے رکھتی تھی۔عمائمہ اب عارض سے زیادہ زلے کو وقت دیتی تھی جس کا گلہ ہمیشہ عارض کو رہتا تھا لیکن پھر رات کے وقت جھولے پر کافی پیتے ہوئے جب وہ باتیں کرتے تھے تو سارے گلے شکوے وہیں دم توڑ دیتے تھے۔

"عمائمہ! زلے کو تم نے اپنا عادی کر لیا ہے۔"

عمارہ نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا تھا۔ عمائمہ مسکرادی تھی اور زلے کو لیے اندر عائزہ بیگم کے پاس چھوڑ آئی تھی کیونکہ وہ سوچکی تھی۔

"عمائمہ نے زلے کے ساتھ ساتھ اپنے شوہر کو بھی اپنا عادی کر رکھا ہے۔"

عارض نے ان کی طرف آتی عمائمہ کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا جس پر حاشر اور عمارہ ہنس دیے۔اس کی بات عمائمہ نہ سن سکی تھی۔

عمائمہ نے آکر اپنی ٹھنڈی ہوتی چائے سے گھونٹ بھرا تھا جو اب پینے لائق نہیں رہی تھی۔وہ بُرا سامنہ بنا کر چائے کا کپ رکھ گئی۔

"میں بنا لاتی ہوں تمہارے لیے چائے۔"

عمارہ کہہ کر اٹھنے لگی تو اس نے روک دیا۔

"نہیں آپی۔رات کو عارض کے ساتھ کافی پی لوں گی۔"

وہ مسکرا کر انہیں منع کر گئی۔عارض کی لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

"Parıldayan gözlerini seviyorum-"

(مجھے آپ کی چمکتی آنکھوں سے محبت ہے۔)

اس کی بات پر عمائمہ کے ساتھ ساتھ باقی دونوں بھی چونکے تھے۔وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں بولا تھا لیکن انہیں متوجہ ہوتا دیکھ کر وہ سیدھا ہوا تھا۔

"مطلب؟"

عمائمہ نے نا سمجھی کا مظاہرہ کیا تھا۔لیکن حاشر سمجھ گیا تھا۔حاشر اور عارض نے اپنے والد سے ترکش سیکھی تھی کیونکہ ان کے والد ترکش کلچر کے دلدادہ تھے اور ترکی میں کئی بار کمپنی کی جانب سے جا چکے تھے۔انہیں ترکش زبان پر عبور حاصل تھا اور انہیں دیکھ کر حاشر اور عارض نے بھی اشتیاق سے ترکیش سیکھی تھی۔حاشر البتہ وقت کے ساتھ ساتھ بولنا بھول چکا تھا لیکن وہ سمجھتا ابھی بھی تھا۔

"آپ دونوں کا پیار دیکھ کر کبھی کبھی جلن ہوتی ہے۔"

عارض نے ہنس کر بات پلٹی تھی۔ حاشر نے آنکھیں پھیلائے اسے دیکھا تھا۔

"تم نے جو بولا اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا۔"

حاشر کی آواز پر عارض نے اسے گھورا تھا۔ جس پر وہ سمجھتے ہوئے سر ہلا گیا تھا۔ تبھی اندر سے زلے کے رونے کی آواز آئی تھی تو عمارہ اندر کی جانب بھاگی تھی اور حاشر بھی اپنی بیٹی کی محبت میں اٹھ کر اندر بڑھ گیا تھا۔ وہ کبھی انہیں اکیلا محسوس نہیں ہونے دیتا تھا۔ عمائمہ کرسی سے اٹھی تھی اور نیلے گلاب کے پودے کے پاس جا کھڑی ہوئی تھی۔ کھلے ہوئے گلاب مسکرا کر انہیں دیکھ رہے تھے۔

عمائمہ نے ایک پھول توڑا تھا۔ عارض چلتا ہوا اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا تھا۔ عمائنہ نے وہ پھول اس کی جانب بڑھا دیا۔

"آپ کے لیے۔"

وہ حیران ہوتا ہوا پھول اس کے ہاتھوں سے تھام گیا۔

"خیریت؟"

اس کے مسکرا کر پوچھنے پر وہ بھی مسکرا دی۔

"جس شخص نے مجھے محبت کرنا سکھائی ہے، کیا اسے پھول نہیں دے سکتی؟"

اس نے مسکرا کر استفسار کیا تھا۔ وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا مسکرا دیا تھا۔

وہ اس کے صدقے اتارا کرتا تھا اور وہ اسے پھول دیا کرتی تھی۔

============

وہ کچن کے کچھ کام نبٹا کر اپنے کمرے میں آئی تھی اور برہان کو لیپ ٹاپ کی سکرین پر مصروف دیکھ کر کپڑے بدلنے چلی گئی تھی۔ لباس تبدیل کر کے جب وہ واپس آئی تو برہان ہنوز کام میں مصروف تھا۔ حوا نے اس کے پاس جا کر لیپ ٹاپ کی سکرین گرا دی۔ برہان چونک کر سیدھا ہوا۔

"یہ میرا وقت ہے۔ اور یہ صرف آپ مجھے دیں گے۔"

حوا کی بات پر اس کے ماتھے کے بل سیدھے ہوئے تھے اور پھر اپنی بیگم کو دیکھ کر وہ مسکرا دیا اور لیپ ٹاپ ایک طرف رکھ دیا۔

"جی حضور حکم کریں۔"

وہ اس کی جانب متوجہ ہو کر بولا تو وہ بستر پر دوسری طرف آ کر بیٹھ گئی۔

"مجھے کل زلے سے ملنے جانا ہے۔ آپ لے چلیں۔"

اس کے نرمی سے کہنے پر وہ مسکرا دیا تھا۔

"بیگم! آپ دو دن پہلے ہی اس سے مل کر آئی ہیں۔"

"وہ تو میں عمائمہ سے ملنے گئی تھیں۔"

حوا نے کچھ گھور کر بولا تھا۔ وہ اس کے انداز پر ہنس دیا تھا۔

"لے جاؤں گا جناب۔"

اس نے کہتے ہوئے اس کی نوز پن پر انگلی رکھی تھی۔

حوا خوش ہو گئی تھی۔ وہ عمائمہ سے ملنے نہیں، زلے سے ملنے جاتی تھی۔ زلے ابھی سے سب کی لاڈلی ہو چکی تھی۔

حوا اس سے مزید کوئی بات کرنے لگی تھی اور برہان بستر پر کہنیاں ٹکائے اس کی ناک میں پہنی نوز پن کو دیکھتے ہوئے سب سن رہا تھا۔ وہ اسے مکمل کرتی تھی، جس طرح حوا برہان کو۔۔۔

اس سنار کی قبر پر نور کی برسات ہو

جس نے صنف نازک پر نتھلی ایجاد کی

==============

آج اکتوبر کا آخری دن تھا۔ قصر سلطان میں خوب رونق تھی کیونکہ آج زلے حاشر کا عقیقہ رکھا گیا تھا۔

تمام گھر کے لوگ مدعو تھے۔ لان کے ایک کونے کو تصاویر بنانے کے لیے سجایا گیا تھا۔

عارض جو کہ بلیک شلوار قمیض پہنے ہوئے تھا، وہ عمائمہ کے ساتھ کھڑا تصاویر بنوا رہا تھا جو سیاہ پیروں تک آتی سادہ سی انار کلی فراک پہنے، بالوں کو کھلا چھوڑے، مسکراتے ہوئے کیمرے میں دیکھ رہی تھی اور عارض اسے۔

جبکہ دوسری جانب حوا نے سکائے بلیو کلر کی پیروں تک آتی سادہ سی فراک پہن رکھی تھی، جس کے ساتھ اس نے سفید نقاب لے رکھا تھا اور اس کے ساتھ کھڑے برہان نے سفید شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ وہ مسکرا کر سجل کے شوہر عاصم سے بات کر رہا تھا جس نے سجل کی طرح ہی گرین کلر کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔

حاشر اور عمارہ نے بھی ہم رنگ کپڑے پہن رکھے تھے۔ کیونکہ پارٹی میں تھیم رکھا گیا تھا کہ سب کپلز سیم کلر تھیم پہنیں کریں گے۔

عمارہ نے وائلٹ کلر کی لمبی سی قمیض کے ساتھ سفید کھلا فلیپر پہن رکھا تھا جبکہ حاشر نے وائلٹ کلر کی قمیض کے ساتھ سفید شلوار پہن رکھی تھی اور اپنے بازؤں میں تین ماہ کی زلے کو اٹھایا ہوا تھا جسے پیارا سا کیوٹ سا پرپل کلر کا فراک پہنا کر شہزادی بنایا گیا تھا۔

کھانا کھا لیا گیا تھا اس لیے اب سب تصاویر میں مصروف تھے۔ زنیرہ اور عائزہ بیگم مزے سے بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔

سب خوشی سے ایک دوسرے کے ساتھ تصاویر بنوا رہے تھے اور ہنسی مزاق کر رہے تھے۔ ایک خوبصورت شام کا اختتام انہوں نے لاؤنج میں بیٹھ کر کافی پینے سے کیا تھا۔

وہ چاروں کپلز اب لاؤنج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ زنیرہ بیگم آج رات یہیں رکنے والی تھیں، سو وہ اور عائزہ بیگم اپنے کمرے کو روانہ ہو چکی تھیں۔

باقی چاروں کپلز بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ زلے سو چکی تھی، لیکن سجل کی گود میں موجود تھی۔ اس کی کوئی خالہ نہ ہونے کے باجود بھی تین خالہ تھیں۔ عمائمہ، حوا اور سجل۔ جو کہ تینوں چچیاں بھی تھیں۔

"شادی کے بعد کی زندگی کیسی ہے پھر؟"

عمارہ نے مسکراتے ہوئے سجل، عمائمہ اور حوا سے پوچھا تھا۔

"ہمسفر اچھا مل جائے تو زندگی بھی اچھی لگنے لگتی ہے۔"

جواب عمائمہ کہ طرف سے تھا۔

"خوبصورت شوہر مل گیا ہے، شوخیاں مارنے میں مزہ آتا ہے۔"

سجل نے ہنس کر کہا تو عاصم بھی اس کی بات پر ہنس دیا تھا۔

urdunovelsblog

"مجھے تو شروع سے معلوم تھا میرا شوہر اچھا ہونے والا ہے۔"
حوا نے جیسے لاپرواہی سے کندھے اچکائے تھے۔ وہ سب ہنس دیے۔
"سب اپنے اپنے شوہر کے ساتھ اپنی سب سے اچھی یاد بتائیں گے۔"
اس بار حاشر نے بولا تھا تو عارض اور برہان کے ساتھ ساتھ عاصم بھی پر جوش انداز میں سیدھا ہوا تھا۔ عمارہ نے بولنا شروع کیا تھا۔
"شادی کے اتنے سال بعد بھی جب اولاد نہ ہوئی تو لوگ عجیب عجیب باتیں کرتے تھے، ایک روز میں نے دل پر پتھر رکھ کر حاشر کو بولا کہ آپ دوسری شادی کر لیں، انہوں نے وجہ پوچھی تو میں نے بولا کہ کم از کم آپ کو ساری عمر بے اولادی کا طعنہ نہیں دیں گے لوگ۔ تو حاشر نے کہا تھا کہ میرے نصیب میں اولاد ہوئی تو اللہ تعالیٰ آپ سے ہی نوازیں گے لیکن دوسری شادی کا میں کبھی نہیں سوچوں گا۔ وہ الفاظ مجھے اتنی ہمت دے گئے کہ پھر مجھے لوگوں کی باتوں سے فرق نہیں پڑا کیونکہ مجھے معلوم تھا میرا شوہر میرے ساتھ ہے۔"
عمارہ نم آنکھوں سے بولتے ہوئے اپنی گود میں سوئی تین ماہ کی بیٹی کو دیکھنے لگی تھی جو آرام دہ کپڑوں میں سکون کی نیند سو رہی تھی۔ سب کے چہروں پر ایک آسودہ مسکراہٹ سج گئی تھی۔ حاشر نے ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کا چہرہ بلند کیا تھا اور اس کے ماتھے پر محبت کی مہر ثبت کی تھی۔
"چلیں اب آپ کی باری۔"
عاصم نے سجل کو دیکھتے ہوئے کہا تو ماحول میں چھائی نمی کے اثر کو زائل کرنا چاہا تھا۔
"میرے لیے ہر وہ لمحہ خاص ہوتا ہے جب عاصم میری شرارتوں پر ہنسنے کی بجائے، میرا ان شرارتوں میں ساتھ دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہارے اندر کے بچے کو میں ساری عمر زندہ رکھنے کی کوشش کروں گا۔"
سجل کی بات پر عاصم سر جھکا کر مسکرا دیا تھا۔۔ یہ سچ تھا، سجل کی شرارتیں اسے بہت پسند تھیں۔ جہاں لوگ اسے بچپنے کا نام دیتے تھے وہیں عاصم اسے محبت سے گلے لگاتا تھا۔
سب اس کی بات پر مسکرا دیے تھے اور برہان نے عاصم کو مشکور نظروں سے دیکھا تھا جس پر وہ مسکرا کر آنکھیں جھپکتا انہیں تسلی دے گیا تھا۔

"میرے لیے وہ لمحہ خاص تھا جب میں نے برہان سے پوچھا تھا کہ انہیں میرے نقاب کرنے سے کوئی مسلئہ تو نہیں ہو گا اور انھوں نے خوشدلی سے جواباً کہا تھا کہ وہ مجھے سپورٹ کریں گے۔ایک نقابی کے لیے یہ سب سے خوشی کا مقام ہوتا ہے۔"

حوا کے مسکرا کر کہنے پر برہان مسکرا کر اس کی نقاب میں لپٹی آنکھیں دیکھنے لگا تھا۔وہ انہی آنکھوں پر اپنی بصارت لٹا بیٹھا تھا۔وہ چاہے عام سی آنکھیں تھیں لیکن وہ کہتے ہیں نا کہ عشق حسین نہیں ہوتا، یہ محبوب کو حسین بنا دیتا ہے۔حوا کے جواب پر عمائمہ نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا تھا۔وہ جانتی تھی کہ حوا بس اس دن سے ڈرتی تھی جب اس کی شادی ہو گی اور پھر کیا ہو گا اگر اس کا شوہر بولے گا کہ وہ نقاب نہیں کر سکتی یا پھر کچھ بھی ایسا۔جس پر عمائمہ اسے ہمیشہ کہا کرتی تھی کہ تمہیں تمہارے جیسا ملے گا کیوں پرواہ کرتی ہو۔اسے اس جیسا مل گیا تھا۔اب سب کی نظریں عمائمہ پر ٹکی تھیں۔اس نے گلا کھنکھارا اور گویا ہوئی۔

"میرے لیے عارض کے ساتھ بتایا ہر لمحہ ایک الگ خاصیت رکھتا ہے۔کیونکہ ان کے ساتھ بتائے ہر لمحے نے مجھے محبت کرنا سکھایا اور مجھے محسوس کروایا کہ محبت کیا ہوتی ہے۔"

عارض اس کی آنکھوں میں چمکتے دیے دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔عائمہ نے گردن گھما کر اسے دیکھا تھا جو صوفے کی پشت پر بازو ٹکائے اسے ہی دیکھنے میں مصروف تھا۔اس کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ اس کے جواب سے لطف اندوز ہوا ہے۔

"چلو گائز۔اب تم لوگ باری باری اپنی اپنی بیوی کے لیے کوئی خوبصورت جملہ بولو گے۔"

عمارہ نے چمکتی آنکھوں سے کہا تو اس بار عمائمہ، سجل اور حوا پرجوش ہوئی تھیں۔حاشر نے شروع کیا تھا۔

"میں آپ سے پہلے چاہے جیسا بھی تھا لیکن آپ کے بعد کسی کی تمنا نہیں رہی۔"

حاشر کی بات پر سب نے ہوٹنگ کی تھی جبکہ عمارہ کے گال گلابی ہوئے تھے۔

"میں نے جملہ بولنے کو کہا تھا، رومینٹک جملہ نہیں۔"

عمارہ نے خفت مٹاتے ہوئے بولا تو سب ہنس دیے۔اب سب عاصم کی جانب متوجہ تھے۔جو سجل کو دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ کی روز روز کی شرارتیں اور آپ کی مسکراہٹ میرے جینے کی وجہ بن چکی ہیں۔"

سجل کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ برہان نے دونوں کو محبت سے دیکھا تھا۔ عارض بھی انہیں خوش دیکھ کر دل سے خوش ہوا تھا۔

اب سب کی نظریں برہان پر جمی تھیں جو کچھ سوچتے ہوئے حوا کی جانب مڑا تھا۔

"آپ کی آنکھوں پر میں اپنی بصارت لٹا چکا ہوں۔"

اس نے مسکرا کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تو سب نے ہوٹنگ کی تھی۔ حوا نے مسکراتے ہوئے سر جھکا دیا تھا۔ اب سب کی گردنیں عارض کی جانب مڑی تھیں۔ وہ مسکرا دیا۔ مسکرا کر عائمہ کو دیکھا جو اس کے بولنے کے انتظار میں تھی۔

"میرا خیال ہے ایک جملہ میرے جذبات کی ترجمانی نہیں کر سکتا۔ عائمہ کے لیے تو میں دو سو غزلیں اور نظمیں لکھ ڈالوں یا شاید پھر کئی کتابیں لکھنی پڑیں۔"

اس کے جواب پر سب نے ہوٹنگ کی تھی اور عائمہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی جس نے شرارت سے اسے آنکھ ماری تھی۔ وہ ہنستی ہوئی اسے دیکھنے لگی تھی۔ کچھ دیر کی مزید باتوں کے بعد سب اٹھ کر چلے گئے تھے۔ رات کے اندھیرے میں وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں آئے تھے۔

عائمہ فریش ہونے کی غرض سے واشروم کی طرف بڑھی تھی لیکن عارض کی پکار پر وہ پلٹی تھی۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر بالکنی کے دروازے کے سامنے لے آیا تھا۔ نومبر کا آغاز ہونے کو تھا تو رات کے وقت وہ بالکنی کے دروازے پر پردہ گرا دیتے تھے۔ عارض نے اسے پردہ ہٹانے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتی پردہ پیچھے کر گئی تھی۔ شیشے کے دروازے کے پار وہ پوری بالکنی کو سجا ہوا دیکھ سکتی تھی۔ عائمہ کا منہ حیرت کی زیادتی سے کھلا رہ گیا تھا۔

عارض نے آگے بڑھ کر بالکنی کا دروازہ کھولا تھا۔ کچھ غبارے اڑ کر کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ عائمہ ابھی بھی حیرت سے بالکنی کو دیکھ رہی تھی۔ ایک طرف جہاں ان کا جھولا ہوا کرتا تھا، اس جگہ زمین پر سفید مخملی چادریں بچھی تھیں اور سفید چادروں کا ٹینٹ ٹائپ بنا تھا جس پر فیری لائٹس کے ساتھ ساتھ خوبصورت سی نیلے گلابوں کی لڑیاں بھی تھیں۔ ان مخملی چادروں پر ایک چھوٹا ٹیبل پڑا تھا جس پر ایک کیک سجا تھا، سفید رنگ کے کیک پر نیلے رنگ سے بڑا سا 'ہیپی اینیورسری' انگریزی حروف میں لکھا تھا۔

کیک کے ارد گرد گلاب کے پھولوں کی کچھ پتیاں تھیں اور ایک دو موم بتیاں جلی تھیں۔ جبکہ بالکنی کے دوسری جانب غبارے ہی غبارے تھے۔

عارض نے اس کا ہاتھ تھاما تھا اور اسے مخملی چادروں پر بٹھا دیا تھا۔ خود بھی اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔

'ایک سال کے خوبصورت سفر میں میرا ساتھ دینے کا شکریہ۔"

وہ مسکرا کر گویا ہوا تو عمائمہ کی آنکھیں نم ہوئیں۔ ان کی شادی کو ایک سال ہو گیا تھا؟؟؟ اتنا خوبصورت سفر۔۔۔

پورا سال اس کی نظروں میں کسی فلم کی طرح چلنے لگا تھا۔ یہ بلاشبہ اس کی اٹھائیس سالہ زندگی کا سب سے خوبصورت سال تھا۔

عمائمہ اس کے گلے لگی تھی۔ عارض نے اپنے بازو اس کے کاندھوں پر پھیلائے تھے۔ وہ کچھ دیر بعد اس سے الگ ہوئی تھی۔

"میری زندگی کا سب سے خوبصورت سال تھا یہ۔ آئندہ زندگی کے سالوں میں بھی آپ کے ہی ساتھ کی خواہش مند ہوں۔"

اس کی بات پر عارض کے دل میں اطمینان اترا تھا۔ آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہوا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

"چلیں کیک کاٹیں۔"

اس نے اس کے ہاتھ میں چھری پکڑائی تھی اور اس کے پکڑنے کے بعد خود بھی اس کے ہاتھ پر ہاتھ دھرا تھا۔ دونوں نے مسکرا کر ایک سال کے سفر کا اختتام کیا تھا لیکن باقی زندگی کے تمام سالوں کے سفر کا ایک خوبصورت آغاز بھی کیا تھا۔

عارض نے نرمی سے اس کے ماتھے پر محبت کی مہر ثبت کی تھی۔ عمائمہ آنکھیں بند کرتی اس لمحے کی قید میں تھی۔ عارض نے ثابت کر دیا تھا کہ ہر مرد ایک سا نہیں ہوتا، کچھ کی تربیت قابلِ دید ہوتی ہے۔ وہ مکمل تھی۔ وہ چاند نہیں تھی جو ایک مدت کے لیے مکمل ہوتا ہے اور پھر سے آدھا ادھورا۔ وہ ستارہ تھی جو عارض کے ہونے سے چمکتی تھا اور مکمل تھا۔ ہمیشہ۔ لیکن عارض کے لیے تو وہ پورا آسمان تھی۔

محبت کی اک اور داستاں اپنے اختتام کو پہنچی یا شاید محبت کی یہ داستاں اپنے عروج کو پہنچ گئی۔

اپنے دل کے چھوٹے سے کمرے میں
میں اب بھی محسوس کرنا چاہتی ہوں

کہ محبت کیسی ہوتی ہے
اور اس احساس کو جاننا چاہتی ہوں
جب کوئی اچھا کام کرنے پر
آپ کی تعریف کرے۔

کتاب کے صفحات کے درمیان،
میں اب بھی کسی اور کی کہانی میں
صرف ایک معاون کردار نہیں بلکہ
مرکزی کردار ہونے کا تجربہ کرنا چاہتی ہوں۔

ہر بس اسٹاپ میں، میں پھر بھی
کسی اور کی منزل بننا چاہتی ہوں۔

ہر نظم اور نثر میں
میں اب بھی موضوع بننا چاہتی ہوں۔

ہر انجام میں، میں اب بھی
چاہتی ہوں کہ یہ میں ہوں۔

آپ دیکھتے ہیں،
میں نے پہلے ہی محبت پر یقین کرنا چھوڑ دیا ہے
لیکن ابھی بھی میرا ایک چھوٹا سا حصہ ہے
جو اسے کرنا چاہتا ہے۔ سارے کا سارا۔

==========

urdunovelsblog

نومبر کی سردی نے پورے اسلام آباد میں پر پھیلانے شروع کر دیے تھے۔ایسے میں عارض اور عمائمہ گاڑی اسلام آباد کی سڑکوں پر چلاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ اچھا کھانا کھا کر اب گھر واپس جا رہے تھے لیکن عارض نے کسی اور ہی رستے پر گاڑی ڈالی تھی۔ عمائمہ بھی خاموشی سے اس کی کاروائی دیکھ رہی تھی۔

اس نے ایک جگہ گاڑی سڑک کے ایک طرف روکی تھی۔ رات کا اندھیرا ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ وہ مسکرا کر اسے باہر نکلنے کا کہتا خود بھی باہر نکلا تھا۔اس کی جانب کا دروازہ کھول کر وہ اب اسے باہر نکلنے کا کہہ رہا تھا۔۔ عمائمہ کنفیوز سی باہر نکل ائی۔

"میں نے سوچا، تھوڑی سی واک کر لی جائے۔"

وہ مسکرا کر اسے ساتھ لیتا ہوا دھیرے دھیرے سڑک کے کنارے چلنے لگا تھا۔

"اس سنسان علاقے میں آپ کو واک کرنے کا آئیڈیا کس عقلمند نے دیا ہے؟"

عمائمہ کورٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتی ہوئی بولی تھی۔ وہ نیوی بلیو کلر کی لمبی قمیص کے ساتھ سفید کیپری پہنے ہوئے تھی۔ گلے میں دوپٹہ تھا اور اوپر بلیک کورٹ پہن رکھا تھا۔ عارض نے بلیک لمبے سے کورٹ کے ساتھ جینز پہنی ہوئی تھی۔ وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے سنسان سڑک پر چل رہے تھے۔

"یہ سڑک پورے اسلام آباد میں میری پسندیدہ ہے۔"

عارض نے مسکرا کر بولا تو وہ چونکی تھی۔اس نے ارد گرد دیکھا تو وہ سنسان سی سادہ اور صاف ستھری سڑک تھی لیکن اسلام آباد میں اس سے خوبصورت سڑکیں بھی موجود تھیں۔ وہ اچنبے سے اسے دیکھنے لگی جو اس کے چہرے کے تاثرات جانچ رہا تھا۔

"اسی سڑک پر میں ایک حسین لڑکی سے ملا تھا، جس نے میری زندگی مکمل کی ہے۔"

عمائمہ اس کے کہنے پر رک گئی تھی۔اس کے قدم منجمند ہو گئے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی زندگی کو مکمل کرنے والی لڑکی صرف وہی ہے لیکن یہ سڑک؟؟؟

وہ الٹے پیروں پر گھومی تھی اور باریک بینی سے اطراف کا جائزہ لیا تھا۔ اسے عارض کی اور اپنی پہلی ملاقات یاد آئی جب اسی سڑک پر اس کی گاڑی خراب ہوئی تھی اور عارض اسے گھر چھوڑ کر گیا تھا۔ وہ یکدم کھلکھلا کر ہنس دی۔ خاموش فضا میں اس کی ہنسی کی آواز نے موسیقی کا کام کیا تھا۔ عارض بھی مسکرا دیا تھا۔ وہ اسے جان بوجھ کر یہاں لایا تھا۔

urdunovelsblog

"ہمارا ساتھ ایک سال کا نہیں ہے۔اس سے بھی پہلے کا ہے۔بس ہم نے قبول کرتے ہوئے وقت لیا ہے۔"
عارض نے اس کے ہاتھوں کو اپنی قید میں لیتے ہوئے کہا تھا تو عمائمہ نے بھی مسکرا کر اکتفا کیا تھا۔
پھر وہ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالتے دور سڑک پر واک کرنے لگے تھے۔اطراف میں موجود پھولوں کے پودے انہیں ساتھ چلتا دیکھ کر مسکرانے لگے تھے۔بادلوں کی اوٹ میں چھپا چاند آج خوشی سے جھوم اٹھا تھا اور سرد ہواؤں میں محبت نے دوڑنا شروع کر دیا تھا۔فضا میں محبت کی خوشبو رچ بس گئی تھی اور ایک اور داستان اپنے عروج کو پہنچی تھی۔
ایک اور کہانی مکمل ہوئی تھی۔

عارض اور عمائمہ کہ داستان!

ایک چاند اور ستارے کی داستان!

ایک ہوا اور خوشبو کی داستان!

ایک یقیں اور وہم کی داستان!

اور انجام کیا تھا؟ محبت!!

یہی تو سب سے خوبصورت انجام تھا۔

urdunovelsblog

تم حقیقت نہیں ہو حسرت ہو
جو ملے خواب میں وہ دولت ہو

میں تمہارے ہی دم سے زندہ ہوں
مر ہی جاؤں جو تم سے فرصت ہو

تم ہو خوشبو کے خواب کی خوشبو
اور اتنی ہی بے مروت ہو

تم ہو انگڑائی رنگ و نکہت کی

کیسے انگڑائی سے شکایت ہو

تم ہو پہلو میں پر قرار نہیں
یعنی ایسا ہے جیسے فرقت ہو

کس طرح چھوڑ دوں تمہیں جاناں
تم مری زندگی کی عادت ہو

کس لئے دیکھتی ہو آئینہ
تم تو خود سے بھی خوبصورت ہو

داستاں ختم ہونے والی ہے
تم مری آخری محبت ہو

=============

urdunovelsblog

پھر ملتے ہیں ایک نئے سفر کے ساتھ۔۔
ایک نئی داستان کے ساتھ۔
تب تک کے لیے خدا حافظ !
دعاؤں میں یاد رکھیے۔

مجھے اپنا لکھا معیوب لگے
وقت لکھے کا تعارف میرا

urdunovelsblog